بسم اللہ الرحمن الرحیم

السیرۃ النبویۃ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام
تحقیقی وتوقیتی مطالعہ: (حصہ جدلیات)
اکیسویں قسط

پروفیسر ظفر احمد

Al Seerah Al Nabaviyyah: An analytical & Chronological study:(The Argumentative section).
It is the 21st part of a long chain of articles. The existing one is meant to further point out & accordingly refute the various reamaning aspects of Qadyaniyyat i.e the false prophethood of Mirza Ghu8lam Ahmad Qadyani (1839-1908 A.D). The wirter has successfully made a critical break up of the bogus claims & the idealogical aberrations found scattered in the relevant Qadyani Literature.

۲۔ سچے مسیح حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہا السلام کے متعلق مباحث

ان تمام مباحث میں قادیانی کتب کے سابقہ حوالوں اور مباحث کی تکرار با مقصد ہے، تا کہ ہر عنوان کے تحت مضامین کی اپنی انفرادیت برقرار رہے اور انہیں سمجھنے کے لئے کسی دوسرے عنوان کے مباحث پر کلیتاً انحصار نہ کرنا پڑے۔ یوں قادیانیت پر ان مضامین میں ہر مضمون متنبی قادیان مرزا غلام احمد کے مفتری وکذاب ہونے پر مہر تصدیق ثبت کر رہا ہے۔ قارئین کرام کو اگرچہ ان تمام مضامین کے مطالعے کا مشورہ دیا جاتا ہے، لیکن اگر کوئی صاحب سب مضامین کا مطالعہ نہ بھی کر پائیں تو بھی ہر مضمون اپنی جگہ پر مرزا غلام احمد قادیانی کو جھوٹا ثابت کرنے کے لئے ان شاء اللہ العزیز کافی اور وافی رہے گا۔

الف: بہ حوالہ ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع سماوی اور قیامت کے قریب ان کا زمین پر نزول''

۱۔ براہین احمدیہ (۱۸۸۰۔۱۸۸۴ء) مرزا قادیانی کی اولیں تصنیف ہے۔ اس میں انہوں نے آسمان پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ اٹھائے جانے اور قیامت کے قریب زمین پر ان کے نزول کے اجماعی عقیدے کو بعض قرآنی آیات کی تشریح کے ضمن میں بھرپور انداز میں تسلیم کیا ہے۔ مثلاً اس کتاب میں وہ لکھتے ہیں: ''سو حضرت مسیح (عیسیٰ علیہ السلام) تو انجیل کو ناقص کی ناقص ہی چھوڑ کر آسمانوں پر جا بیٹھے'' (۲۹۷/ الف)۔ ظاہر ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام باعتراف مرزا صاحب آسمانوں پر ہیں تو قیامت کے قریب زمین پر ان کا نزول آسمان سے ہی ہوگا۔ چناں چہ وہ اسی براہین احمدیہ میں قرآن کریم کی آیت عَسیٰ رَبُّکُمْ اَنْ یَّرْحَمَکُمْ وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا کے تحت لکھتے ہیں: ''وہ زمانہ بھی آنے والا ہے کہ جب خدا تعالیٰ مجرمین کے لئے شدت اور عنف اور قہر اور سختی کو استعمال میں لائے گا اور حضرت مسیح علیہ السلام نہایت جلالیت کے ساتھ دنیا پر اتریں گے اور تمام راہوں اور سڑکوں کو خس و خاشاک سے صاف کر دیں گے''۔ (۲۹۷/ ب) اور اسی کتاب میں قرآن کریم کی آیت هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ کے تحت وہ لکھتے ہیں: ''یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیشین گوئی ہے اور جس غلبۂ کاملہ دینِ اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعے ظہور میں آئے گا اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا'' (۲۹۷/ ج)۔

۲۔ اپنی کتاب توضیح المرام (۱۸۹۰۔۱۸۹۱ء) میں وہ لکھتے ہیں: ''اب ہم صفائی بیان کے لئے یہ لکھنا چاہتے ہیں کہ بائبل اور ہماری احادیث کی رو سے جن نبیوں کا اسی وجودِ عنصری کے ساتھ آسمان پر جانا تصور کیا گیا ہے وہ دو نبی ہیں، ایک یوحنا جس کا نام ایلیاہ اور ادریس بھی ہے دوسرے مسیح ابن مریم جن کو عیسیٰ اور یسوع بھی کہتے ہیں۔ ان دونوں نبیوں کی نسبت عہد قدیم اور جدید کے بعض صحیفے بیان کر رہے ہیں کہ وہ دونوں آسمان کی طرف اٹھائے گئے اور پھر کسی زمانے میں زمین پر اتریں گے اور تم ان کو آسمان سے اترتا دیکھو گے۔ ان ہی کتابوں سے کسی قدر ملتے جلتے الفاظ احادیث نبوی میں بھی پائے جاتے ہیں'' (۲۹۸/ الف)۔

۳۔ براہین احمدیہ (۱۸۸۰۔۱۸۸۴ء) کی تصنیف کے بعد سال ہا سال تک مرزا غلام احمد قادیانی

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مذکورہ رفع ونزول کے پوری طرح قائل رہے۔ چناں چہ وہ اپنی کتاب اعجاز احمدی (۱۹۰۲ء) میں لکھتے ہیں: ''باوجودے کہ میں براہین احمدیہ میں صاف اور روشن طور پر مسیح موعود ٹھہرایا گیا تھا مگر پھر بھی میں (مرزا قادیانی) نے بہ وجہ اس ذہول کے جو میرے دل پر ڈالا گیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمدِ ثانی کا عقیدہ براہین احمدیہ میں لکھ دیا۔ میں خود تعجب کرتا ہوں کہ میں نے باجود کھلی کھلی وحی کے جو براہین احمدیہ میں مجھے مسیح موعود بتاتی تھی کیوں کر اس کتاب میں یہ رسمی عقیدہ لکھ دیا۔ پھر میں قریباً بارہ سال تک جو ایک زمانہ دراز ہے بالکل اس سے بے خبر اور غافل رہا کہ خدا نے مجھے بڑی شد و مد سے براہین میں مسیح موعود قرار دیا ہے اور میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی کے رسمی عقیدے پر جمارہا۔ جب بارہ برس گزر گئے تب وہ وقت آگیا کہ میرے پر اصل حقیقت کھول دی جائے۔ تب تواتر سے اس بارے میں الہامات ہوئے کہ تو ہی مسیح موعود ہے۔ خدا نے میری نظر کو پھیر دیا۔ میں براہین احمدیہ کی اس وحی کو نہ سمجھ سکا کہ وہ مجھے مسیح موعود بناتی ہے'' (۲۹۸/ب)۔ اعجاز احمدی (۱۹۰۲ء) کی مذکورہ عبارت میں مرزا صاحب نے اعتراف کیا ہے کہ وہ براہین احمدیہ میں مذکور عیسیٰ علیہ السلام کے رفع ونزول کے عقیدے پر سال ہا سال تک قائم ودائم رہے۔ پھر اس صحیح عقیدے سے انحراف کے لئے جو بہانے انہوں نے تراشے ہیں وہ بہ وجوہ باطل اور مردود ہیں۔ اولاً مرزا صاحب کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع ونزول کے عقیدے کو رسمی قرار دینا خود براہین احمدیہ کے مضامین کی رو سے باطل ہے۔ انہوں نے اس عقیدے کا اثبات اس کتاب میں قرآنی آیات سے کیا ہے اور قرآن کریم سے اپنے استدلال پر وہ اسی کتاب میں یوں فخر فرماتے ہیں'': سوم یہ امر بھی ہر صاحب پر روشن رہے...... دعویٰ بھی وہی لکھا ہے جو کتاب ممدوح (قرآن کریم) نے کیا ہے اور دلیل بھی وہی لکھی ہے جو اس کتاب نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ نہ ہم نے فقط اپنے قیاس سے کوئی دلیل لکھی ہے اور نہ کوئی دعویٰ کیا ہے'' (۲۹۸/ج)۔ پس بعد میں مرزا صاحب کا اس عقیدے کو رسمی قرار دینا شیطانی تاویل ہے۔ ثانیاً مرزا قادیانی کا اپنے حق میں ذہول، لاعلمی اور بے خبری کا بہانہ بھی خود اسی براہین احمدیہ کے مضامین کی رو سے عذر لنگ قرار پاتا ہے۔ اگرچہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے بعد کوئی شخص بھی معصوم عن الخطا نہیں لیکن مرزا صاحب کا دعویٰ یہ تھا کہ قرآن کریم کے سچے متبعین معصوم ہوتے ہیں اور وہ اپنے آپ کو براہین احمدیہ کی تصنیف کے زمانے سے ہی صاحب وحی قرار دیتے ہیں جیسا کہ اعجاز احمدی (۱۹۰۲ء) کی ان کی مذکورہ بالا عبارت سے بھی واضح ہے، لہٰذا وہ بہ زعم خویش بہ طریق اولیٰ ان معصوم عن الخطا لوگوں میں شامل تھے جن سے غلطی ہو بھی جائے تو فوراً ان کی غلطی کی اصلاح کر دی جاتی ہے۔ چناں چہ وہ براہین احمدیہ میں قرآن کریم کے سچے متبعین کے اوصاف حمیدہ بیان

کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''ازاں جملہ ایک عصمت بھی ہے جس کو حفظ الٰہی سے تعبیر کیا جاتا ہے اور یہ عصمت بھی فرقان مجید کے کامل تابعین کو بہ طور خرقِ عادت عطا ہوتی ہے اور اس عصمت سے مراد ہماری یہ ہے کہ وہ ایسی نالائق اور مذموم عادات اور خیالات اور اخلاق اور افعال سے محفوظ رکھے جاتے ہین جن میں دوسرے لوگ دن رات آلودہ اور ملوث نظر آتے ہیں اور اگر کوئی لغزش ہو بھی جائے تو رحمتِ الٰہیہ جلد تر ان کا تدارک کر لیتی ہے'' (۲۹۹/ الف)۔ اسی کتاب میں وہ مزید لکھتے ہیں: ''وہ (قرآن کریم کے کامل تابعین) اپنے ہر ایک خیال اور علم اور فہم اور غضب اور خوف اور طمع اور تنگی اور فراخی اور خوشی اور غمی اور عُسر اور یُسر میں تمام نالائق باتوں اور فاسد خیالوں اور نادرست علموں اور ناجائز عملوں اور بے جا فہموں اور ہر ایک افراط اور تفریط انسانی سے بچائے جاتے ہیں اور کسی مذموم بات پر ٹھہر نہیں پاتے، کیوں کہ خداوند کریم خود ان کا متکفل ہوتا ہے اور جس شاخ کو ان کے شجرۂ طیبہ میں خشک دیکھتا ہے اس کو فی الفور اپنے مُربّیانہ ہاتھ سے کاٹ ڈالتا ہے اور حمایت الٰہی ہر دم اور ہر لحظہ ان کی نگرانی کرتی رہتی ہے'' (۲۹۹/ ب)۔ ان عبارتوں پر غور کیجیے اگر مرزا صاحب اپنے ہی الفاظ میں قرآن کریم کے سچے تابعین سے بھی کہیں آگے بڑھ کر صاحب وحی بھی تھے تو انہیں معصوم عن الخطا ہونے کی بنا پر ان کے اپنے قول کے مطابق تمام نالائق باتوں اور مذموم عادات و خیالات اور اخلاق و افعال سے محفوظ ہونا چاہئے تھا۔ اگر ان سے کوئی لغزش ہو بھی گئی تھی تو رحمتِ الٰہیہ کو جلد تر اس کا تدارک کر دینا چاہئے تھا اور انہیں ان کے اپنے الفاظ میں تمام نالائق باتوں، فاسد خیالوں، نادرست علموں، ناجائز عملوں، بے جا فہموں اور افراط و تفریط سے بچایا جانا چاہئے تھا کہ وہ کسی مذموم بات پر ٹھہرنے نہ پاتے کیوں کہ اس صورت میں خداوند کریم خود ان کا متکفل ہوتا اور ان کے ''شجرۂ طیبہ'' میں خشک نظر آنے والی شاخ کو وہ اپنے مربّیانہ ہاتھ سے فوراً کاٹ دیتا اور حمایت الٰہی ہر دم اور ہر لحظہ ان کی نگرانی کرتی رہتی۔ اگر مرزا صاحب کی کتاب براہین احمدیہ کے مذکورہ بالا مضامین جھوٹے ہیں تو ایسا جھوٹا اور فریبی شخص ایک شریف انسان بھی نہیں کہلا سکتا چہ جائے کہ اسے مسیح موعود اور نبی تسلیم کیا جائے۔ اگر یہ مضامین سچے ہیں تو مرزا صاحب کا بارہ سالہ ذہول، لاعلمی اور بے خبری کا بہانہ محض جھوٹا اور شیطانی بہانہ ہوا۔ قادیانی حضرات جوشق بھی یہاں اختیار کریں گے وہ مرزا صاحب کو بہ ہر حال جھوٹا ہی پائیں گے۔ ثالثاً مرزا صاحب کا یہ کہنا بھی دل چسپ فریب ہے کہ پہلے میں براہین احمدیہ میں مذکورہ وحی کو سمجھ نہیں پایا تھا پھر تواتر سے ہونے والے الہامات سے مجھے معلوم ہوا کہ میں ہی مسیح موعود ہوں۔ یہ اس لئے فریب ہے کہ کئی ایک امور میں مرزا صاحب کے مزعومہ متواتر الہامات بھی قطعاً جھوٹے ثابت ہوئے لہٰذا متواتر الہامات کے بہانے سے وہ براہین احمدیہ میں مذکور ان صحیح عقائد کی نفی کرنے کے

ہرگز مجاز نہیں ہو سکتے جو حضرت عیسیٰؑ کے آسمان پر زندہ موجود ہونے اور قیامت کے قریب زمین پر ان کے نزول کے متعلق ہیں۔ مرزا صاحب پر اپنی تیسری شادی کے متعلق بھی تو متواتر الہامات ہوتے رہے تھے جو قطعاً جھوٹے ثابت ہوئے۔ اپنے دست راست حکیم نورالدین بھیروی کے نام مکتوب میں اپنی متوقع تیسری شادی کے متعلق مرزا صاحب نے مورخہ ۸ جون ۱۸۸۶ء کو لکھا تھا: ''الہامات اس بارے میں کثرت سے ہوئے ہیں اور ربانی ارادے میں کچھ جوش سا پایا جاتا ہے'' (۲۹۹/ ج)۔ اس کے بارہ دن بعد مورخہ ۲۰ جون ۱۸۸۶ء کے اپنے خط میں انہوں نے حکیم نورالدین کو پھر یہ لکھا: ''جب سے اس تیسرے نکاح کے لئے اشارۂ غیبی ہوا ہے تب سے خود طبیعت متفکر و متردد ہے اور حکم الٰہی سے گریز کی جگہ نہیں...... لیکن متواتر الہامات اور کشوف اس بات پر دلالت کر رہے ہیں کہ یہ تقدیر مبرم ہے'' (۳۰۰/ الف)۔ اور مثلاً محمدی بیگم دختر مرزا احمد بیگ سے اپنے متوقع نکاح کے متعلق بھی مرزا صاحب پر متواتر الہامات ہوتے رہے تھے جو سراسر جھوٹے نکلے۔ انجام آتھم (۱۸۹۶ء) میں مرزا صاحب نے لکھا تھا: ''پھر میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ یہ معاملہ (محمدی بیگم سے مرزا صاحب کے نکاح کا) اتنے ہی پر ختم ہو گیا اور جو ظہور میں آیا یہی نتیجہ آخری ہے اور پیشین گوئی کی حقیقت اسی پر ختم ہو گئی۔ بل کہ اصل معاملہ ابھی اسی طرح باقی ہے۔ اسے کوئی بھی کسی حیلے سے رد نہیں کر سکتا اور یہ تقدیر خدائے بزرگ کی طرف سے تقدیر مبرم ہے۔ عن قریب اس کا وقت آئے گا۔ قسم خدا کی جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم رسول اللہ کو بھیجا اور خیر الرسل اور خیر الوریٰ بنایا کہ یہ بالکل سچ ہے۔ تم جلد ہی دیکھو گے اور میں اس خبر کو اپنے سچ اور جھوٹ کا معیار بناتا ہوں اور میں نے جو کچھ کہا ہے خدا سے خبر پا کر کہا ہے'' (۳۰۰/ ب)۔ محمدی بیگم کے متعلق مرزا صاحب پر جس شد و مد سے مزعومہ وحی نازل ہوتی رہی وہ سب کی سب جھوٹی ثابت ہوئی۔ یہاں قادیانیوں کے پہلے خلیفہ حکیم نورالدین کی یہ تاویل ہرگز کارگر نہیں ہو سکتی کہ مرزا قادیانی کے کسی پوتے پڑپوتے وغیرہ کا نکاح محمدی بیگم کی کسی پوتی پڑپوتی، نواسی پڑنواسی وغیرہ سے ہو جائے تو پیشین گوئی پوری ہو جائے گی کیوں کہ انجام آتھم میں مرزا کا مذکورہ مضمون حلفیہ ہے اور قسم کے متعلق مرزا صاحب نے حمامۃ البشریٰ (۱۸۹۳ء) میں یہ اصول بیان کیا ہے: **والقسم یدل علیٰ ان الخبر محمول علی الظاھر لاتاویل فیه ولا استثناء والا فای فائدۃ فی ذکر القسم؟** (۳۰۰/ ج)۔ ''قسم کھا کر کوئی بات کہنا اس پر دلالت کرتا ہے کہ کہی ہوئی بات ظاہر پر محمول ہے اس میں کسی طرح کی تاویل نہیں ہو سکتی اور نہ ہی اس میں کسی استثنا کی گنجائش ہے ورنہ قسم کھانے کا فائدہ ہی کیا ہے؟''۔ اور مثلاً جب مرزا صاحب سے منحرف ہونے والے ایک مرید ڈاکٹر عبدالحکیم خان نے انہیں دجال، کذاب اور مفتری قرار دیا تو ساتھ ہی یہ پیشین گوئی بھی

کردی: ''مجھے یکم جولائی ۱۹۰۷ء کو (خدا نے) الہاماً فرمایا کہ مرزا آج سے (۱۴) ماہ تک بہ سزائے موت ہاویہ میں گرایا جائے گا''۔ اس کے جواب میں مرزا صاحب پر یہ مزعومہ وحی نازل ہوئی: ''اردو میں فرمایا کہ میں تیری عمر کو بھی بڑھا دوں گا یعنی دشمن (ڈاکٹر عبدالحکیم) جو کہتا ہے کہ صرف جولائی ۱۹۰۷ء سے چودہ مہینے تک تیری عمر کے دن رہ گئے ہیں یا ایسا ہی جو دوسرے دشمن پیشین گوئی کرتے ہیں، ان سب کو میں جھوٹا کروں گا اور تیری عمر کو بڑھا دوں گا تا کہ معلوم ہو کہ میں خدا ہوں اور ہر ایک امر میرے اختیار میں ہے'' (۳۰۱/الف) مرزا صاحب اپنی ان پیشین گوئیوں میں برملا جھوٹے ثابت ہوئے۔ جھوٹی بشارتیں اور جھوٹے وعدے صرف شیطان ہی کیا کرتا ہے۔ پس اس طرح کی پیشین گوئیوں کے متعلق مرزا صاحب پر نازل ہونے والی مزعومہ وحی سراسر شیطانی وحی تھی۔ جس پر شیطانی وحی کا نزول ثابت ہو جائے تو ہرگز ایسا نہیں ہوا کرتا کہ ایک ہی شخص پر کبھی شیطانی اور کبھی رحمانی وحی کا نزول ہوا کرے۔ مرزا صاحب کے سارے الہامات شیطانی تھے خواہ کسی معاملے میں ایسے الہامات کبھی کبھار اور تھوڑی مقدار میں ہوں یا نہایت کثرت اور تواتر سے ہوں، لہٰذا مرزا صاحب کا یہ دعویٰ قطعاً باطل اور مردود ہے کہ بعد کے متواتر الہامات سے مجھے معلوم ہوا کہ مسیح عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام تو فوت ہو چکے ہیں اور جس عیسیٰ ابن مریم کی قیامت کے قریب آنے کی خبر دی گئی ہے اس سے مراد میں غلام احمد ابن چراغ بی بی ہوں اور یہ کہ میں ہی مسیح موعود ہوں۔

۴۔ براہین احمدیہ (۱۸۸۰۔۱۸۸۴ء) ہی میں مرزا قادیانی نے یہ دعویٰ بھی کیا ہے: ''اس زمانے کے قریب جب یہ ضعیف اپنی عمر کے پہلے حصے میں ہنوز تحصیل علم میں مشغول تھا جناب خاتم الانبیا (صلی اللہ علیہ وسلم) کو خواب میں دیکھا اور اس وقت اس عاجز کے ہاتھ میں ایک دینی کتاب بھی تھی کہ جو خود اس عاجز کی تالیف معلوم ہوتی تھی۔ آں حضرت نے اس کتاب کو دیکھ کر عربی زبان میں پوچھا کہ تو نے اس کتاب کا کیا نام رکھا ہے۔ خاکسار نے عرض کیا کہ اس کا نام میں نے قطبی رکھا ہے۔ جس نام کی تعبیر اب اس اشتہاری کتاب (براہین احمدیہ) کی تالیف ہونے پر یہ کھلی کہ وہ ایک ایسی کتاب ہے جو قطب ستارے کی طرح غیر متزلزل اور مستحکم ہے جس کا کامل استحکام پیش کر کے دس ہزار روپے کا اشتہار دیا گیا ہے۔ غرض آں حضرت نے وہ کتاب مجھ سے لے لی اور جب وہ کتاب حضرت مقدس نبوی کے ہاتھ میں آئی تو آں جناب کا مبارک ہاتھ لگتے ہی ایک نہایت خوش رنگ اور خوب صورت میوہ بن گئی کہ جو امرود سے مشابہ تھا مگر بہ قدر تربوز تھا۔ آں حضرت نے جب اس میوے کو تقسیم کرنے کے لئے قاش قاش کیا تو اس قدر اس میں سے شہد نکلا کہ آں جناب کا ہاتھ مبارک ہر فق تک شہد سے بھر گیا'' (۳۰۱/ب)۔ مرزا صاحب کی

مذکورہ عبارت سے کئی باتیں معلوم ہوئیں۔ اولاً یہ قول مرزا صاحب رسول اللہ ﷺ نے ان کی کتاب براہین احمدیہ پر نہایت خوشی اور مسرت کا اظہار فرمایا۔ اسی کتاب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر زندہ اٹھائے جانے اور قیامت کے قریب زمین پر ان کے نزول کا عقیدہ بھی موجود ہے جیسا کہ ہم اوپر نکتہ نمبر ا میں واضح کر چکے ہیں۔ پس یہی عقیدہ درست ہے ورنہ (مرزا قادیانی کے دعوے کے مطابق) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کتاب کا نام قطبی بتایا گیا تھا جس کی تعبیر خود مرزا صاحب کے نزدیک یہ ہے کہ یہ کتاب قطب ستارہ کی طرح مستحکم اور غیر متزلزل ہے۔ اب اگر اس کتاب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق مذکور عقیدے کو غلط قرار دیا جائے اور وفاتِ عیسیٰ والے مرزا صاحب کے سال ہا سال کے بعد کے عقیدے کو درست سمجھا جائے تو براہین احمدیہ کو مستحکم اور غیر متزلزل کتاب قرار دینا ہرگز صحیح نہ ہوگا۔ ثالثاً اس کتاب کے مبینہ استحکام کے پیش نظر مرزا صاحب نے ان مخالفین کے لئے دس ہزار روپے کے انعام کا اشتہار بھی دے رکھا تھا جو اس کے مضامین کو غلط ثابت کر دکھائیں۔ اب اگر اس میں مذکور حیات عیسیٰؑ والے عقیدے کو غلط قرار دیا جائے تو یہ کتاب ہماری نظر میں اگر چہ کبھی بھی انعامی کہلانے کی مستحق نہ تھی مگر اب تو خود مرزا صاحب کے بعد کے عقائد کی رو سے نہ تو انعامی رہے گی اور نہ ہی مستحکم اور غیر متزلزل قرار پائے گی، حال آں کہ مرزا صاحب نے اس کتاب کے متعلق یہ دونوں دعوے نہایت ہی شد و مد سے کئے تھے۔ اگر ان کے دعوے جھوٹے تھے تو جھوٹا شخص مسیح موعود اور نبی کیسے ہوگیا؟ اگر سچے تھے تو اس کتاب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع سماوی اور قیامت کے قریب زمین پر ان کے نزول کا جو عقیدہ بیان کیا گیا ہے، اس کی نفی یا اس سے انحراف کی گنجائش ہی کہاں باقی رہی؟ رابعاً جب بہ قول مرزا صاحب اس کتاب کو عالم رؤیا میں رسول اللہ ﷺ نے ہاتھ لگایا تو یہ امرود کی طرح کا ایک خوب صورت میوہ بن گئی جو بہ قدر تربوز تھا۔ اسے جب آپ نے کاٹا تو اس میں سے اس قدر شہد نکلا کہ اس سے آپ کا مبارک ہاتھ کہنی تک بھر گیا۔ پس اگر اس کتاب میں مذکور آسمان میں حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام والا عقیدہ غلط ہوتا تو ہرگز اس سے شہد نہ نکلتا۔

۵۔ مرزا قادیانی نے ۱۸۹۳ء میں اپنی کتاب آئینہ کمالات اسلام میں لکھا: **ومن تفوہ بکلمۃ لیس لہ اصل صحیح فی الشرح مُلہَماً کان او مجتہدا فیہ الشیاطین متلاعبۃ** (۳۰۱/ج) ''جو شخص اپنے منہ سے ایسا کلمہ نکالے جس کی کوئی صحیح اصل شرع میں موجود نہ ہو تو خواہ ایسا شخص ملہم (صاحب الہام) ہو یا مجتہد ہو تو اس کے اندر شیاطین کھیل رہے ہوتے ہیں''۔ اب اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع ونزول کا جو عقیدہ براہین احمدیہ (۱۸۸۰ـ۱۸۸۴ء) میں دیا گیا ہے، اس کی کوئی صحیح اصل

شرع میں نہیں ہے تو اس سے رسول اللہ ﷺ کی سخت توہین لازم آتی ہے کہ بہ قول مرزا صاحب عالم رؤیا میں رسول اللہ ﷺ نے اس کتاب پر نہایت مسرت اور شادمانی کا اظہار فرمایا تھا لہٰذا لازماً یہی ماننا پڑے گا کہ اس کتاب میں درج حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام والا عقیدہ ہی درست ہے اور سال ہا سال کے بعد مرزا صاحب نے وفاتِ عیسیٰ والا جو عقیدہ اختیار کیا اس کی شرع میں قطعاً کوئی اصل نہیں ہے۔ لہٰذا وہ اپنے ہی قلم کی رو سے اپنی وفات تک شیاطین کا کھلونا بنے رہے۔ پس وفاتِ عیسیٰؑ کے من گھڑت عقیدے کی خاطر جن تاویلات کا سہارا لیتے ہوئے انہوں نے قرآن وحدیث کے مضامین میں تحریف معنوی سے کام لیا ہے یہ تمام تاویلات یقیناً شیطانی تاویلات ہیں جن کا قرآن وحدیث کے صحیح مضامین سے قطعاً کوئی تعلق نہیں ہے۔ بہ الفاظ دیگر مرزا صاحب کا وفاتِ عیسیٰؑ کا عقیدہ ہرگز قرآن وحدیث سے ماخوذ نہیں بل کہ یہ سراسر ان کے مزعومہ الہامات پر مبنی ہے۔ چناں چہ اس کا مرزا صاحب کے بیٹے اور قادیانیوں کے دوسرے خلیفہ میاں بشیر الدین محمود نے یوں اعتراف کیا ہے: ''الغرض حقیقۃ الوحی کے حوالہ نے واضح کر دیا کہ نبوت اور حیاتِ مسیح کے متعلق آپ (مرزا قادیانی) کا عقیدہ پہلے تمام مسلمانوں کی طرح تھا مگر دونوں میں تبدیلی فرمائی......دعویٰ مسیحیت کی بابت بھی تبدیلی جبراً بہ ذریعۂ وحی ہوئی اور نبوت کے متعلق بھی وحی نے جبراً تبدیلی کرائی'' (۳۰۲/الف)۔ اعجاز احمدی (۱۹۰۲ء) میں مرزا صاحب لکھتے ہیں: ''جب تک مجھے خدا نے اس طرف توجہ نہ دلائی اور بار بار نہ سمجھایا کہ تو مسیح موعود ہے اور عیسیٰ فوت ہو گیا ہے تب تک میں اسی عقیدہ پر قائم تھا جو تم لوگوں کا عقیدہ ہے'' (۳۰۲/ب)۔ ہم سابقہ مباحث میں ''وحی شیطانی کی بارش'' کے عنوان کے تحت تفصیلاً اور ابھی اوپر نکتہ نمبر۳ میں اجمالاً ناقابل تردید انداز سے ثابت کر چکے ہیں کہ مرزا صاحب کی ساری مزعومہ وحی سراسر شیطانی وحی تھی۔ اسی مزعومہ وحی کے تحت انہوں نے صحیح عقائد کو چھوڑ کر غلط عقائد اختیار کیے۔

۶۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے ۱۹۰۷ء میں الاستفتاء ضمیمہ حقیقۃ الوحی میں لکھا: **فمن سوء الادب ان يقال ان عيسىٰ مامات وان هو الا شرك عظيم يأكل الحسنات ويخالف الحصاة** (۳۰۲/ج)۔ ''یہ کہنا بے ادبی کی بات ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو موت نہیں آئی اور (حیاتِ عیسیٰؑ کا) یہ عقیدہ تو شرک عظیم ہے جو نیکیوں کو کھا جاتا ہے اور عقل کے خلاف ہے''۔ اب اگر براہین احمدیہ (۱۸۸۰۔۱۸۸۴ء) میں درج آسمان پر حیات عیسیٰ علیہ السلام کے عقیدے کو غلط اور مرزا صاحب کے سال ہا سال کے بعد کے وفاتِ عیسیٰؑ والے عقیدے کو صحیح قرار دیا جائے تو اس سے رسول اللہ ﷺ کی سخت توہین لازم آتی ہے کیوں کہ مرزا صاحب کے خواب کے مطابق آپ نے براہین احمدیہ پر خوش نودی کا اظہار فرما کر

اس کے ایسے مضامین کی بھی تصدیق وتوثیق فرمادی جو مرزا صاحب کے بعد کے نظریات کے مطابق شرک عظیم پر مشتمل تھے۔ اس صورت میں رسول اللہ ﷺ کو (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) مشرک عظیم قرار دینا ہوگا حال آں کہ مرزا قادیانی ہی کذاب اور مشرک عظیم ٹھہرتے ہیں۔ پس حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام کے عقیدے کو ہی لازماً صحیح قرار دینا ہوگا اور مرزا صاحب کے بعد والے وفاتِ عیسیٰؑ کے عقیدے کو باطل تسلیم کرنا ہوگا۔

۷۔ اوپر نکات نمبر ۱، اور ۲ میں بتایا جا چکا ہے کہ مرزا قادیانی سال ہا سال تک آسمان پر حیاتِ عیسیٰؑ اور قیامت کے قریب زمین پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے قائل رہے تھے۔ ۱۸۹۱ء میں انہوں نے ازالۂ اوہام میں لکھا: ''مثلاً صحیح مسلم کی حدیث میں جو یہ لفظ موجود ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام جب آسمان سے نازل ہوں گے تو ان کا لباس زرد رنگ کا ہوگا'' (۳۰۳/ الف)۔ ۱۸۹۳ء میں انہوں نے آئینۂ کمالات اسلام میں لکھا: **الایعلمون انّ المسیح ینزل من السماء بجمیع علومه ولایأخذ شیئا من الارض مالهم لایشعرون** (۳۰۳/ ب)۔ ''کیا یہ لوگ جانتے نہیں کہ مسیح علیہ السلام اپنے تمام علوم کے ساتھ آسمان سے اتریں گے اور زمین سے کوئی چیز حاصل نہیں کریں گے۔ انہیں کیا ہوا کہ وہ شعور نہیں رکھتے؟''۔ مرزا صاحب کے ان مضامین سے معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول آسمان سے ہوگا۔ اس واضح اور کھلے مفہوم میں کسی طرح کی تاویل مردود ہوگی، کیوں کہ صحیح بخاری کی متعلقہ روایت کے شروع میں بھی یہی مضمون ہے **والذی نفسی بیدہ لیوشکنّ ان ینزل فیکم ابن مریم** (۳۰۳/ ج) ''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ عن قریب تم میں ابن مریم (عیسیٰ علیہ السلام) نازل ہوں گے''۔ یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیسیٰؑ کے اترنے کے متعلق قسم کھائی ہے اور مرزا قادیانی نے اپنی کتاب حمامۃ البشریٰ (۱۸۹۳ء) میں یہ اصول بیان کیا ہے کہ جو بات قسم کھا کر کہی گئی ہو وہ لازماً اپنے ظاہری معنی پر ہوگی، اس میں کسی تاویل اور استثنا کی گنجائش بالکل نہیں ہوگی ورنہ قسم کھانے کا کوئی فائدہ ہی نہیں۔ ہم متعلقہ عبارت اوپر نکتہ نمبر ۳ کے مباحث میں پیش کر چکے ہیں۔ صحیح بخاری کو مرزا صاحب اصح الکتب بعد کتاب اللہ (قرآن کریم کے بعد صحیح ترین کتاب) مانتے ہیں۔ چناں چہ انہوں نے شہادۃ القرآن (۱۸۹۳ء) میں لکھا ہے: ''مثلاً صحیح بخاری کی حدیثیں جن میں آخری زمانے میں بعض خلیفوں کی نسبت خبر دی گئی ہے، اب سوچو کہ یہ حدیث کس پائے اور مرتبے کی ہے جو ایسی کتاب میں درج ہے جو اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے'' (۳۰۴/ الف)۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے زمین پر اترنے کے رسول اللہ ﷺ کے مذکورہ حلفیہ ارشاد کی تائید وتصدیق آپ کی دوسری احادیث سے بھی ہوتی ہے۔ مثلاً صحیح مسلم اور سنن ترمذی میں حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مسیح

ابن مریم کو اللہ مبعوث فرمائے گا۔ چناں چہ وہ دمشق کی جامع مسجد کے سفید مشرقی مینارے پر اتریں گے۔ وہ دو زرد چادریں پہنے ہوں گے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو دو فرشتوں کے بازوؤں پر رکھے ہوئے ہوں گے۔ پھر وہ دجال کی تلاش میں نکلیں گے یہاں تک کہ وہ اسے بابِ لُد کے مقام پر پائیں گے پھر اسے قتل کردیں گے (۳۰۴/ب)۔ مرزا قادیانی نے حدیث کا ترجمہ یوں لکھا ہے: ''جس وقت وہ اترے گا اس کی زرد پوشاک ہوگی۔ دونوں ہتھیلی اس کی دو فرشتوں کے بازوؤں پر ہوں گی۔ پھر حضرت ابن مریم دجال کی تلاش میں نکلیں گے اور لُد کے دروازے پر جو بیت المقدس کے دیہات میں سے ایک گاؤں ہے اس کو جا پکڑیں گے اور قتل کر ڈالیں گے'' (۳۰۴/ج)۔ پس جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قیامت کے قریب آسمان سے دمشق کی جامع مسجد کے مشرقی مینار پر اترنے کا ظاہری معنی رسول اللہ ﷺ کے حلفیہ بیان سے پوری طرح متحقق اور متعین ہوگیا تو زرد کپڑوں اور بابِ لُد کا بھی یقیناً ظاہری مفہوم ہی لینا ہوگا۔ مرزا قادیانی کے دست راست اور قادیانیوں کے پہلے خلیفہ حکیم نور الدین بھیروی شیطانی تاویلات کے گھڑنے میں مرزا جی سے بھی دو قدم آگے تھے لیکن وہ بھی یہ لکھنے پر مجبور ہوگئے: ''ہر جگہ تاویلات وتمثیلات سے، استعارات وکنایات سے اگر کام لیا جائے تو ہر ایک ملحد منافق بدعتی اپنی آرا ناقصہ اور خیالاتِ باطلہ کے موافق الٰہی کلمات کو لاسکتا ہے۔ اس لئے ظاہری معانی کے علاوہ اور معانی لینے کے واسطے اسبابِ قویہ اور موجباتِ حقہ کا ہونا ضروری ہے'' (۳۰۵/الف)۔

ب: بہ حوالہ معنیٰ ''خَلَت'' ودیگر متعلقات

سورۂ آل عمران میں ہے: وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْخَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَائِنْ مَاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰىٓ اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ (۳۰۵/ب) ''اور محمد صرف رسول ہی ہے بے شک اس سے پہلے بھی رسول گزر چکے تو کیا اگر اس کا انتقال ہوجائے یا اسے قتل کردیا جائے تو تم (اسلام سے) اپنی ایڑیوں کے بل پھر جاؤ گے؟ اور جو کوئی پھر جائے تو وہ ہرگز اللہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ عن قریب اللہ شکر گزار بندوں کو نیک بدلہ دے گا''۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دار فانی سے رحلت پر صحابہ کرامؓ سخت غم گین اور پریشان تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے خطبے میں مذکورہ بالا آیت کی تلاوت فرمائی تو سب کو سکون حاصل ہوا۔ مرزا غلام احمد متنبی قادیان کا دعویٰ ہے کہ اس آیت کے کلمات **قد خلت من قبله الرسل** کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پہلے جتنے بھی پیغمبر تشریف لائے وہ سب فوت ہوچکے ہیں جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام

بھی شامل ہیں۔ چناں چہ مرزا صاحب نے حقیقۃ الوحی (۱۹۰۷ء) میں لکھا ہے: ''غرض تمام صحابہ کا اجماع حضرت عیسیٰؑ کی موت پر تھا بل کہ تمام انبیاء کی موت پر اجماع ہو گیا تھا اور یہی پہلا اجماع تھا جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ہوا'' (۳۰۵/ج)۔ مرزا صاحب کا مذکورہ دعویٰ بہ وجوہ باطل ہے:

۱۔ یہی مرزا قادیانی ۱۸۹۳ء۔۱۸۹۴ء میں اپنی کتاب نور الحق میں لکھ چکے تھے **هٰذا هو موسىٰ فتى الله الذى اشار الله فى كتابه الىٰ حياته وفرض علينا ان نؤمن بانه حى فى السماء ولم يمت وليس من الميتين** (۳۰۶/الف) ''یہ وہی موسیٰ مردِ خدا ہے جس کی نسبت قرآن میں اشارہ ہے کہ وہ زندہ ہے اور ہم پر فرض ہو گیا کہ ہم اس بات پر ایمان لاویں کہ وہ زندہ آسمان میں موجود ہے اور مُردوں میں سے نہیں''۔ اور یہی مرزا قادیانی ۱۸۹۷ء میں حمامۃ البشریٰ میں لکھ چکے تھے: '' **بل حياة كليم الله ثابت بنص القرآن الكريم ألا تقرء فى القرآن ماقال الله تعالىٰ عزوجل، فلاتكن فى مرية من لقائه، وانت تعلم ان هذه الأية نزلت فى موسىٰ فهى دليل صريح علىٰ حياة موسىٰ عليه السلام لانه لقى رسول الله صلى الله عليه وسلم والاموات لايلاقون الاحياء ولاتجد مثل هذه الأيات فى شان عيسىٰ عليه السلام، نعم جاء ذكر وفاته فى مقامات شتىٰ** (۳۰۶/ب)۔ ''بل کہ کلیم اللہ کی زندگی قرآن کریم کی واضح عبارت سے ثابت ہے۔ کیا تو قرآن میں جو اللہ عزوجل نے کہا ہے اسے پڑھتا نہیں کہ (اے پیغمبر!) تو اس (موسیٰ) سے (اپنی) ملاقات کے بارے میں شک نہ کر، اور تو جانتا ہے کہ یہ آیت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں نازل ہوئی ہے تو یہ موسیٰ علیہ السلام کی زندگی پر صریح دلیل ہے، کیوں کہ ان کی ملاقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی تھی اور مردے زندوں سے ملاقات نہیں کیا کرتے اور تو اس طرح کی آیات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق نہیں پائے گا۔ ہاں مختلف مقامات پر ان کی وفات کا ذکر آیا ہے''۔ اب غور کیجئے کہ جب مرزا قادیانی کے نزدیک حضرت موسیٰ علیہ السلام آسمان میں زندہ موجود ہیں اور ان کے اس طرح زندہ ہونے پر ایمان لانا لوگوں پر فرض بھی ہے تو انہوں نے ۱۹۰۷ء میں حقیقۃ الوحی میں یہ کیوں لکھ دیا کہ صحابہ کرامؓ کا ''تمام انبیاء کی موت پر اجماع ہو گیا تھا'' کیا حضرت موسیٰؑ قادیانیوں کے نزدیک انبیاء میں شامل نہیں ہیں؟۔ یہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آسمانی زندگی سے صرف روحانی زندگی مراد لینے کی قطعاً گنجائش نہیں کہ روحانی زندگی تو فوت ہو جانے والے تمام انبیاء علیہم السلام کو بالاتفاق حاصل ہے اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی کی کیا تخصیص ہے؟ نیز مرزا صاحب نے موسیٰ علیہ السلام کی زندگی کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی (مفروضہ) وفات سے تقابل کیا ہے جو تب ہی درست ہو سکتا ہے جب کہ حضرت موسیٰ

علیہ السلام کو جسم اور روح دونوں کے ساتھ آسمان پر زندہ تسلیم کیا جائے۔ پس مرزا صاحب نے ۱۹۰۷ء میں حقیقۃ الوحی میں جو یہ دعویٰ داغ دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کے تمام انبیاء علیہم السلام کے فوت ہو جانے پر صحابہ کرامؓ کا اجماع ہو گیا تھا، اس سے ان کے کلام میں کھلا کھلا تناقض پیدا ہو گیا اور دلچسپ بات یہ ہے کہ اسی حقیقۃ الوحی (۱۹۰۷ء) میں وہ لکھتے ہیں: ''اس شخص کی حالت ایک مخبوط الحواس انسان کی حالت ہے کہ ایک کھلا کھلا تناقض اپنے کلام میں رکھتا ہے'' (۳۰۶/ ج) ضمیمہ براہین احمدیہ (۱۹۰۵ء) میں وہ لکھتے ہیں ''جھوٹے کے کلام میں تناقض ضرور ہوتا ہے'' (۳۰۷/ الف)۔ اب قادیانیوں کی مرضی ہے کہ وہ مرزا صاحب کو مخبوط الحواس سمجھ لیں یا انہیں جھوٹا قرار دیں۔ اگر وہ انہیں جھوٹا قرار دیتے ہیں فھو المطلوب۔ ہم یہی ان سے کہلوانا چاہتے ہیں پس جھوٹا شخص مسیح موعود یا نبی نہیں ہو سکتا۔ اگر وہ مرزا صاحب کو اس دعوے میں سچا جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کے سب کے سب انبیاء علیہم السلام بلا استثنا فوت ہو چکے ہیں تو لازماً انہیں یہ بھی ماننا پڑے گا کہ اس صورت میں مرزا صاحب نے نور الحق (۱۸۹۳۔۱۸۹۴ء) اور حمامۃ البشریٰ (۱۸۹۷ء) میں آسمان پر حیاتِ موسیٰؑ کا قائل ہو کر صحابہ کرامؓ کے (مفروضہ) اجماع کی کھلی خلاف ورزی کی ہے۔ حال آں کہ یہی مرزا صاحب انجام آتھم (۱۸۹۶ء) میں یہ لکھ چکے ہیں: ''گواہ رہو کہ ہمارا تمسک قرآن شریف ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث جو کہ چشمۂ حق و معرفت ہے۔ ہم اسی کی پیروی کرتے ہیں اور ان تمام باتوں کو قبول کرتے ہیں جو اس خیر القرون میں باجماع صحابہ قرار پائی ہیں ہم نہ ان پر زیادتی کرتے ہیں اور نہ ان میں کوئی کمی کرتے ہیں اور اسی اعتقاد پر ہم زندہ رہیں گے اور اسی پر ہمارا خاتمہ اور انجام ہوگا۔ اور جو شخص ذرہ بھر بھی شریعت محمدیہ میں کمی بیشی کرے یا کسی اجماعی عقیدے کا انکار کرے اس پر خدا کی، فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہو'' (۳۰۷/ ب)۔ اب دیکھیے مرزا صاحب خود ہی یہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ تمام انبیاء علیہم السلام کے فوت ہو جانے پر صحابہ کرامؓ کا اجماع ہو گیا تھا اور یہ کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ کرامؓ کا بہ قول مرزا صاحب یہ پہلا اجماع تھا تو مرزا صاحب نے آسمان پر حیاتِ موسیٰ علیہ السلام کا قائل ہو کر اپنے ہی دعوے کی بھرپور نفی کر ڈالی اور یوں وہ اپنے ہی قلم کی رو سے صحابہ کرامؓ کے (مبینہ) اجماع سے منحرف ہو کر ملعون من اللہ، ملعون الملائکہ اور ملعون الناس ہو گئے۔ الغرض یہاں قادیانی حضرات مرزا جی کو جھوٹا اور مخبوط الحواس سمجھیں یا انہیں سچا قرار دیں، وہ جون سی بھی شق اختیار کریں گے وہ ان کے گلے کا پھندا ثابت ہوگی۔ فاعتبروا یاولی الابصار

۲۔ اگر قادیانیوں کی دل جوئی کے لئے ''قد خلت من قبلہ الرسل'' کا ترجمہ یہ کیا جائے کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کے تمام پیغمبر فوت ہو چکے تو بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس آیت کے عموم سے باہر رکھا جائے گا کیوں کہ انہیں آسمان پر زندہ اٹھالینا خرق عادت کے طور پر ہے۔ لسانی محاورات کے مطابق شاذ ونادر مثالوں کو عام واقعات سے الگ اور مستثنیٰ قرار دیا جاسکتا ہے۔ مثلاً سورہ رعد میں پیغمبروں کے متعلق ہے وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ أَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً (۳۰۷/ج)۔ ''اور بے شک ہم نے تجھ سے پہلے بھی رسول بھیجے اور ہم نے ان کے لئے (ان کی) بیویاں اور اولاد بنائی''۔ اب دیکھئے مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور اسی طرح حضرت یحییٰ علیہ السلام نے کوئی نکاح نہیں کیا تھا تو کیا مذکورہ آیت کا یہ مطلب لیا جائے گا کہ حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ علیہا السلام (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) پیغمبروں میں شامل ہی نہیں ہیں؟ اگر سورۂ رعد کی اس آیت کے عموم سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو لازماً مستثنیٰ کرنا ہوگا تو سورہ آل عمران کی آیت کے کلمات قد خلت من قبلہ الرسل کے عموم سے بھی انہیں کیوں مستثنیٰ قرار نہیں دیا جاسکتا؟ یہ بھی اس صورت میں ہے جب کہ ''خلت'' کا ترجمہ ''فوت ہوگئے'' پر ناحق اصرار کیا جائے۔ یہ ناحق اصرار بھی قادیانیوں کو قطعاً کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ نیز جس طرح قد خلت من قبلہ الرسل کے عموم سے مرزا قادیانی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مستثنیٰ قرار دیا ہے بعینہ اسی طرح ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس آیت کے عموم سے مستثنیٰ قرار دینے میں کیوں حق بہ جانب نہیں؟

۳۔ مرزا قادیانی نے ازالۂ اوہام (۱۸۹۶ء) میں لکھا ہے: ''اے حضرات مولوی صاحبان! جب کہ عام طور پر قرآن شریف سے مسیح کی وفات ثابت ہوتی ہے اور ابتدا سے آج تک بعض اقوال صحابہ اور مفسرین بھی اس کو مانتے ہی چلے آئے ہیں تو اب آپ لوگ ناحق کی ضد کیوں کرتے ہیں؟'' (۳۰۸/الف)۔ اسی ازالۂ اوہام میں وہ مزید لکھتے ہیں: ''ان ہی تفسیروں میں بعض اقوال کے مخالف بعض دوسرے اقوال بھی لکھے ہیں، مثلاً اگر کسی کا یہ مذہب لکھا ہے کہ مسیح ابن مریم کو جسد عنصری کے ساتھ زندہ ہی اٹھایا گیا تو ساتھ ہی اس کے یہ بھی لکھ دیا ہے کہ بعض کا یہ بھی مذہب ہے کہ مسیح فوت ہوگیا ہے بلکہ ثقات صحابہ کی روایت سے فوت ہوجانے کے قول کو ترجیح دی ہے جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہی مذہب بیان کیا گیا ہے'' (۳۰۸/ب)۔ اسی ازالۂ اوہام میں انہوں نے لکھا ہے: ''اور یہ اعتراض کہ تیرہ سو برس کے بعد یہ بات تم ہی کو معلوم ہوئی، اس کا جواب ہے کہ درحقیقت یہ قول نیا تو نہیں اس کے پہلے راوی تو ابن عباسؓ ہی ہیں۔ لیکن اب خداتعالیٰ نے اس عاجز پر اس قول کی حقیقت ظاہر کردی اور دوسرے اقوال کا بطلان ثابت کردیا'' (۳۰۸/ج)۔ ازالۂ اوہام کی مذکورہ عبارتوں میں متنبی قادیان مرزا غلام احمد جو دھوکہ دینا چاہتے ہیں اس کی وضاحت آئندہ مباحث میں مناسب مقام پر ہوگی، سردست یہ سمجھ لیجئے کہ

صحابہ کرامؓ میں سے کوئی بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع ونزول کا ہرگز منکر نہیں ہے۔ ہم یہاں یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ازالۂ اوہام کی مذکورہ عبارتوں سے یہ تو معلوم ہو ہی رہا ہے کہ بہ قول مرزا صاحب صرف بعض صحابہ کرامؓ ہی وفاتِ عیسیٰ کے قائل تھے اور وفاتِ عیسیٰ کے قول کے پہلے راوی صرف حضرت ابن عباسؓ ہی ہیں حال آں کہ مرزا قادیانی اسی ازالۂ اوہام میں کسی بات پر صحابہ کرامؓ کے اجماع کے لئے یہ شرط عائد کرتے ہیں کہ سیکڑوں اصحاب اس پر متفق ہوں چناں چہ وہ لکھتے ہیں: ''صحابہ کا ہرگز اس پر اجماع نہیں ہوا۔ اگر ہے تو کم سے کم تین چار سو صحابہ کا نام لیجئے جو اس بارے میں اپنی شہادت ادا کر گئے ہیں ورنہ ایک یا دو آدمی کے بیان کا نام اجماع رکھنا سخت بد دیانتی ہے'' (۳۰۹/الف)۔ اب غور کیجئے ازالۂ اوہام کی مذکورہ عبارتوں سے مرزا صاحب کے اس دعوے کی بھرپور نفی نہیں ہوگئی کہ سب کے سب صحابہ کرامؓ وفاتِ عیسیٰ کے عقیدے پر متفق تھے؟ جس مسئلے پر اجماع ہو جائے اس میں وہ اختلاف کیا معنی رکھتا ہے جو ازالۂ اوہام کی عبارتوں سے ظاہر ہو رہا ہے پس مرزا صاحب کے اقوال میں کھلا تناقض واضح ہو گیا اور وہ خود مانتے ہیں کہ ایسا کھلا تناقض مخبوط الحواس یا جھوٹے کے کلام میں ہوا کرتا ہے۔

قادیانی حضرات ایک حدیث کا حوالہ دیا کرتے ہیں **لو کان موسیٰ وعیسیٰ حیین لما وسعھما الا اتباعی** ''اگر موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام زندہ ہوتے تو انہیں بھی میری (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی) اتباع کے علاوہ کوئی چارہ نہ ہوتا''۔ اس روایت کی کوئی ضعیف بل کہ موضوع سند بھی نہیں ہے جو کتابت کی غلطی سے بعض کتب میں موجود ہے۔ مستند احادیث میں صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نام ہے۔ چناں چہ مشکوٰۃ المصابیح میں ہے **لو کان موسیٰ حیًا لما وسعہ الا اتباعی**۔ ملا علی قاریؒ کی شرح فقہ اکبر کے ہندوستانی نسخوں میں بھی لو کان موسیٰ حیا ہی کے کلمات ہیں۔ خود مُلّا علی قاریؒ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع ونزول اور حیات سماوی کے قائل ہیں۔ اگر پھر بھی اس پر اصرار کیا جائے کہ حدیث میں موسیٰ اور عیسیٰ دونوں کا ذکر ہے تو خود مرزا قادیانی بھی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حیات آسمانی کے قائل ہیں جیسا کہ ہم اوپر نکتہ نمبر ا میں باحوالہ واضح کر چکے ہیں۔ لہٰذا اس صورت میں حدیث کا یہ مطلب لیا جائے گا کہ اگر موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام زمین پر زندہ موجود ہوتے تو میری ہی اتباع کرتے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر نہیں بل کہ آسمان پر زندہ ہیں اور جب ان کا زمین پر نزول ہوگا تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ اور آپ ہی کی شریعت کے پیرو ہوں گے۔ کچھ لوگ اس شعر سے مسلمانوں کو دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں:

غیرت کی جا ہے عیسیٰ زندہ ہو آسمان پر
مدفون ہو زمین میں شاہِ جہاں ہمارا

جب خود مرزا قادیانی آسمان پر حیاتِ موسیٰ علیہ السلام کے قائل ہیں تو قادیانیوں کے فریب کا پردہ چاک کرنے کے لئے مذکورہ بالا شعر میں لفظ ''عیسیٰ'' کی بہ جائے ''موسیٰ'' رکھا جاسکتا ہے۔ یعنی اگر قادیانیوں کے خیال میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر زندہ ہونے سے رسول اللہ ﷺ کی (معاذ اللہ) توہین لازم آتی ہے تو مرزا قادیانی نے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر زندہ تسلیم کیا ہے تو اس سے بھی یہ توہین لازم آنی چاہئے۔ یہاں اصل حقیقت یہ ہے کہ کسی مخلوق کا آسمان یا زمین پر ہونا معیارِ فضلیت نہیں ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور اکثر اہل علم کے نزدیک حضرت عیسیٰ اور حضرت ادریس علیہما السلام کے علاوہ باقی سب انبیاء فوت ہوکر زمین میں ہی مدفون ہیں۔ لیکن ملائکہ جو آسمان پر موجود ہیں بل کہ جو ملائکہ عرش الٰہی کو اٹھائے ہوئے ہیں ان کا مرتبہ حضرات انبیاء علیہم السلام سے اونچا نہیں ہے۔ مکھی مچھر پرندے چیل کوے وغیرہ فضا میں اوپر اڑتے ہیں۔ شیاطین آسمان دنیا تک پرواز کرتے ہیں اور شہاب ثاقب ان کا پیچھا کرتا ہے تو یہ سب زمین پر بسنے والے یا زمین میں مدفون عام نیک لوگوں سے بھی ہرگز افضل نہیں ہیں چہ جائے کہ انہیں حضرات انبیاء علیہم السلام سے افضل سمجھا جائے۔

۴۔ اگر ناحق یہ اصرار کیا جائے کہ قد خلت من قبله الرسل میں ''قد خلت'' کا معنی فوت ہوجانے کا ہے اور ''الرسل'' پر الف لام استغراقی ہے یعنی سب کے سب انبیاء علیہم السلام رسول اللہ ﷺ سے پہلے فوت ہوچکے تھے تو اس صورت میں مرزا قادیانی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر زندہ کیسے مان لیا، اور یہ کیوں لکھ دیا کہ آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو زندہ تسلیم کرنا ہم پر فرض ہے؟ نیز ''الرسل'' کے الف لام کو خود مرزا صاحب استغراقی تسلیم نہیں کرتے چناں چہ وہ جنگ مقدس (۱۸۹۳ء) میں لکھتے ہیں: قدخلت من قبله الرسل ''اس سے پہلے بھی رسول ہی آتے رہے ہیں''۔ رہا یہ مسئلہ کہ اس میں ''الرسل'' پر جو الف لام ہے وہ استغراق کے لئے ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو دلیل پیش کرو کہ استغراق ہی مراد ہے اور پھر استغراق بھی حقیقی ہو، اور کیا وقفینا من بعده الرسل میں الف لام استغراقی ہے؟'' (۳۰۹/ج)۔ یہاں اصل حقیقت یہ ہے کہ آیت میں الف لام استغراق کے لئے ہے لیکن ''خلت'' کا معنی مرجانے کا نہیں بل کہ گزر جانے اور چلے جانے کا ہے خواہ یہ گزر جانا موت طبعی کے ذریعے ہو، یا بعض نادر صورتوں میں کسی اور طریقے سے ہو جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی اس دنیا سے یوں چلے گئے کہ انہیں آسمان پر زندہ اٹھالیا گیا۔ الغرض لفظ ''خلت'' کا معنی مرجانے یا فوت ہونے کا نہیں بل کہ گزر جانے اور جگہ خالی چھوڑ دینے کا ہے یعنی خَلَت بمعنٰی مَضَت ہے۔ خود مرزا قادیانی نے جنگ مقدس (۱۸۹۳ء) میں سورۂ مائدہ کی آیت مَاالْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ کا ترجمہ یوں

کیا ہے: ''مسیح ابن مریم میں اس سے زیادہ کوئی بات نہیں کہ وہ صرف ایک رسول ہے اور اس سے پہلے بھی رسول ہی آتے رہے ہیں'' (۳۰۹/ ج)۔ سورۂ آل عمران میں منافقین کے متعلق ہے وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ (۳۱۰/ الف)۔ ''جب وہ (منافقین تم مسلمانوں سے) علیحدہ ہوتے ہیں تو تم پر غصے سے اپنی انگلیاں کاٹتے ہیں''۔ یہاں ''اذا خلوا'' کا ترجمہ یہ نہیں کہ ''جب وہ مرجاتے ہیں''۔ اور مثلاً سورہ رعد میں ہے كذالك ارسلناك فى امة قدخلت من قبلها امم (۳۱۰/ ب)۔ ''اسی طرح ہم نے (اے پیغمبر) تجھے ایسی امت میں بھیجا ہے جس سے پہلے بہت امتیں گزر چکی ہیں''۔ یہاں امتوں کے گزر جانے کا مطلب یہ نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں پچھلی تمام امتیں مرچکی تھیں۔

۵۔ سورۂ آل عمران کی زیر بحث آیت میں کلمات " افائن مات او قتل" سے یہ مراد لینا قطعاً غلط ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پہلے جو انبیاء علیہم السلام گزر چکے تو ان کے گزر جانے کی دو ہی صورتیں تھیں کہ یا وہ فوت ہوگئے یا مقتول ہوئے۔ یہاں حصر مقصود نہیں بل کہ عمومی اور کثیر الوقوع صورتوں کا ذکر ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر زندہ اٹھایا جانا خاص اور نادر واقعات میں سے ہے۔ نیز اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کے سب انبیاء علیہم السلام فوت یا مقتول ہوئے ہوں تو مرزا قادیانی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر زندہ کیسے مان لیا؟ پس جس طرح مرزا صاحب نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو زندہ مان لیا اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی گزر جانے کی مذکورہ دونوں عام اور کثیر الوقوع صورتوں وفات اور قتل سے مستثنیٰ قرار دیا جائے گا۔

۶۔ قرآن کریم میں رسول اللہ ﷺ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جس ملاقات کا ذکر ہے اس سے وہ ملاقات مراد ہے جو معراج کے موقع پر آپ کو دیگر بعض جلیل القدر انبیاء علیہم السلام کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھی حاصل ہوئی تھی۔ اس ملاقات کی جو بھی کیفیت ہو اس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر زندہ ہونا ثابت نہیں ہوتا ورنہ سب ہی انبیاء علیہم السلام کو آسمان پر زندہ ماننا ہوگا، البتہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور اسی طرح اکثر علماء کے نزدیک حضرت ادریس علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں، ان سے آپ کی ملاقات ان کے اجسام اور ارواح سمیت ہوئی تھی۔ پس جیسے مرزا قادیانی کا وفات عیسیٰ والا عقیدہ خانہ ساز اور من گھڑت ہے، اسی طرح آسمان پر حیات موسیٰ والا عقیدہ بھی من گھڑت ہے۔ یہاں دل چسپ امر یہ ہے کہ الاستفتاء ضمیمہ حقیقۃ الوحی (۱۹۰۷ء) میں مرزا صاحب نے آسمان پر حیات عیسیٰ علیہ السلام کے عقیدے کو (معاذ اللہ) شرک عظیم، نیکیوں کو کھا جانے والا اور خلاف عقل عقیدہ قرار دیا ہے (۳۱۰/ ج)۔ ان کے بیٹے اور قادیانیوں کے دوسرے خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود نے اس کی

وضاحت یوں کی ہے ''آپ (مرزا قادیانی) نے شرک کو پورے طور پر رد کیا اور توحید کو اپنے پورے جلال کے ساتھ ظاہر کیا، علما تسلیم کرتے تھے کہ کسی میں خدائی صفات تسلیم کرنا بھی شرک ہے مگر یہ صرف منہ سے کہتے تھے۔ بڑے سے بڑے توحید پرست وہابی بھی حضرت مسیح (عیسیٰ علیہ السلام) کو ایسی صفات دیتے تھے جو خدا ہی سے تعلق رکھتی ہیں، مثلاً یہ کہتے کہ وہ آسمان پر کئی سو سال سے بیٹھے ہیں نہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں اور نہ ہی ان پر کوئی تغیر ہوتا ہے'' (۳۱۱/الف)۔ انہیں مرزا بشیر الدین محمود نے جمعے کے ایک خطبے میں کہا: ''کیا یہ ہوسکتا ہے کہ ایک شخص موحد کہلائے، خدا تعالیٰ کو ایک سمجھے اور پھر یہ بھی عقیدہ رکھے کہ سیکڑوں سالوں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر بغیر کسی جسمانی تغیر کے جوں کے توں بیٹھے ہیں'' (۳۱۱/ب)۔ مرزا بشیر الدین محمود بالکل بھول گئے کہ مسیحیت و نبوت کے مدعی ان کے اباجی مرزا غلام احمد قادیانی آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زندہ موجود ہونے کے صرف قائل ہی نہیں بل کہ ان کے نزدیک انہیں زندہ ماننا فرض ہے۔ مرزا بشیر الدین محمود بہ زعم خویش اپنے باپ کو موحد عظیم ثابت کرنا چاہتے تھے لیکن اپنے خود ساختہ فلسفۂ توحید و شرک کے تحت انہیں عمر بھر کے لئے مشرک عظیم ثابت کر بیٹھے، کیوں کہ مرزا قادیانی پہلے تو آسمان پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ ہونے کے سال ہا سال تک قائل رہے پھر ان کی وفات کا عقیدہ اختیار کر لیا لیکن ساتھ ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر زندہ ماننے کا عقیدہ اپنا لیا۔ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ شرک کی کوئی صحیح اصل شریعت میں ہرگز نہیں ہوتی اور مرزا صاحب آئینہ کمالاتِ اسلام (۱۸۹۳ء) میں یہ لکھ چکے ہیں کہ جو شخص اپنے منہ سے ایسا کلمہ نکالے جس کی شرع میں صحیح اصل نہ ہو تو خواہ ایسا شخص صاحب الہام ہو یا مجتہد ہو تو اس کے اندر شیاطین کھیل رہے ہوتے ہیں (۳۱۱/ج)۔ پس مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے بیٹے مرزا بشیر الدین محمود احمد کے بیانات و ارشادات کی برکت سے مرزا صاحب عمر بھر کے لئے نہ صرف مشرک عظیم بل کہ لعبۃ الشیاطین (شیاطین کا کھلونا) بھی ثابت ہو گئے (جل جلالہ)۔ پس اختلافی مسائل میں کسی مشرک عظیم اور شیاطین کے کھلونے کی بات کیسے قبول کی جاسکتی ہے؟ کسی بھی مفسر، محدث، مجدد اور متکلم نے سورۂ آل عمران کی زیر بحث آیت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے فوت ہونے پر استدلال نہیں کیا۔

ج: بہ حوالہ ''قادیانی شبہات کا تعاقب''

آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زندہ موجود ہونے کے قادیانی عقیدے سے بہت سے وہ اعتراضات کالعدم ہو جاتے ہیں جو انہوں نے آسمان پر حیات عیسیٰ کے متعلق کئے ہیں۔ اس سلسلے میں

متعلقہ مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

۱۔ مرزا قادیانی نے حقیقۃ الوحی (۱۹۰۷ء) میں لکھا ہے: ''جو شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ''قد خلت من قبلہ الرسل'' سے باہر رکھتا ہے اس کو اقرار کرنا پڑے گا کہ عیسیٰ انسان نہیں ہے اور نیز ظاہر ہے کہ اس صورت میں حضرت ابوبکرؓ کا اس آیت سے استدلال صحیح نہیں ٹھہرتا کیوں کہ جب کہ حضرت عیسیٰؑ آسمان پر مع جسم عنصری موجود ہیں اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوگئے تو اس آیت سے صحابہ رضی اللہ عنہم کو کون سی تسلی ہوسکتی تھی'' (۳۱۲/الف)۔ اسی کتاب میں وہ مزید لکھتے ہیں: ''درحقیقت صحابہ رضی اللہ عنہم آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق تھے...... اگر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت ان کو یہ معلوم ہوتا کہ حضرت عیسیٰؑ آسمان پر معہ جسم عنصری زندہ بیٹھے ہیں اور ان کا برگزیدہ نبی فوت ہوگیا تو وہ مارے غم کے مرجاتے کیوں کہ ان کو ہرگز اس بات کی برداشت نہ تھی کہ کوئی اور نبی زندہ اور ان کا پیارا نبی قبر میں داخل ہوجائے'' (۳۱۲ب)۔ جب مرزا صاحب اس دنیا میں موجود تھے تو کسی قادیانی کو ان سے یہ پوچھنے کا ہوش نہ رہا ''یا حضور پرنور، فیض گنجور، مسیح موعود، مہدی معہود! چشم بددور آپ کی زبان مبارک سے ایسے نایاب، لاجواب، لائق فخر ومباہات اور قیمتی علمی موتی صادر ہوتے ہیں کہ بے اختیار آپ کا دہن مبارک چوم لینے کو جی چاہتا ہے لیکن آپ نے ۱۸۹۳ء میں نور الحق اور حمامۃ البشریٰ میں ارشاد فرمایا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ موجود ہیں اور انہیں زندہ ماننا ہم پر فرض ہے تو یا حضرت! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب صحابہ کرامؓ کو یہ خیال گزرا ہوگا کہ ہمارا پیارا نبی تو قبر میں داخل ہوگیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام معہ جسم عنصری آسمان پر زندہ بیٹھے ہیں تو انہیں اس کی برداشت کیسے ہوگئی اور وہ مارے غم کے مرکیوں نہ گئے؟ وہ تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق تھے تو جب حضرت ابوبکر صدیقؓ نے آیت **وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل** الخ سے رسول اللہ کی وفات پر استدلال فرمایا تھا اور صحابہ کرامؓ کو معلوم تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ موجود ہیں تو انہیں کیوں کر تسلی ہوگئی تھی؟ اور اگر **قد خلت من قبلہ الرسل** کے مفہوم سے حضرت عیسیٰؑ کو باہر رکھنے سے حضور پرنور کے نزدیک یہ اقرار کرنا لازم آتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ انسان نہیں تھے تو جب حضور فیض گنجور نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر زندہ مان کر انہیں قد خلت من قبلہ الرسل کے مفہوم سے باہر نکال لیا تو کیا حضور کے نزدیک حضرت موسیٰ علیہ السلام انسان تھے یا نہیں؟ یا حضرت! ذرا اس کی بھی وضاحت فرمادیجئے کہ جب آپ کے اعتراف کے مطابق صحابہ کرامؓ رسول اللہ ﷺ کے عاشق صادق تھے تو ان ہی عاشقان رسول کی خوب جی بھر کر توہین کرنے سے حضور پرنور کو شرم کیوں نہیں آتی؟ مثلاً اسی حقیقۃ الوحی میں

آپ نے حضرت ابو ہریرہؓ کی سخت توہین کرتے ہوئے انہیں (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) عقل وشعور اور فہم وفراست سے عاری اور درایت سے محروم ایسا جاہل مفسر قرار دیا ہے کہ جن کی تفسیر سے لوگوں کو ہنسی آتی تھی (۳۱۲/ج) کیا حضرت ابو ہریرہؓ صحابیٔ رسول نہیں تھے، کیا وہ عاشق رسول نہیں تھے؟''۔ اللہ تعالیٰ کو منظور یہ تھا کہ متنبی قادیان مرزا غلام احمد کا جھوٹا ہونا ہر لحاظ سے لوگوں پر خوب کھل جائے اور ان پر حجت پوری ہو جائے۔ اس کا ایک ظاہری سبب یہ ہوا کہ مرزا جی کا حافظہ نہایت ہی ابتر بل کہ بدتر تھا۔ وہ خود لکھتے ہیں: ''میرا حافظہ بہت خراب ہے۔ اگر کئی دفعہ کسی کی ملاقات ہو تب بھی بھول جاتا ہوں۔ یاددہانی عمدہ طریقہ ہے، حافظے کی یہ ابتری ہے کہ بیان نہیں کرسکتا'' (۳۱۳/الف)۔ حافظے کی اسی ابتری کی وجہ سے انہیں نئی نئی شیطانی تاویلات تراشتے وقت قطعاً یاد نہیں رہتا تھا کہ اس سے پہلے میں کیا لکھ چکا ہوں بل کہ یوں کہنا چاہئے کہ کیا جھک مار چکا ہوں۔ کسی کی موت سے اس کے لواحقین اور اعزہ واقارب کو غم واندوہ صرف اس لئے لاحق ہوتا ہے کہ اس کی موت نے اس دنیا میں اسے ہم سے ہمیشہ کے لئے جدا کر دیا ہے۔ اگر یہ فراق اور جدائی موت کے علاوہ کسی اور سبب سے ہو تو بھی طبعی طور پر یہ غم واندوہ لواحقین کو لازماً لاحق ہوگا۔ بالفرض صحابہ کرامؓ کو یہ بتایا جاتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمان پر زندہ اٹھا لیا گیا ہے اور اب صحابہ کرامؓ کی دنیوی زندگی میں رسول اللہ ﷺ کا زمین پر نزول نہیں ہوگا بل کہ قیامت کے قریب ہوگا تو بھی غم واندوہ جو انہیں لاحق تھا اس میں کسی طرح کی کمی نہ ہوتی۔ آسمان پر اٹھایا جانا تو ایک طرف رہا اگر اسی دنیا میں کسی شخص کو اس کے احباب واقارب سے جدا کر دیا جائے اور لواحقین کو یہ یقین کامل یا اعلیٰ درجے کا ظن غالب ہو کہ جدا ہونے والے زندہ شخص سے ہمارا کسی طرح کا رابطہ عمر بھر ہرگز نہیں ہوگا تو بھی انہیں شدید پریشانی اور غم ہوگا۔ بل کہ طبعی موت سے ہم کنار ہونے والے شخص پر لواحقین رو دھو کر بالآخر صبر کر لیتے ہیں لیکن زندہ شخص سے ان کی جدائی کا غم تو مرتے دم تک باقی رہے گا۔ پس آسمان پر حیات عیسیٰ علیہ السلام کا انکار کرنے کے لئے مرزا قادیانی کی مذکورہ بالا تاویلات محض شیطانی وساوس ہیں۔ یہ تاویلات تراشتے وقت وہ قطعاً بھول گئے کہ میں اس سے پہلے حیاتِ موسیٰ علیہ السلام کا (من گھڑت) عقیدہ بیان کر چکا ہوں۔ یہاں یہ عذر ہرگز قبول نہیں کیا جاسکتا کہ مرزا صاحب کو پہلے علم نہیں تھا اس لئے وہ غلطی سے آسمان پر حیات موسیٰ علیہ السلام کا عقیدہ اپنی کتب نور الحق اور حمامۃ البشریٰ میں لکھ بیٹھے اور بعد میں انہیں معلوم ہوا کہ تمام انبیائے سابقین فوت ہو چکے ہیں۔ یہ عذر اس لئے نہیں سنا جاسکتا کہ ایک تو عقائد منسوخ نہیں ہوا کرتے، دوسرے مرزا صاحب بارہا اپنے معصوم عن الخطاء ہونے کا دعویٰ اپنی متعدد کتب میں بل کہ نور الحق اور حمامۃ البشریٰ میں بھی کر چکے ہیں، جن میں انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام

کے آسمان میں زندہ موجود ہونے کا اپنا (خود ساختہ) عقیدہ بیان کیا ہے۔ چناں چہ وہ حمامۃ البشریٰ میں لکھتے ہیں **واللّٰہ یعلم انی ماقلت الا ماقال اللہ تعالیٰ ولم اقل کلمۃ قط یخالفہ ومامسھا قلمی فی عمری** ''خدا جانتا ہے کہ میں جو کچھ کہتا ہوں وہی کہتا ہوں جو خدا تعالیٰ فرماتا ہے اور میں نے کبھی کوئی ایسا کلمہ تک نہیں کہا جو خلاف خداوند تعالیٰ ہو اور مخالفت خداوندی میرے قلم سے اپنی عمر میں کبھی سرزد نہیں ہوئی'' (۳۱۳/ب)۔ نور الحق میں انہوں نے لکھا: **ان اللہ لایترکنی علیٰ خطاء طرفۃ عین ویعصمنی من کل مین** (۳۱۳/ج) یعنی اللہ تعالیٰ مجھے غلطی پر آنکھ جھپکنے کے برابر بھی چھوڑے نہیں رکھتا اور وہ مجھے ہر ایک غلط بات سے بچالیتا ہے''۔ آئینہ کمالاتِ اسلام (۱۹۹۳ء) میں انہوں نے لکھا ''اس عاجز کو اپنے ذاتی تجربے سے یہ معلوم ہے کہ روح القدس کی قدسیت ہر وقت اور ہر دم اور ہر لحظہ ملھم (الہام یافتہ شخص) کے تمام قویٰ میں کام کرتی رہتی ہے۔ اور انوار دائمی اور استعانت دائمی اور محبت دائمی اور عصمت دائمی اور برکات دائمی کا یہی سبب ہوتا ہے کہ روح القدس ہمیشہ اور ہر وقت ان کے ساتھ ہوتا ہے'' (۳۱۴/الف)۔ نزول مسیح (۱۹۰۲ء) میں وہ لکھتے ہیں ''جب میں عربی یا اردو میں کوئی عبارت لکھتا ہوں تو میں محسوس کرتا ہوں کہ کوئی اندر سے مجھے تعلیم دے رہا ہے'' (۳۱۴/ب)۔ مواہب الرحمٰن (۱۹۰۳ء) میں انہوں نے لکھا: **کلما قلت قلت من امرہ وما فعلت شیئا من امری** ''میں نے جو کچھ کہا وہ سب کچھ خدا کے امر سے کہا ہے اور اپنی طرف سے میں نے کچھ نہیں کہا'' (۳۱۴/ج)۔ آئینہ کمالات اسلام (۱۸۹۳ء) میں مرزا صاحب نے یہ بھی لکھا کہ جو شخص اپنے منہ سے ایسا کلمہ نکالے جس کی کوئی صحیح اصل شرع میں موجود نہ ہو تو خواہ ایسا شخص ملھم (الہام یافتہ) ہو یا مجتہد ہو اس کے اندر شیاطین کھیل رہے ہوتے ہیں'' (۳۱۵/الف)۔ یہاں غور کیجئے کہ جو شخص اپنے معصوم عن الخطا ہونے کا اس قدر شدومد سے دعویٰ کرتا ہو اور ساتھ ہی یہ بھی کہتا ہو کہ کھلی کھلی اور روشن وحی کے باوجود بہ وجہ ذہول بارہ سال تک مجھے یہ پتہ نہ چل سکا کہ میں حقیقی مسیح موعود ہوں، مجھے علم نہ ہوسکا کہ حضرت عیسیٰ ابن مریمؑ فوت ہوچکے ہیں اور مجھے اکیس سال تک یہ بھی معلوم نہ ہوسکا کہ میں حقیقی نبی ہوں اور جو لوگ یہ کہا کرتے تھے کہ میری کتابوں میں مسیح موعود اور نبی ہونے کا دعویٰ پایا جاتا ہے اور میں انہیں سال ہا سال تک مفتری، کذاب اور بہتان تراش کہتا رہا تو وہ واقعی سچے تھے اور میں ہی اپنی وحی کو پہلے سمجھ نہیں پایا تھا تو ایسے شخص کو پرلے درجے کا بے حیا، مکار وعیار، فریبی ودغاباز قرار دینا ہوگا یا لازماً اسے مجنون اور مخبوط الحواس سمجھنا ہوگا۔ یہاں جواب طلب امر یہ بھی ہے کہ آسمان پر حیات موسیٰ علیہ السلام کے مرزا صاحب کے عقیدے کی کوئی صحیح اصل شرع میں موجود ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو مرزا صاحب اپنے ہی قلم سے شیاطین کا کھلونا ثابت

ہوگئے اور اپنے اوپر اجتہادی غلطی کا دروازہ بھی انہوں نے خود ہی بند کرلیا کیوں کہ وہ لکھتے ہیں کہ خلاف شرع کلمہ کسی مجتہد کے قلم سے نکلا ہو تو بھی اس کے اندر شیاطین ڈیرہ ڈالے ہوتے ہیں۔ اور اگر حیات موسیٰؑ کے مرزا صاحب کے عقیدے کی شرع میں کوئی صحیح اصل موجود ہے تو انہوں نے ۱۹۰۷ء میں حقیقۃ الوحی میں یہ جو دعویٰ داغ ڈالا کہ صحابہ کرامؓ کا اس بات پر اجماع ہوگیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ سے پہلے کے تمام انبیاء علیہم السلام بلا استثنا فوت ہو چکے ہیں، تو یہ دعویٰ یقیناً خلاف شرع سمجھا جائے گا۔ اس صورت میں بھی مرزا صاحب اپنے ہی قلم سے شیاطین کا کھلونا ثابت ہوگئے۔

۲۔ قادیانیوں کا ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ آسمان اور زمین کے درمیان کئی ناری کُرّے ہیں اور انسان کا ان میں سے گزر کر آسمان پر جانا ناممکن ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے حقیقۃ الوحی (۱۹۰۷ء) میں لکھا ہے ''خدا تعالیٰ فرماتا ہے: **قل سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا** پس اگر بشر کے جسم عنصری کا آسمان پر چڑھ جانا عادۃ اللہ میں داخل تھا تو اس جگہ کفار قریش کو کیوں انکار کے ساتھ جواب دیا گیا۔ کیا عیسیٰ بشر نہیں تھا اور آں حضرت ﷺ بشر ہیں اور کیا خدا تعالیٰ کو حضرت عیسیٰ کو آسمان پر چڑھانے کے وقت وہ وعدہ یاد نہ رہا کہ **الم نجعل الارض کفاتا احیاء واموانا**۔ مگر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آسمان پر چڑھنے کا جب سوال کیا گیا تو وہ وعدہ یاد آ گیا'' (۳۱۵/ب)۔ مرزا قادیانی اور ان کے عقیدت مندوں کا مذکورہ استدلال بہ وجوہ مضحکہ خیز، مردود اور باطل ہے۔ اولاً قریش مکہ نے رسول اللہ ﷺ سے متعدد معجزات کا مطالبہ کیا تھا جن میں ایک مطالبہ یہ بھی تھا کہ آپ آسمان پر چڑھ کر دکھائیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان سے کہہ دیجئے کہ میرا رب ہر عیب سے پاک ہے (یعنی وہ قادر مطلق ہے مگر) میں تو محض ایک انسان رسول ہوں (۳۱۵/ج) آسمان پر کسی انسان کا چڑھنا خرق عادت کے طور پر ہی ہوسکتا ہے۔ معجزات وخوارق پیغمبروں کے اختیار میں نہیں ہوا کرتے۔ بالفرض اگر اختیار میں ہوں بھی تو بھی ہرگز یہ ضروری نہیں کہ لوگوں کو ان کے منہ مانگے معجزات دکھائے جائیں۔ ہاں اگر اللہ تعالیٰ کسی انسان کو آسمان پر زندہ چڑھانا چاہے تو اس پر کوئی عقلی اشکال نہیں۔ خود مرزا قادیانی نے چشمۂ معرفت (۱۹۰۸ء) میں لکھا ہے ''ہماری طرف سے یہ جواب ہی کافی ہے کہ اول تو خدا تعالیٰ کی قدرت سے کچھ بعید نہیں کہ انسان مع جسم عنصری آسمان پر چڑھ جائے'' (۳۱۶/الف)۔ ثانیاً کسی انسان کو آسمان پر زندہ اٹھالینا اللہ تعالیٰ کے عام اسباب کے تحت نہیں بل کہ بہ طور خرق عادت ہوتا ہے۔ پس مرزا قادیانی کا اس سے یوں انکار کرنا کہ ایسا کرنا عادۃ اللہ میں داخل نہیں، کھلی حماقت یا پرلے درجے کی شرارت ہے۔ ثالثاً مرزا جی نے نور الحق (۱۸۹۳۔۱۸۹۴ء) میں لکھا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں حضرت موسیٰ علیہ

السلام کے آسمان میں زندہ ہونے کی طرف اشارہ فرمایا ہے **وفرض علینا ان نؤمن بانه حیّ فی السماء ولم یمت ولیس من المیتین** (۳۱۶/ب) ''ہم پر اس نے فرض کردیا ہے کہ ہم اس بات پر ایمان رکھیں کہ وہ (موسیٰ علیہ السلام) آسمان میں زندہ موجود ہیں، انہیں موت نہیں آئی اور وہ مُردوں میں سے نہیں ہیں''۔ برا ہو اندھی عقیدت کا کہ مرزا قادیانی کی زندگی میں کسی قادیانی کو ان سے یہ پوچھنے کا ہوش نہ رہا ''عزت مآب، عالی جناب مسیح موعود و مہدی معہود! آں جناب جب ۱۸۹۳-۱۸۹۴ء میں حضرت موسیٰؑ کو آسمان پر زندہ مان رہے تھے اور یہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ان کے آسمان پر زندہ ہونے پر ایمان لانا ہم پر فرض ہے، تو کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر چڑھاتے وقت خدا تعالیٰ کو یاد نہیں رہا تھا کہ یوں کسی کو آسمان پر چڑھانا میری عادت کے خلاف ہے اور کیا خدا تعالیٰ کو وہ وعدہ یاد نہیں رہا تھا **الم نجعل الارض کفاتا O احیاء واموا تا** کہ ہم نے زمین کو سمیٹنے والی بنایا ہے وہ زندوں اور مُردوں سب کو سمیٹتی ہے؟ اور یہ وعدہ خدا کو اس وقت ہی کیوں یاد آیا جب مشرکین مکہ نے یہ مطالبہ کیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ آسمان پر چڑھ کر دکھائیں؟ یا حضرت! کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام بشر نہیں تھے؟ یا حضرت! آپ کے اس فرمان واجب الاذعان کی شرع میں کوئی صحیح اصل ہے یا نہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ موجود ہیں اور ان کے زندہ ہونے پر ایمان لانا فرض ہے؟ اگر کوئی صحیح اصل نہیں تو آپ نے آئینہ کمالات اسلام (۱۸۹۳ء) میں ارشاد فرمایا تھا کہ جس کے منہ سے ایسی بات نکلے جس کی شرع میں کوئی اصل نہ ہو تو خواہ ایسا شخص صاحب الہام ہو یا مجتہد ہو اس کے اندر شیاطین کھیل رہے ہوتے ہیں۔ تو اے ہمارے مسیح موعود و مہدی معہود! ہمارے اور آپ کے مخالفین شور مچا رہے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے آسمان میں زندہ موجود ہونے کے مذکورہ دعوے کے وقت آں جناب کے اندر شیاطین ڈیرہ لگائے بیٹھے تھے۔ اور اگر حیاتِ موسیٰ علیہ السلام کے عقیدے کی آں جناب کے خیال مبارک میں شرع میں صحیح اصل موجود ہے تو ۱۹۰۷ء میں آں جناب نے حقیقۃ الوحی میں یہ کیسے لکھ دیا کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ کرامؓ کا اس پر اجماع ہو گیا تھا کہ سب کے سب انبیائے سابقین بلا استثنا فوت ہو چکے ہیں؟ آں جناب کے ایسا لکھنے کی کوئی صحیح اصل خود آں جناب کے مبارک کلام میں ''مقدس'' تناقض اور ''پاکیزہ'' تضاد و اختلاف کی وجہ سے باقی نہ رہی تو اس صورت میں بھی آں جناب کے اندر شیاطین کا کھیلنا لازم آ رہا ہے۔ یا حضرت! اس گتھی کو سلجھائیں کہ ہمارے اور آں جناب کے مخالفین نے ہمارا ناک میں دم کر رکھا ہے''۔ رابعاً جیسا کہ واضح ہو چکا کسی انسان کا آسمان پر زندہ چڑھنا اللہ تعالیٰ کے حکم سے بہ طور خرق عادت عین ممکن ہے اور اس میں کوئی عقلی و نقلی اشکال نہیں لیکن یہ ہرگز ضروری نہیں کہ جو معجزات و خوارق

اللہ تعالیٰ نے کسی پیغمبر پر ظاہر فرمائے ہوں بعینہٖ اسی طرح کے معجزات دوسرے پیغمبروں کو بھی دیئے جائیں اور یہ بھی ہرگز ضروری نہیں کہ مخالفین وموافقین کو ان کے منہ مانگے معجزات ضرور دکھائے جائیں، لہٰذا مرزا قادیانی کا یہ اعتراض کہ قریش مکہ کے مطالبے پر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو آسمان پر کیوں نہ چڑھایا، پرلے درجے کی حماقت ہے۔ ہاں جب اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا تو معراج کے موقع پر آپ کو آسمانوں پر زندہ لے جایا گیا۔ خامساً سورہ مرسلات کی آیات **الم نجعل الارض کفاتاOاحیاء و امواتا** (کیا ہم نے زمین کو زندہ اور مردہ لوگوں کو سمیٹنے والی نہیں بنایا؟) کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر زندہ نہیں اٹھایا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس رفع سماوی پر امت مسلمہ کا اجماع ہے۔ اگر اس آیت کا یہ مطلب ہو کہ اللہ تعالیٰ نے کبھی بھی کسی انسان کو آسمان پر نہیں چڑھایا تو مرزا صاحب کے نزدیک حضرت موسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ کیسے چلے گئے؟ سادساً کسی خبر، قانون اور ضابطے کے عموم سے نادر الوقوع امور وحوادث کو عام لسانی محاورات کے مطابق مستثنیٰ سمجھا جاتا ہے۔ مثلاً سورہ رعد میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ سے پہلے جو پیغمبر بھیجے تھے ان کی بیویاں تھیں جن سے ان کی اولاد بھی تھی (۳۱۶/ ج)۔ ظاہر ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے متعلق اس خبر کے عموم سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مستثنیٰ رکھنا ہوگا کیوں کہ رفع سماوی سے قبل انہوں نے نکاح نہیں کیا تھا۔ قیامت کے قریب زمین پر نزول کے بعد وہ شادی کریں گے اور ان کی اولاد بھی ہوگی ۔ اسی طرح حضرت یحییٰ علیہ السلام کو بھی مستثنیٰ قرار دینا ہوگا کیوں کہ انہوں نے بھی نکاح نہیں کیا تھا۔ دور حاضر کے مادی علمی ارتقا کا یہ نتیجہ ہے کہ انسان چاند پر قدم رکھ چکا ہے۔ اب اگر بالفرض کوئی انسان چاند پر مرجائے یا خلائی سفر میں مرجائے اور وہ زمین کی کشش ثقل کے دائرے سے باہر ہونے کی وجہ سے زمین پر نہ گرے تو اس طرح کی نادر اور استثنائی مثالوں سے سورہ مرسلات کے مذکورہ مضمون کی نفی اس لئے نہیں ہوتی کہ بالآخر اللہ تعالیٰ سب کو زمین پر جمع کر کے اسی زمین ہی سے اٹھائے گا۔ اور مثلاً سورۂ مائدہ کی میں عیسائیوں اور یہودیوں کے متعلق ہے کہ ہم نے ان کے درمیان قیامت تک کے لئے باہم بغض وعداوت ڈال دی۔ (۳۱۷/ الف)۔ لیکن اگر وہ مسلمانوں کے خلاف باہم متحد ہوجاتے رہے ہیں اور اب بھی ہیں تو اس سے سورہ مائدہ کی متعلقہ قرآنی آیت کی نفی نہیں ہوتی۔ نیز اس ظاہری اتحاد کے باوجود مذہبی اعتبار سے وہ مختلف فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں، مثلاً عیسائیوں کے رومن کیتھولک چرچ اور پروٹسٹنٹ چرچ کی باہم عداوت ومخالفت کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔

۳۔ آسمان میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ موجود ہونے پر قادیانیوں کے اس طرح کے اعتراضات بھی ہیں کہ وہ وہاں کیا کھاتے پیتے ہیں، ان پر بڑھاپا کیوں نہیں طاری ہوا، وہ وہاں نماز کیسے

پڑھتے ہیں اور زکوٰۃ کیسے ادا کرتے ہیں وغیرہ۔ قادیانی حضرات سے یہاں وضاحت مطلوب ہے کہ مرزا قادیانی کے نزدیک جب حضرت موسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ موجود ہیں تو جو کچھ وہ کھاتے پیتے ہیں وہی خوراک ان کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے کیوں ممنوع اور محال ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا زمانہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے سے بھی سیکڑوں برس پہلے کا ہے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بڑھاپا کیوں طاری نہیں ہوا؟۔ یہاں اصل حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس دنیا میں بھی کسی کو بغیر خوراک کے زندہ رکھنا چاہے اور اس کے جسم کو بڑھاپے اور دیگر عوارض وتغیرات سے محفوظ رکھنا چاہے تو وہ اس پر قادر ہے۔ چناں چہ اصحابِ کہف سیکڑوں برس تک غار میں کھائے پیے بغیر زندہ رہے اور ان کے اجسام میں کسی طرح کا تغیر نہ ہوا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر کچھ کھاتے پیتے ہوں تو اس میں بھی قطعاً کوئی اشکال نہیں ہے۔ اور اگر ملائکہ کی طرح تسبیح وتحمید ہی ان کے لئے خوراک کا کام کرتی ہو تو یہ بھی عین ممکن ہے۔ نماز کے لئے اس دنیا میں اوقات مقرر ہیں اور زکوٰۃ نصاب (سونے چاندی کی معین مقدار یا اس کی قیمت کے برابر دیگر اموال وغیرہ) کے ساتھ مشروط ہے۔ اگر آسمان پر آفتاب کے طلوع، زوال اور غروب کا کوئی ثبوت قادیانیوں کے پاس موجود ہے، اسی طرح اگر آسمان پر زکوٰۃ کے مستحق فقرا ومساکین وغیرہ موجود ہیں اور حضرت عیسیٰؑ کے صاحب نصاب ہونے کا کسی کے پاس کوئی ثبوت موجود ہے تو آسمان پر حضرت عیسیٰؑ کے نماز پڑھنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کا سوال اٹھایا جاسکتا ہے ورنہ نہیں۔ اگر یہ جواب قادیانیوں کے لئے تسلی بخش نہیں ہے تو جس طرح ان کے نزدیک حضرت موسیٰ علیہ السلام آسمان پر نماز پڑھتے اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اسی پر وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی قیاس کرلیں۔ الغرض شرعی طریقے کے مطابق ادائے صلوٰۃ وزکوٰۃ کا تعلق دنیوی زندگی سے ہے سماوی زندگی سے نہیں۔ اپنی آسمانی زندگی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام جس طرح اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں اسے معلوم کرنے کے ہم مکلف اور پابند نہیں کئے گئے ہیں۔

د: بہ حوالہ ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع ونزول کی حقیقت وماہیت''

ا۔ سورہ نساء میں ہے: وَبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا ۝ وَّقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ؕ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۝ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝ (۳۱۷/ب)۔ ''اور (یہودی) اپنے کفر کی وجہ سے اور مریم پر

(بدکاری کا) بہتان عظیم لگانے کی وجہ سے اور اپنے اس قول کی وجہ سے (کہ وہ بہ طور فخر کہتے تھے) کہ ہم نے مسیح عیسیٰ ابن مریم کو قتل کر ڈالا جو اللہ کا رسول کہلاتا تھا (ملعون و مردود ہوئے) حال آں کہ نہ تو انہوں نے اسے قتل کیا نہ ہی سولی پر چڑھایا بل کہ ان کے لئے (عیسیٰ کا) شبیہہ (ہم شکل) بنادیا گیا تھا۔ بے شک جن لوگوں نے اس (عیسیٰ) کے بارے میں اختلاف کیا وہ اس کے متعلق شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ ان کے پاس اٹکل وگمان کی پیروی کے سوا کوئی (یقینی) علم نہیں اور یہ یقینی بات ہے کہ انہوں نے اس (عیسیٰ) کو قتل نہیں کیا بل کہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھالیا اور اللہ بڑا ہی زبردست (اور) حکمت والا ہے''۔

مرزا قادیانی نے مذکورہ بالا آیات کے سلسلے میں شیطانی تاویلات کا دروازہ کھولتے ہوئے اپنی بعد کی کتب مثلاً حقیقۃ الوحی (۱۹۰۷ء) میں لکھا'' **لکن شبہ لھم** یعنی یہودی قتل کرنے میں کام یاب نہیں ہوئے مگر ان کو شبہہ میں ڈالا گیا کہ ہم نے قتل کردیا ہے پس شبہ میں ڈالنے کے لئے اس بات کی کیا ضرورت تھی کہ کسی اور مومن کو مصلوب کرکے لعنتی بنایا جائے یا خود یہودیوں میں سے کسی کو حضرت عیسیٰؑ کی شکل بناکر صلیب پر چڑھایا جائے کیوں کہ اس صورت میں ایسا شخص اپنے تئیں حضرت عیسیٰؑ کا دشمن ظاہر کر کے اور اپنے اہل وعیال کے پتے اور نشان دے کر یک دم مخلصی حاصل کرسکتا تھا اور کہہ سکتا تھا کہ عیسیٰؑ نے جادو سے مجھے اپنی شکل پر بنادیا ہے۔ یہ کس قدر مجنونانہ توہمات ہیں، کیوں **لکن شبہ لھم** کے معنی یہ نہیں کرتے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر فوت نہیں ہوئے مگر غشی کی حالت ان پر طاری ہوگئی تھی۔ بعد میں دو تین روز تک ہوش میں آگئے اور مرہم عیسیٰ کے استعمال سے (جو آج تک صدہا طبی کتابوں میں موجود ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے بنائی گئی تھی) ان کے زخم اچھے ہوگئے۔ یہود کہتے تھے کہ ہماری توریت میں لکھا ہے کہ جو کاٹھ پر لٹکایا جاوے وہ لعنتی ہوتا ہے۔ اس کی روح مرنے کے بعد خدا کی طرف نہیں جاتی'' (۳۱۷/ج) اسی عبارت کے حاشیے پر مرزا صاحب نے لکھا ہے'' اگر آیت بل رفعہ اللہ کے یہ معنی ہیں کہ حضرت عیسیٰ مع جسم عنصری آسمان پر اٹھائے گئے تو ہمیں کوئی دکھلائے کہ قرآن شریف میں وہ آیت کہاں ہے جو امر متنازعہ کا فیصلہ کرتی ہے یعنی جس میں یہ لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بعد موت مومنوں کی طرح خدا کی طرف رفع ہوگا اور وہ مرنے کے بعد یحییٰ وغیرہ انبیاء کے ساتھ جا ملیں گے'' (۳۱۸/ الف)۔ مرزا صاحب مزید لکھتے ہیں'' آپ (آں حضرت ﷺ) نے معراج سے واپس آکر بیان فرمایا کہ جیسے اور نبیوں کے مقدس اجسام دیکھے ویسا ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی ان ہی کے رنگ میں پایا اور ان کے ساتھ پایا، کوئی نرالا جسم نہیں دیکھا'' (۳۱۸/ ب)۔ وہ مزید لکھتے ہیں'' یہ عجیب بات ہے کہ اسلام کے ائمہ تعبیر، یہ لکھتے ہیں کہ جو شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خواب میں دیکھے وہ کسی بلا

سے نجات پا کر کسی اور ملک کی طرف چلا جائے گا اور ایک زمین سے دوسری زمین کی طرف ہجرت کرے گا۔ یہ نہیں لکھتے کہ وہ آسمان پر چڑھ جائے گا'' (۳۱۸/ج)۔ آں جہانی مرزا قادیانی کی مذکورہ بالا تاویلات متعدد وجوہ کی بنا پر یک سر مردود اور باطل ہیں۔

اوّلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع سماوی کا اقرار مرزا صاحب نے اپنی اولین تصنیف براہین احمدیہ (۱۸۸۰-۱۸۸۴ء) میں کیا تھا اور یہ بھی لکھا تھا کہ خواب میں اسی کتاب کے متعلق مجھے رسول اللہ ﷺ کی زیارت ہوئی تھی اور آپ نے اس کتاب کے ''مستحکم اور غیر متزلزل'' مضامین پر نہایت خوشی اور مسرت کا اظہار فرمایا تھا (۳۱۹/الف)۔ بعد میں ۱۹۰۷ء میں کسی اور نے نہیں بل کہ ان ہی مرزا قادیانی نے الاستفتا ضمیمہ حقیقۃ الوحی میں حضرت عیسیٰؑ کے آسمان پر زندہ موجود ہونے کے عقیدے کو ایسا شرک عظیم قرار دے ڈالا جو نیکیوں کو کھا جاتا ہے اور خلاف عقل بھی ہے (۳۱۹/ب) یعنی رسول اللہ ﷺ نے (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) ایک ایسی کتاب کی تصدیق وتائید فرمائی تھی جس میں مشرکانہ عقائد بھی موجود تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی اس توہین سے بچنے کا واحد راستہ قادیانیوں کے لئے یہی ہے کہ وہ مرزا صاحب کو اپنے بعد کے وفاتِ عیسیٰؑ والے عقیدے میں کذاب تسلیم کرلیں۔ یہاں مرزا صاحب کے حق میں ذہول، نسیان، خطائے اجتہادی اور لاعلمی وغیرہ کی کوئی بھی تاویل ہرگز ہرگز کارآمد نہیں ہوسکتی کیوں کہ وہ اسی کتاب میں قرآن کریم کے سچے تابعین کے اوصاف حمیدہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''خداوند کریم خود ان کا متکفل ہوتا ہے اور جس شاخ کو ان کے شجرۂ طیبہ میں خشک دیکھتا ہے اس کو فی الفور اپنے مربیانہ ہاتھ سے کاٹ ڈالتا ہے اور حمایت الٰہی ہر دم اور ہر لحظہ ان کی نگرانی کرتی رہتی ہے'' (۳۱۹/ج)۔ وہ اسی کتاب میں مزید لکھتے ہیں ''یہ علوم ومعارف جو دوسرے لفظوں میں حکمت کے نام سے موسوم ہیں یہ خیر کثیر پر مشتمل ہونے کی وجہ سے بحر محیط کے رنگ میں ہیں جو کلام الٰہی کے تابعین کو دیئے جاتے ہیں اور ان کے فکر اور نظر میں ایک ایسی برکت رکھی ہوتی ہے جو اعلیٰ درجے کے حقائق حقہ ان کے نفس آئینہ صفت پر منعکس ہوتے رہتے ہیں اور کامل صداقتیں منکشف ہوتی رہتی ہیں اور تائیدات الٰہیہ ہر ایک تحقیق اور تدقیق کے وقت کچھ ایسا سامان ان کے لئے میسر کردیتی ہیں جن سے بیان کا ادھورا اور ناقص نہیں ہوتا اور نہ کچھ غلطی واقع ہوتی ہے'' (۳۲۰/الف)۔ مرزا قادیانی تو قرآن کریم کے عام سچے تابعین سے اپنے آپ کو کہیں زیادہ بلند وبالا سمجھتے ہوئے صاحب وحی والہام بھی باور کراتے ہیں لہٰذا براہین احمدیہ کی مذکورہ بالا عبارتوں کے پیش نظر ان کے حق میں ذہول ونسیان اور بے خبری ولاعلمی وغیرہ کا کوئی عذر کیسے قبول کیا جاسکتا ہے؟ یہاں دل چسپ بات یہ بھی ہے کہ مرزا جی نے ۱۹۰۷ء میں آسمان پر حیات عیسیٰ کو شرک عظیم، نیکیاں کھا جانے والا

اور خلاف عقل عقیدہ لکھا ہے لیکن کوئی اور نہیں بل کہ یہی مرزا صاحب ۱۹۰۵ء میں ''احمدی اور غیر احمدی میں فرق'' میں لکھ چکے تھے ''یہ بات صحیح نہیں کہ میرا دنیا میں آنا صرف حیات مسیح کی غلطی کو دور کرنے کے واسطے ہے۔ اگر مسلمانوں کے درمیان صرف یہی ایک غلطی ہوتی تو اتنے کے واسطے آنے کی ضرورت نہ تھی۔ یہ غلطی دراصل آج نہیں پڑی بل کہ میں جانتا ہوں کہ آں حضرت ﷺ کے تھوڑے ہی عرصے بعد یہ غلطی پھیل گئی تھی اور کئی خواص اولیاء اللہ کا یہی خیال تھا۔ اگر یہ کوئی ایسا اہم امر ہوتا تو خدا تعالیٰ اسی زمانہ میں اس کا ازالہ کر دیتا'' (۳۲۰/ب)۔ ایک اور موقع پر مرزا صاحب نے یوں گل افشانی فرمائی ''ہماری یہ غرض ہرگز نہیں کہ مسیح علیہ السلام کی وفات و حیات پر جھگڑے اور مباحثے کرتے پھرو، یہ ایک ادنیٰ سی بات ہے'' (۳۲۰/ج)۔ مرزا قادیانی کے مذکورہ اقوال پر غور کیجئے۔ موٹی سے موٹی عقل رکھنے والا مسلمان بھی یہ جانتا ہے کہ شرک اکبرالکبائر ہے اور اگر کسی کی موت اس پر واقع ہوگئی تو ہرگز اس کا یہ گناہ معاف نہیں کیا جائے گا۔ ادھر جھوٹے مسیح مرزا غلام احمد قادیانی کے نزدیک ''یہ ایک ادنی سی بات ہے''۔ اس جھوٹے مسیح کے نزدیک خواص اولیاء اللہ بھی آسمان پر حیات عیسیٰ علیہ السلام کے اس عقیدے کے قائل تھے جو ۱۹۰۷ء میں مرزا صاحب کی تحریر کے مطابق شرک عظیم ہے۔ گناہ صغیرہ پر اصرار بھی گناہ کو صغیرہ نہیں رہنے دیتا بل کہ اسے کبیرہ بنا دیتا ہے۔ جو شخص عمر بھر کسی گناہ صغیرہ سے چمٹا رہے وہ ہرگز ہرگز خواص اولیاء اللہ میں شمار نہیں ہو سکتا لیکن جھوٹے مسیح مرزا قادیانی کے نزدیک خواص اولیاء اللہ حیات عیسیٰ علیہ السلام کے عقیدے پر قائم رہنے کی وجہ سے مشرک عظیم تھے، ان کی نیکیاں برباد ہو رہی تھیں اور ان کا یہ عقیدہ خلاف عقل بھی تھا لیکن اس کے باوجود وہ خواص اولیاء اللہ میں شامل تھے۔ ان کی طرف خطائے اجتہادی کو منسوب کرنے کی بھی گنجائش نہیں کیوں کہ ہم ابھی اوپر براہین احمدیہ (۱۸۸۰۔۱۸۸۴ء) کی عبارتوں سے واضح کر چکے ہیں کہ مرزا صاحب کے نزدیک قرآن کریم کے سچے تابعین معصوم عن الخطاء ہوا کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ خواص اولیاء اللہ یقیناً قرآن کریم کے سچے تابعین میں سے ہی ہو سکتے ہیں۔ دوسری دل چسپ بات یہ ہے کہ ایک طرف تو اپنے دعوے اور اپنی عبارتوں کی رو سے مرزا جی معصوم عن الخطاء تھے لیکن دوسری طرف وہ سال ہا سال تک مشرک عظیم بھی رہے کیوں کہ حیات عیسیٰ علیہ السلام کے جس عقیدے کو انہوں نے ۱۹۰۷ء میں شرک عظیم، نیکیاں کھا جانے والا اور خلاف عقل عقیدہ قرار دے ڈالا وہ خود بھی اسی عقیدے پر اپنے ہی اعتراف کے مطابق بارہ سال تک قائم و دائم رہے تھے (۳۲۱/الف)۔ تیسری دل چسپ بات یہ ہے کہ آئینہ کمالات اسلام (۱۸۹۳ء) میں مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ جس شخص کے منہ سے کوئی ایسی بات نکلے جس کی کوئی صحیح اصل شرع میں موجود نہ ہو تو خواہ ایسا شخص صاحب الہام ہو یا مجتہد ہو

اس کے اندر شیاطین کھیل رہے ہوتے ہیں (۳۲۱/ب)۔ اس سے تو کسی کا بھی اختلاف نہیں کہ شرک اور وہ بھی شرک عظیم کی کوئی صحیح اصل ہرگز ہرگز شرع میں نہیں ہوا کرتی پس مرزا صاحب کے اندر سال ہا سال تک شیاطین کا کھیلنا بھی لازم آیا۔ چوتھی دل چسپ بات یہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے بیٹے اور قادیانیوں کے خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود کا دعویٰ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ آسمان پر کوئی شخص سیکڑوں برس سے کھائے پیئے بغیر زندہ ہے اور اس پر کوئی تغیر نہیں ہوتا تو ایسا عقیدہ رکھنے والا شخص مشرک ہے۔ ادھر مرزا قادیانی سال ہا سال تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر زندہ موجود ہونے کے قائل رہے، بعد میں وہ وفات عیسیٰ علیہ السلام کے قائل ہو گئے لیکن ساتھ ہی انہوں نے اپنی کتب نور الحق (۱۸۹۳۔۱۸۹۴ء) اور حمامۃ البشریٰ (۱۸۹۳ء) میں یہ لکھ دیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام آسمان میں زندہ موجود ہیں اور ہم پر فرض ہے کہ ہم انہیں زندہ تسلیم کریں'' (۳۲۱/ج)۔ یوں مرزا بشیر الدین محمود کے خود ساختہ فلسفۂ توحید و شرک کی رو سے ان کے اباجی مرزا غلام احمد قادیانی عمر بھر کے لئے مشرک عظیم ثابت ہو گئے۔ چوں کہ شرک کی کوئی صحیح اصل شرع میں نہیں لہٰذا آئینہ کمالات اسلام (۱۸۹۳ء) کی اپنی مذکورہ بالا عبارت کی وجہ سے وہ عمر بھر کے لئے شیاطین کا کھلونا بھی بہ خوبی ثابت ہو گئے۔ اب خود ہی فیصلہ کیجئے کہ اختلافی مسائل میں ایسے شخص کی رائے کو کیسے قبول کیا جا سکتا ہے؟۔

ثانیاً سورہ النساء کی زیر بحث متعلقہ قرآنی آیات میں یہودیوں کے ملعون ہونے کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ وہ سچے مسیح حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہا السلام کی والدہ ماجدہ حضرت مریم علیہا السلام پر زنا کا الزام لگاتے تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نسب کو مطعون کرتے تھے۔ اسی خباثت کا ارتکاب جھوٹے مسیح مرزا قادیانی نے بھی کیا ہے۔ انہوں نے ایام الصلح (۱۸۹۱ء) میں لکھا ''حضرت مریم صدیقہ کا اپنے منسوب یوسف کے ساتھ قبل نکاح کے پھرنا اس اسرائیلی رسم پر پختہ شہادت ہے۔ مگر خوانین سرحدی کے بعض قبائل میں یہ مماثلت عورتوں کی اپنے منسوبوں سے حد سے زیادہ ہوتی ہے حتیٰ کہ بعض اوقات نکاح سے پہلے حمل بھی ہو جاتا ہے جس کو برا نہیں مانتے بل کہ ہنسی ٹھٹھے میں بات کو ٹال دیتے ہیں، کیوں کہ یہود کی طرح یہ لوگ ناطے کو ایک قسم کا نکاح ہی جانتے ہیں جس میں پہلے مہر بھی مقرر ہو جاتا ہے'' ۳۲۲/الف)۔ قادیانی اخبار الحکم میں مرزا صاحب کا خبیث مضمون یوں ہے ''بزرگوں نے بہت اصرار کر کے بہ سرعت تمام مریم کا اس (یوسف نجار) سے نکاح کرا دیا اور مریم کو ہیکل سے رخصت کرا دیا تا کہ خدا کے مقدس گھر پر نکتہ چینیاں نہ ہوں۔ کچھ تھوڑے دنوں کے بعد ہی وہ لڑکا پیدا ہو گیا جس کا نام یسوع رکھا گیا'' (۳۲۲/ب)۔ ۱۹۰۶ء میں مرزا قادیانی نے چشمۂ مسیحی میں لکھا ''لیکن جب چھ سات مہینے کا

حمل نمایاں ہوگیا تب حمل کی حالت میں ہی قوم کے بزرگوں نے مریم کا یوسف نامی ایک نجار (بڑھئی) سے نکاح کردیا اور اس کے گھر جاتے ہی ایک دو ماہ کے بعد مریم کو بیٹا پیدا ہوا وہی عیسیٰ یا یسوع کے نام سے موسوم ہوا۔'' (۳۲۲/ج) کشتی نوح (۱۹۰۲ء) میں مرزا قادیانی نے سچے مسیح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بغیر باپ پیدا ہونے کی تردید کرتے ہوئے اور قرآن کریم کے متعلقہ مضامین کی کھلی تکذیب کرتے ہوئے یہ خبیث بات لکھی ''یسوع مسیح کے چار بھائی اور دو بہنیں تھیں۔ یہ سب یسوع کے حقیقی بھائی اور حقیقی بہنیں تھیں یعنی یہ سب یوسف اور مریم کی اولاد تھیں'' (۳۲۳/الف)۔ جھوٹے مسیح مرزا قادیانی کی مذکورہ بالا خبیث عبارتوں سے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام کی منگنی ایک شخص یوسف نجار سے ہوئی تھی۔ منگنی کے بعد باقاعدہ نکاح سے پہلے ہی وہ بہ قول مرزا قادیانی اپنے منگیتر یوسف کے ساتھ آزادانہ گھومتی پھرتی رہیں جس سے انہیں حمل ہوگیا۔ حمل کے نمایاں ہونے پر قوم کے بزرگوں نے نہایت اصرار سے اور نہایت ہی جلدی سے ان کا نکاح یوسف سے کرادیا۔ یہاں مرزا قادیانی نے سرحدی قبائل کی جو مثال دی ہے اس کے متعلق اس تحقیق میں پڑے بغیر کہ سرحدی قبائل پر جھوٹے مسیح کا یہ بہتان ہے یا نہیں، جواب طلب امر یہ ہے کہ قوم کے بزرگوں نے اگر یوسف نجار سے حضرت مریمؑ کی (مبینہ) منگنی کو نکاح ہی سمجھا تھا تو حمل کے ظاہر ہونے پر وہ ویسے ہی حضرت مریمؑ کی یوسف کے گھر رخصتی کرادیتے انہوں نے بہ قول مرزا نہایت اصرار سے ان کا نکاح یوسف سے کیوں کیا؟ پیدا ہونے والے بچے کا نام مرزا قادیانی نے یسوع اور عیسیٰ لکھا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جھوٹا مسیح مرزا قادیانی کسی فرضی یسوع کی بات نہیں کر رہا بل کہ سچے مسیح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نسب کو مطعون کر رہا ہے اور ساتھ ہی گہری منافقت کا ثبوت دیتے ہوئے حضرت مریم علیہا السلام پر زنا کا الزام لگانے کے باوجود انہیں ''مریم صدیقہ'' لکھ رہا ہے۔ اس جھوٹے مسیح نے یوسف اور مریم کی مبینہ اولاد کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حقیقی بھائی بہن قرار دے کر قرآن کریم کی کھلی تکذیب کی۔ کیوں کہ قرآن کریم کی تعلیم کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے حضرت مریم علیہا السلام کے بطن سے پیدا ہوئے تھے (۳۲۳/ب) حضرت مریمؑ کی کسی یوسف نجار سے منگنی کا ذکر موجودہ محرف اناجیل میں ہے جس کے صحیح یا غلط ہونے کے متعلق کوئی حتمی رائے قائم نہیں کی جاسکتی لیکن جھوٹے مسیح غلام احمد قادیانی نے اس امر کو بھی ملحوظ نہ رکھا کہ یہ اناجیل بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بن باپ پیدا ہونے کی تصدیق وتائید کر رہی ہیں مثلاً انجیل متی میں ہے ''اب یسوع مسیح کی پیدائش اس طرح ہوئی کہ جب اس کی ماں مریم کی منگنی یوسف کے ساتھ ہوگئی تو ان کے اکٹھے ہونے سے پہلے وہ روح القدس کی قدرت سے حاملہ پائی گئی۔ پس اس کے شوہر یوسف نے جو راست باز تھا اور اسے

بدنام نہیں کرنا چاہتا تھا اسے چپکے سے چھوڑ دینے کا ارادہ کیا۔ وہ ان باتوں کو سوچ ہی رہا تھا کہ خداوند کے فرشتے نے اسے خواب میں دکھائی دے کر کہا اے یوسف ابن داؤد! اپنی بیوی مریم کو اپنے ہاں لے آنے سے نہ ڈر کیوں کہ جو اس کے پیٹ میں ہے وہ روح القدس کی قدرت سے ہے۔ اس کے بیٹا ہوگا اور تو اس کا نام یسوع رکھنا کیوں کہ وہی اپنے لوگوں کو ان کے گناہوں سے نجات دے گا۔ یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ جو خداوند نے نبی کی معرفت کہا تھا وہ پورا ہو کہ۔ دیکھو ایک کنواری حاملہ ہوگی اور بیٹا جنے گی۔'' (۳۲۳/ ج) اور انجیل لوقا میں ہے ''چھٹے مہینے میں جبرائیل فرشتہ خدا کی طرف سے گلیل کے ایک شہر میں جس کا نام ناصرہ تھا ایک کنواری کے پاس بھیجا گیا۔ جس کی منگنی داؤد کے گھرانے کے ایک مرد یوسف نام سے ہوئی تھی اور اس کنواری کا نام مریم تھا۔ اور فرشتے نے اس کے پاس اندر آ کر کہا سلام تجھ کو جس پر فضل ہوا ہے۔ اور دیکھ تو حاملہ ہوگی اور تیرے بیٹا ہوگا اس کا نام یسوع رکھنا۔ مریم نے فرشتے سے کہا یہ کیوں کر ہوگا جب کہ میں مرد کو نہیں جانتی؟۔ اور فرشتے نے جواب میں اس سے کہا کہ روح القدس تجھ پر نازل ہوگا اور خدا تعالیٰ کی قدرت تجھ پر سایہ ڈالے گی'' (۳۲۴/ الف) مذکورہ بالا تفصیل سے واضح ہوا کہ جھوٹے مسیح غلام احمد قادیانی نے قرآن کریم اور اناجیل کے مضمون کی مکمل نفی کرتے ہوئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بغیر باپ کے پیدا ہونے کا انکار کرتے ہوئے کھلم کھلا یہود بے بہبود کا بھرپور ساتھ دے کر حضرت مریم صدیقہ پر زنا کا بہتان عائد کر کے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نسب کو مطعون کر کے اپنے آپ کو یہودیوں کی طرح ملعون و مغضوب علیہم لوگوں میں شامل کرلیا۔ ایسے کسی ملعون شخص کی اختلافی مسائل میں رائے کو بھلا کیوں کر قبول کیا جاسکتا ہے؟ دل چسپ بات یہ ہے کہ یہی مرزا قادیانی اپنی کتب مثلاً حمامۃ البشریٰ (۱۸۹۳ء) میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بے باپ پیدائش کو تسلیم بھی کرتے ہیں چناں چہ حمامۃ البشریٰ میں وہ لکھتے ہیں ''پس یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وہ (مسیح عیسیٰ) علامت قیامت کسی ایسی وجہ سے ہے جو اس کو اس وقت حاصل تھی وہ اس کا بے باپ پیدا ہونا تھا'' (۳۲۴/ ب) یہاں مرزا جی کے کلام میں کھلا کھلا تناقض پیدا ہوگیا جو ان کے اپنے اعتراف کے مطابق مخبوط الحواس، جھوٹے، منافق، پاگل اور مجنون کے کلام میں ہی ہوا کرتا ہے۔ (۳۲۴/ ج) نیز یہ بات سراسر خلاف عقل ہے کہ اس طرح کے متناقض اقوال میں ہر قول کی کوئی صحیح اصل شرع میں موجود ہو پس مرزا صاحب کے اندر آئینہ کمالات اسلام (۱۸۹۳ء) میں ان کی اپنی ہی تحریر کے مطابق شیاطین کھیلا کرتے تھے۔ ایسے شخص پر ایمان لانے والوں کی عقل اور فہم و فراست پر تعجب کا اظہار ہی کیا جاسکتا ہے۔

ثالثاً جس شخص کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جگہ شبہے میں مصلوب کیا گیا انجیل برنباس میں اس کا نام

یہوداہ اسکریوتی لکھا ہے۔ برنباس حواری کے بیان کے مطابق یہوداہ اسکریوتی بہت چیختا چلاتا رہا کہ میں یسوع مسیح نہیں ہوں بل کہ یسوع نے جادو کر کے میری شکل بدل ڈالی ہے اور اپنے جیسا کر ڈالا ہے لیکن کسی نے بھی اس کی باتوں کا اعتبار نہ کیا اور اسے مصلوب کر دیا۔ حضرت مریمؑ اور حواریوں کا بھی پہلے یہی خیال تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دی گئی ہے لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالیا گیا تھا اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرشتے آپ کو دوبارہ زمین پر لائے۔ حضرت مریمؑ اور حواریوں کو اصل حقیقت کا علم ہوگیا۔ اس کے بعد فرشتے آپ کو دوبارہ آسمان پر لے گئے۔ (۳۲۵/ الف) اگر کہا جائے کہ انجیل برنباس نا قابل اعتماد ہے تو اہل اسلام کے نزدیک عیسائیوں کی مروجہ اناجیل اربعہ کی نسبت یہ زیادہ قابل اعتماد ہے گو اس کے سب مضامین کے صحیح ہونے کا یقینی دعویٰ نہیں کیا جا سکتا۔ بعض حضرات کا یہ اشکال بہ ظاہر قوی ہے کہ اگر یہوداہ اسکریوتی واقعی غدار تھا تو ایسے کفار اور فساق وفجار پر اللہ کے کسی بھی پیغمبر کی شکل وصورت نہیں ڈالی جانی چاہئے۔ لہٰذا بعض اہل علم کا خیال یہ ہے کہ یہوداہ اسکریوتی یا جس شخص پر بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شکل وصورت ڈالی گئی تھی وہ غدار نہیں بل کہ وفادار حواری تھا، جس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خواہش کے عین مطابق یہ چاہا کہ اسے حضرت عیسیٰؑ کی شبیہ بنا دیا جائے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جگہ اسے مصلوب کر دیا جائے یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے غزوہ احد میں جب مشرکین نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے نرغے میں لیا تو آپ نے صحابہ کرامؓ کو مخاطب کرتے ہوئے آواز دی کہ کون مجھ پر اپنی جان قربان کرتا ہے، اس پر آناً فاناً دس انصاری اصحاب رسول دشمن کے مقابلے پر آگئے اور آپ کو بچانے کے لئے انہوں نے اپنی جانیں آپ پر نچھاور کر دیں۔ (۳۲۵/ ب)

رابعاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مصلوب کرنے کے شدید خواہش مند یہودی مرزا قادیانی کی طرح مراقی وہسٹیریائی نہیں تھے کہ وہ مصلوب ہونے والے کی موت کا کامل اطمینان کئے بغیر وہاں سے چل دیتے، حالات وواقعات پر کڑی نظر نہ رکھتے اور بہ قول مرزا قادیانی وہ حضرت عیسیٰؑ کو سولی سے صرف زخمی حالت میں چپکے سے اترنے دیتے اور پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اطمینان سے مرہم عیسیٰ کے ذریعے اپنے زخموں کا علاج کرواتے اور پھر کشمیر کو سدھار جاتے۔ اگر کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کو یہ منظور تھا کہ یہودی دھوکہ کھا جائیں تو یہی بات اس شخص کے بارے میں کیوں نہیں کہی جا سکتی جس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شکل وصورت اس لئے ڈالی گئی کہ یہودی شبہے میں پڑ جائیں؟ ہم عیسیٰ کی جو وجہ تسمیہ جھوٹے مسیح مرزا قادیانی نے بیان کی ہے وہ بھی خاصی دل چسپ ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے مادر زاد کوڑھی اور اندھے کو ٹھیک کرتے تھے، مُردوں کو زندہ کرتے تھے انہیں مرہمیں تیار کرانے کی کیا ضرورت تھی؟ یہ کیوں

نہیں ہوسکتا کہ مرہم عیسیٰ تیار کرنے والے نے تبرکا اس مرہم کا نام مرہم عیسیٰ اس لئے رکھا کہ اس میں شفا بخشی کی اعلیٰ صلاحیت پیدا ہو جائے۔ الغرض مرزا صاحب کی تاویلات باطل اور فاسد ہیں۔

خامساً موجودہ محرف تورات میں کاٹھ پر لٹکائے جانے والے کو اگر ملعون لکھا گیا ہے تو اسی کو لکھا گیا ہے جو مجرم اور قصوروار ہو۔ بے قصور شخص کو اگر سولی پر لٹکا دیا جائے تو اسے ہرگز ملعون نہیں کہا گیا۔ (۳۲۵/ج) پس اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جگہ سولی پانے والا حواری حضرت عیسیٰ کی خواہش کے احترام میں بہ خوشی مصلوب ہوا ہو تو وہ ہرگز ملعون نہیں جیسا کہ جھوٹے مسیح مرزا قادیانی نے لکھا ہے۔

سادساً یہودیوں کے نزدیک اگر ملعون شخص کی روح آسمان پر نہیں اٹھائی جاتی اور اگر ایسے شخص کے درجات بلند نہیں کئے جاتے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ان کے اس خبیث مفروضے کی کامل ترین تردیدیوں ہوگئی کہ نہ صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح کو اوپر اٹھایا گیا بل کہ یہودیوں کی قاتلانہ خفیہ اور کھلی تدابیر کو پوری طرح ناکام بناتے ہوئے روح کے ساتھ جسم کو بھی اوپر اٹھایا گیا۔ چناں چہ سورہ آل عمران میں ہے: وَمَكَرُوْا وَمَكَرَاللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ (۳۲۶/الف) ''اور انہوں نے (حضرت عیسیٰ کو قتل کرنے کی) خفیہ تدبیر کی اور اللہ نے بھی (ان کے مقابلے میں) خفیہ تدبیر کی اور اللہ سب تدبیر کرنے والوں سے اچھی تدبیر کرنے والا ہے''۔ اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر کو اعلیٰ درجے کی خفیہ تدبیر تب ہی کہا جاسکتا ہے کہ دشمنوں کے ناپاک ہاتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاکیزہ جسم کو سرے سے چھونے ہی نہ پائیں۔ اس کے برعکس جھوٹے مسیح مرزا غلام احمد قادیانی نے ازالۂ اوہام (۱۸۹۱ء) میں لکھا ہے ''پھر بعد اس کے مسیح ان کے حوالے کیا گیا اور اس کو تازیانے لگائے گئے اور جس قدر گالیاں سننا اور فقیہوں اور مولویوں کے اشارہ سے طمانچے کھانا اور ہنسی اور ٹھٹھے سے اڑائے جانا اس کے حق میں مقدر تھا سب نے دیکھا۔ آخر صلیب دینے کے لئے تیار ہوئے۔ یہ جمعہ کا دن تھا اور عصر کا وقت اور اتفاقاً یہ یہودیوں کی عید فسح کا بھی دن تھا اس لئے فرصت بہت کم تھی، تب یہودیوں نے جلدی سے مسیح کو دو چوروں کے ساتھ صلیب پر چڑھا دیا تاکہ شام سے پہلے ہی لاشیں اتاری جائیں''۔ (۳۲۶/ب) مرزا قادیانی نے یہاں یہود و نصاریٰ کا بھرپور ساتھ دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر کا خوب مذاق اڑایا ہے حال آں کہ اسی طرح کا مضمون سورہ مائدہ میں بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے احسانات یاد دلاتے ہوئے بہ روز قیامت حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے یہ بھی فرمائے گا، وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ عَنْكَ (۳۲۶/ج) ''اور (وہ وقت بھی یاد کر) جب میں نے تجھ سے بنی اسرائیل کو روکے رکھا تھا'' اب اگر یہ کہا جائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل نے (معاذ اللہ) کوڑے لگائے تھے، طمانچے مارے تھے، ہنسی اور ٹھٹھے سے

اڑایا تھا، گالیاں دی تھیں پھر سولی پر چڑھایا تھا وغیرہ من الخرافات، تو اللہ تعالیٰ کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو احسان یاد دلانا کیسے درست ہوگا کہ میں نے بنی اسرائیل کو تجھ سے روکے رکھا تھا؟ کیا جھوٹے مسیح مرزا قادیانی نے جی بھر کر قرآن کریم کا مذاق نہیں اڑایا؟ اللہ تعالیٰ نے سورۂ نساء کی متعلقہ آیات میں صاف صاف فرمایا ہے: وَمَاقَتَلُوْہُ وَمَاصَلَبُوْہُ کہ یہودیوں نے نہ تو عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کیا ہے اور نہ ہی سولی پر چڑھایا ہے۔ اس کے برعکس یہود ونصاریٰ کی طرح مرزا قادیانی کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کو سولی پر لٹکایا تو گیا تھا لیکن وہ سولی پر فوت نہیں ہوئے تھے اور یہود ونصاریٰ نے غلطی سے سمجھ لیا کہ وہ فوت ہوگئے تھے۔ اگر ایسا ہوتا تو اللہ تعالیٰ کے کلام کا مضمون یوں ہوتا کہ بے شک یہودیوں نے عیسیٰ کو سولی پر چڑھایا تھا لیکن ہم نے خفیہ تدبیر سے انہیں موت سے ہم کنار ہونے نہیں دیا اور یہودیوں کو شبہے میں ڈال دیا۔ اس کے برعکس اللہ تعالیٰ کے کلام کا متبادر الی الفہم (فوراً بلا تکلف سمجھ میں آنے والا) یقینی اور قطعی مفہوم یہ ہے کہ یہودیوں نے سرے سے نہ تو عیسیٰؑ کو قتل کیا اور نہ ہی سولی پر چڑھایا۔ آگے ارشاد ہے بل رفعہ اللّٰہ الیہ بل کہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھالیا۔ چوں کہ کسی کو آسمان پر زندہ اٹھالینا خرق عادت کے طور پر ہے اور اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے اس لئے کہ اس کے بعد فوراً ارشاد فرمایا وَکَانَ اللّٰہُ عَزِیْزًا حَکِیْمًا کہ اللہ بڑا ہی زبردست اور حکمت والا ہے۔ قادر مطلق ہونے کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر زندہ اٹھالینا مشکل نہیں۔ ان کے حق میں اور کسی طرح کی خفیہ تدبیر کیوں نہ کی گئی، اس کا جواب دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ صاحب حکمت بھی ہے اس نے جو مناسب تھا وہی کیا۔ اگر مرزا قادیانی کے فاسد خیالات کے مطابق اللہ تعالیٰ نے یہودیوں پر صرف یہ ظاہر کرنا ہوتا کہ عیسیٰ علیہ السلام تمہارے خبیث خیال کے مطابق مصلوب ہوکر ملعون نہیں ہوئے بل کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی روح کو اپنی طرف اٹھالیا اور ان کے درجے بلند کردئے تو متعلقہ آیات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہودیوں کا قول انّا قَتَلْنَا (ہم نے قتل کیا) کی بہ جائے انا صلبنا (بے شک ہم نے سولی دی) لایا جاتا اور بعد میں بل رفعہ اللہ الیہ سے پہلے وما قتلوہ یقینا (اور ان یہودیوں نے عیسیٰ کو یقیناً قتل نہیں کیا) کی بہ جائے وما صلبوہ یقینا (اور ان یہودیوں نے عیسیٰ کو یقیناً سولی نہیں دی) کے کلمات لائے جاتے۔ متعلقہ آیات میں دراصل یہودیوں کے ہاتھوں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مقتول ہونے کی نفی مقصود ہے۔ مصلوب ہونا تو قتل کی ایک صورت ہے جس کی ضمناً نفی وماقتلوہ کے ساتھ وماصلبوہ کے کلمات سے کردی گئی ہے۔ نیز یہودیوں کا دعویٰ ان کے زعم فاسد کے تحت تب لائق اعتنا ہوتا اگر واقعی انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر چڑھایا ہوتا۔ اگر ایسا ہوتا تو اللہ تعالیٰ یوں فرماتے کہ اگرچہ یہودیوں نے انہیں مصلوب کردیا تھا لیکن یہودیوں کا یہ خیال

قطعاً غلط ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کوئی قصور سرزد ہوا تھا اس لئے وہ مصلوب ہوکر (معاذ اللہ) ملعون ہوگئے ہیں بل کہ بے قصور اور ناحق سولی دی جانے کی وجہ سے اللہ نے ان کے درجات بلند کردیئے ہیں۔ جس کلام میں کلمہ ''بل'' بہ معنی ''بل کہ'' آجائے تو اس کے ماقبل اور مابعد کے مضمون میں مکمل منافات ہوتی ہے یعنی ''بل'' کے بعد کا کلام ''بل'' سے پہلے کے کلام کی مکمل نفی کرتا اور اسے باطل کرتا ہے، اسی لئے کلام میں ایسے ''بل'' کو ''بل'' ابطالیہ کہا جاتا ہے۔ اگر عیسیٰ علیہ السلام بالفرض مصلوب ہوگئے ہوتے تو بھی شہدا میں شمار ہوتے اور ان کی درجات کی بلندی میں اور ان کی روح کے آسمان کی طرف اٹھائے جانے میں کوئی خلل پیدا نہ ہوتا، لہٰذا مرزا قادیانی کی تمام تاویلات اور معنوی تحریفات باطل اور مردود ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے کلام میں چوں کہ کوئی جھوٹ نہیں ہوا کرتا لہٰذا اللہ کے کلام میں بل ابطالیہ اسی وقت آتا ہے جب کہ لوگوں کی کوئی غلط بات بتا کر اس کی تردید مقصود ہو۔ یہود ونصاریٰ کا غلط دعویٰ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مقتول ومصلوب ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے کلمہ بل لاکر اس کی تردید فرمادی کہ ایسا نہیں ہوا بل کہ اللہ نے انہیں اپنی طرف اٹھالیا۔ سورہ نساء کی متعلقہ آیت میں چار ضمیریں ہیں۔ ان میں **وماقتلوہ وماصلبوہ** اور **وما قتلوہ یقینا** میں مرجع بالاتفاق حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ ان ضمائر میں وہ جسد مع الروح (جسم اور روح سمیت) مراد ہیں۔ پس چوتھی ضمیر **بل رفعہ اللہ** میں بھی ضمیر کا مرجع حضرت عیسیٰ ہی ہیں جو جسم اور روح سمیت مراد ہیں۔ اس پر قطعاً کوئی عقلی اور نقلی اشکال وارد نہیں ہوتا کیوں کہ آسمان پر کسی کو جسم اور روح سمیت زندہ اٹھالینا اگر چہ خرق عادت کے طور پر ہے لیکن اللہ تعالیٰ قادر مطلق اور صاحب حکمت ہے۔ وہ اپنی قدرت وحکمت کے تحت جو کچھ بھی کرنا چاہے کرتا ہے جیسا کہ متعلقہ آیت میں **بل رفعہ اللہ** کے بعد فوراً **وکان اللہ عزیزا حکیما** کے کلمات لاکر خوب واضح کردیا گیا ہے۔ مقتول اور مصلوب ہونے میں روح کی جسم سے علیحدگی ہوجاتی ہے اللہ تعالیٰ نے کلمہ بل لاکر اسی کی تردید فرمائی ہے کہ حضرت عیسیٰ سرے سے مقتول ومصلوب ہوئے ہی نہیں، ان کی روح ان کے جسم سے الگ ہوئی ہی نہیں بل کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ کے تحت انہیں جسم اور روح سمیت اوپر اٹھالیا۔ اس رفع سماوی میں جسم اور روح دونوں کا اٹھایا جانا یقینی اور بدیہی طور پر واضح ہورہا ہے۔ چناں چہ قادیانیوں کے خلیفہ اول حکیم نور الدین بھیروی نے اپنی کتاب فصل الخطاب (جو مرزا قادیانی کی پسندیدہ اور تصدیق شدہ ہے) میں **بل رفعہ اللہ الیہ** کا ترجمہ یہی کیا ہے ''بل کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی طرف اٹھالیا''۔ (۳۲۷/ الف)۔ سورۂ عبس میں انسان کے متعلق فرمایا گیا ہے **ثم اماتہ فاقبرہ** (۳۲۷/ ب) یعنی ''پھر اسے موت دی تو اسے قبر میں ڈالا''۔ یہاں **فاقبرہ** کی ضمیر کا صرف جسم کی طرف

لوٹنے کا قرینہ ثم اماتہ (پھر اسے موت دی) میں موجود ہے کیوں کہ موت میں جسم کو روح سے الگ کر دیا جاتا ہے۔ اس کے برعکس سورۂ نساء کی زیر بحث آیات میں ہرگز کوئی قرینہ موجود نہیں کہ **بل رفعه الله اليه** (بل کہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھالیا) میں ضمیر کو حضرت عیسیٰ کی صرف روح کی طرف لوٹایا جائے ایسا کرنے سے کلام میں بل (بل کہ) لانے کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے یہاں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بہ ذریعہ قتل یا سولی موت کی بھرپور تردید کی جارہی ہے جس کا دعویٰ یہود ونصاریٰ کرتے چلے آرہے ہیں۔ یہاں یہ بھی یاد رہے کہ مرنے والے کو قبر میں دفن لوگ کیا کرتے ہیں۔ اگر مردے کی تدفین کے اس عمل کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر کے یہ کہا جائے کہ اسے اللہ نے قبر میں ڈالا ہے، تو یہ اس لئے درست ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی مسبب الاسباب ہے۔ اور اگر لوگوں کے اس عمل کو نظر انداز کرتے ہوئے یہ کہا جائے کہ صرف اللہ نے مردے کو قبر میں ڈالا ہے جیسا کہ سورہ عبس کی آیت **ثم اماته فاقبره** سے واضح بھی ہو رہا ہے تو اس صورت میں قبر میں ڈالنے سے مراد اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے عالمِ دنیا سے عالمِ برزخ میں لے جانا ہے۔ عالَم برزخ میں جسم کے ساتھ روح کا کسی نہ کسی حیثیت سے تعلق ہوتا ہے تب ہی تو نکیرین فرشتے اس سے سوال وجواب کرتے ہیں اور اسے قبر میں راحت کا یا عذاب کا بہ خوبی احساس ہوتا ہے لہٰذا فاقبرہ میں بھی ضمیر کا مرجع جسم اور روح دونوں ہوں گے۔ الغرض سورۂ عبس کی مذکورہ آیت میں پہلے یا بعد میں کلمہ بل (بل کہ) لاکر کسی چیز کی نفی نہیں کی گئی ہے کہ اس کا غلط قیاس سورۂ نساء کی متعلقہ آیات پر کیا جائے۔ قادیانیوں کی تمام تاویلات باطل ہیں۔ ایک حدیث کے کلمات ہیں، **اذا تواضع العبد رفعه الله الى السماء السابعة** یعنی بندہ جب تواضع کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ساتویں آسمان تک اٹھالیتا ہے۔ حدیث میں تواضع کا لفظ اس بات پر قوی اور یقینی قرینہ ہے کہ یہاں رفع درجات مراد ہے اور اس حدیث میں بل (بل کہ) کا کلمہ نہیں ہے جس سے کسی بات کی نفی مقصود ہو لہٰذا یہاں بھی قادیانیوں کی تاویل باطل اور مردود ہے۔ جہاں تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درجات کی بلندی کا تعلق ہے تو یہ تو سب ہی انبیاء علیہم السلام اور ان کے سچے پیروکاروں کو حاصل ہے۔ یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تو سرے سے قتل ہی نہیں کیا لیکن دیگر بہت سے انبیاء مثلاً حضرت زکریا اور حضرت یحیٰ علیہما السلام کو انہوں نے واقعی شہید کیا تھا۔ جن نبیوں کو یہودیوں نے قتل کیا اگر ان سب کے متعلق یہودیوں کا یہ عقیدہ ہوتا کہ ان نبیوں کے درجات بلند ہوں گے اور ان کی ارواح آسمان پر اٹھائی جائیں گی تو وہ انہیں قتل ہی کیوں کرتے؟ لیکن ان مقتول انبیاء علیہم السلام کے متعلق یہ نہیں کہا گیا کہ اللہ نے ان کے درجات مقتول ہونے کی بنا پر بلند کردیئے ہیں، کیوں کہ درجات کی بلندی مقتول اور غیر مقتول سب ہی انبیاء علیہم السلام کو حاصل ہے اور

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہیں چناں چہ انہوں نے گہوارے میں ہی یہ فرمایا تھا کہ ''جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن میری موت ہوگی اور جس دن میں زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا مجھ پر سلام ہی سلام ہے'' (۳۲۷/ج) دیکھئے مرزا قادیانی کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بعد از موت رفع درجات کی آیت دکھانے کا مطالبہ بھی ہم نے پورا کر دیا۔ جس پر موت کے وقت بھی اللہ کا سلام ہو تو اس کے درجات کی بلندی اور اس کی روح کے آسمان کی طرف اٹھائے جانے میں کسے شک ہو سکتا ہے؟

گہوارے میں بات کرتے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اگر آسمان پر اپنے زندہ اٹھائے جانے کا ذکر نہیں کیا تو کسی چیز کے عدم ذکر سے اس کے وجود کی نفی لازم نہیں آتی۔ نیز اگر اس موقع پر اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے یہ بھی کہلوا دیتا کہ مجھے آسمان پر زندہ اٹھایا جائے گا تو اس بارے میں بعد کے حالات میں یہودیوں کو شبہے میں ڈالنے اور شکوک وشبہات میں مبتلا کرنے کا جو ربانی ارادہ تھا اس کی تکمیل نہ ہوتی بل کہ شروع ہی سے سب کو یقین ہو جاتا کہ دنیوی زندگی کے کسی مرحلے پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر زندہ اٹھالیا جائے گا۔

سابعاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج سے واپسی پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سمیت متعدد جلیل القدر انبیاء علیہم السلام سے اپنی ملاقات کا ذکر ضرور فرمایا ہے لیکن آپ نے یہ ہرگز نہیں فرمایا ''میں نے جیسے اور مقدس نبیوں کے اجسام دیکھے ویسا ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی ان ہی کے رنگ میں پایا اور ان کے ساتھ پایا، کوئی نرالا جسم نہیں دیکھا''۔ یہ مرزا قادیانی کا آپ پر کھلا بہتان ہے۔ شارحین حدیث مثلاً حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے لکھا ہے کہ معراج کے موقع پر رسول اللہ ﷺ سے حضرات انبیاء علیہم السلام کی ملاقات یا تو ان کے اصل اجسام مع ارواح سے ہوئی کیوں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے یا یہ ملاقات ان کی ارواح مقدسہ سے ہوئی جو آپ کو اجسام مثالیہ میں نظر آئیں البتہ آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یقیناً ان کے اصل جسم اور روح کے ساتھ دیکھا۔ اسی طرح حضرت ادریس علیہ السلام کو دیکھا کیوں کہ ان پیغمبروں کو آسمان پر زندہ اٹھالیا گیا تھا۔ (۳۲۸/الف) اگر رسول اللہ ﷺ نے صاف الفاظ میں ارشاد فرمایا ہوتا کہ میں نے عیسیٰ علیہ السلام کو کسی نرالے جسم کے ساتھ نہیں دیکھا بل کہ ان کو بھی بالکل دوسرے فوت شدہ نبیوں کی طرح دیکھا تو شارحین حدیث کو مذکورہ بالا توجیہہ کی ضرورت ہی کیوں پیش آتی؟ نیز یہاں جواب طلب امر یہ ہے کہ مرزا قادیانی کی نور الحق اور حمامۃ البشریٰ کی عبارتوں کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ موجود ہیں اور ان کے زندہ ہونے پر بہ قول ان کے ایمان لانا فرض ہے۔ معراج کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کی ملاقات حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھی ہوئی تھی تو جس طرح اور جس کیفیت میں یہ

ملاقات (بہ قول مرزا صاحب) آسمان پر زندہ موجود حضرت موسیٰ سے ہوئی تھی ایسی ہی ملاقات آسمان پر زندہ موجود حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کیوں نہیں ہوسکتی؟ کیا معراج سے واپسی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میں نے موسیٰ علیہ السلام کو دیگر انبیاء کے ساتھ انہیں کے رنگ میں دیکھا اور یہ کہ موسیٰؑ کا جسم کوئی نرالا جسم نہ تھا؟ اگر آپ نے ایسا نہیں فرمایا تو اس طرح کے بے ہودہ اور لایعنی مفروضات مرزا جی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق کیوں قائم کر لئے؟ اسی سے ان کا جھوٹا ہونا روز روشن کی طرح واضح ہو رہا ہے۔

ثامناً خوابوں کی تعبیر ظنی ہوتی ہے اور ائمہ تعبیر مرزا قادیانی کی طرح مراقی اور ہسٹیریائی نہیں تھے کہ حضرت عیسیٰؑ کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر وہ یہ بیان کرتے کہ خواب دیکھنے والا کسی وقت آسمان پر زندہ اٹھایا جائے گا۔ کسی انسان کا آسمان پر زندہ اٹھایا جانا عام اسباب کے تحت نہیں بل کہ خرق عادت کے طور پر ہے۔ معجزات وخوارق مخلوق کے اختیار میں نہیں ہوتے۔ مرزا قادیانی نے بہ قول خود رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا تھا تو اس کا یہ مطلب نہیں لیا جاسکتا کہ مرزا جی کو رسول اللہ ﷺ کی طرح ہجرت کرنی پڑی، دشمنوں کے خلاف جنگیں لڑنی پڑیں، معراج نصیب ہوئی وغیرہ وغیرہ۔ مرزا صاحب کی یہ لغویات غالباً ان کے اعتراقی مراق اور ہسٹیریا کے زیر اثر ہیں۔ مرزا صاحب نے ایک مرتبہ یوں گل افشانی فرمائی تھی ''میں اس (عیسیٰ) کو اپنا بھائی سمجھتا ہوں اور میں نے اسے بار بار دیکھا ہے۔ چناں چہ ایک بار میں نے اور حضرت مسیح نے ایک ہی پیالہ میں گائے کا گوشت کھایا تھا'' (۳۲۸/ب)۔ جب مرزا قادیانی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خواب میں یا کشفی حالت میں اپنے دعوے کے مطابق بارہا دیکھا تھا تو ائمہ تعبیر کے مطابق انہیں بارہا ہجرت نصیب ہونی چاہئے تھی لیکن وہ قادیان میں ہی پیدا ہوئے اور مرنے کے بعد وہیں مدفون ہوئے۔ آخر کیوں؟

تاسعاً اگر چہ قرآن کریم میں ہے کہ تم جدھر بھی منہ کرو ادھر ہی اللہ کا رخ ہے (۳۲۸/ج) لیکن اللہ تعالیٰ کی عظمت وکبریائی کے پیش نظر یہی کہا جاتا ہے کہ اللہ آسمان پر ہے۔ سورۂ ملک میں ہے: ءَاَمِنْتُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ (۳۲۹/الف) یعنی ''کیا تم اس (اللہ) سے بے خوف ہو گئے ہو جو آسمان میں ہے کہ وہ تمہیں زمین میں دھنسا دے؟'' آئینہ کمالات اسلام (۱۸۹۳ء) میں مرزا قادیانی نے لکھا ''کیا یہ لوگ نہیں جانتے کہ مسیح اپنے تمام علوم کے ساتھ آسمان سے اتریں گے؟'' (۳۲۹/ب) پس سورۂ نساء کی متعلقہ آیت میں بل رفعه الله اليه (بل کہ اللہ نے اس عیسیٰ کو اپنی طرف اٹھالیا) پر بعض قادیانیوں کا یہ اعتراض لغو ہے کہ اللہ تعالیٰ تو ہر سمت میں موجود ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام

کو آسمان کی طرف اٹھانے کا کیا مطلب ہوا۔

۲۔مرزا غلام احمد قادیانی نے حقیقۃ الوحی (۱۹۰۷ء) میں لکھا ہے ''کسی حدیث صحیح مرفوع متصل سے ثابت نہیں کہ عیسیٰ آسمان سے نازل ہوگا۔رہا نزول کا لفظ سووہ اکرام اور اعزاز کے لئے آتا ہے جیسا کہ کہتے ہیں کہ فلاں لشکر فلاں جگہ اترا ہے۔اسی لئے ''نزیل'' مسافر کو کہتے ہیں۔پس صرف نزول کے لفظ سے آسمان سمجھ لینا پرلے درجے کی ناسمجھی ہے'' (۳۲۹/ج) مرزاجی یہاں جو فریب دینا چاہتے ہیں وہ متعدد وجوہ سے باطل ہے:

اوّلاً کوئی اور نہیں بل کہ یہی مرزا قادیانی آئینہ کمالات اسلام (۱۸۹۳ء) میں لکھتے ہیں **الایعلمون ان المسیح ینزل من السماء بجمیع علومه** (۳۳۰/الف) یعنی ''کیا یہ لوگ جانتے نہیں کہ مسیح علیہ السلام اپنے تمام علوم کے ساتھ آسمان سے نازل ہوں گے''۔اب یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب یہ قول مرزا صاحب کسی حدیث میں عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے نازل ہونے کی بات موجود نہیں ہے تو خود مرزا جی نے ''ینزل'' کے ساتھ من السماء (آسمان سے) کا جوڑ کیوں لگادیا جس کی وہ بعد میں دور از کار اور بے ہودہ تاویلات پر اپنے آپ کو مجبور پانے لگے؟ان ہی مرزا صاحب نے براہین احمدیہ (۱۸۸۰۔۱۸۸۴ء) میں لکھا تھا ''سو حضرت مسیح تو انجیل کو ناقص کی ناقص ہی چھوڑ کر آسمانوں پر جا بیٹھے'' (۳۳۰/ب) کیا مرزا صاحب کی اس طرح کی عبارتوں کی شرع میں کوئی صحیح اصل موجود ہے یا نہیں؟ اگر موجود ہے تو ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قیامت کے قریب زمین پر نزول آسمان ہی سے ہوگا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مرزا صاحب ۱۹۰۷ء میں حقیقۃ الوحی میں جو یہ لکھ گئے ہیں کہ ''کسی حدیث صحیح مرفوع متصل سے ثابت نہیں کہ عیسیٰ آسمان سے نازل ہوگا'' تو اس کی کوئی صحیح اصل ہرگز شرع میں موجود نہیں ہے۔ادھر آئینہ کمالات اسلام (۱۸۹۳ء) میں مرزا صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ جس شخص کے منہ سے ایسی بات نکلے جس کی کوئی صحیح اصل شرع میں موجود نہ ہو تو خواہ ایسا شخص صاحب الہام ہو یا مجتہد ہو تو اس کے اندر شیاطین کھیل رہے ہوتے ہیں۔(۳۳۰/ج) پس اس سے مرزا جی کے اندر شیاطین کا کھیلنا بہ ہر حال لازم آتا ہے۔

ثانیاً کلام میں بسا اوقات کوئی لفظ گو محذوف ہوتا ہے لیکن ہر سلیم الطبع شخص یقینی قرائن اور کلام کے سیاق وسباق سے فوراً اس لفظ کے محذوف ہونے کو سمجھ لیتا ہے اور یہ بھی سمجھ لیتا ہے کہ اس کے محذوف ہونے سے کلام میں کوئی عیب یا خلل پیدا نہیں ہوتا۔مثلاً **انانحن نزلناالذکر** یعنی ہم نے نصیحت (قرآن) کو اتارا ہے،اس سے ہر شخص فوراً یہی سمجھتا ہے کہ قرآن کریم کا نزول آسمان سے ہوا ہے گو آیت میں

آسمان کا ذکر نہیں ہے۔کوئی بھی اس کا یہ مطلب نہیں لے گا کہ قرآن کریم زمین پر زمین ہی سے ایسے اترا ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ لشکر فلاں جگہ اترا ہے۔پس احادیث میں اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق نزول کے لفظ کے ساتھ ''من السماء'' کے کلمات نہ بھی ہوں تو بھی ہر شخص بہ شرطے کہ وہ مراق وہسٹیریا جیسے کسی ذہنی مرض میں مبتلا نہ ہو، فوراً یہی مطلب اخذ کرے گا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دمشق کی جامع مسجد کے مشرقی مینار پر فرشتوں کا سہارا لئے ہوئے جو نزول ہوگا وہ یقیناً آسمان ہی سے ہوگا۔

ثالثاً بعض احادیث میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمین پر نزول کے لئے ''من السماء'' کے کلمات بھی موجود ہیں۔ **عن ابن عباسؓ قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم کیف اذا نزل ابن مریم من السماء فیکم وامامکم منکم** (۳۳۱/الف) یعنی ''حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا حالت ہوگی جب کہ آسمان سے تم میں ابن مریم نازل ہوں گے اور تمہارا امام تم ہی میں سے ہوگا''۔پس مرزا صاحب کی تاویلات شیطانی ہیں کیوں کہ کسی اور کے کہنے سے نہیں بل کہ خود اپنے ہی قلم سے وہ بار ہا شیاطین کا محبوب کھلونا ثابت ہو چکے ہیں۔

۳۔ازالۂ اوہام (۱۸۹۱ء) میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں ''دراصل بات یہ ہے کہ رفع ونزول کا عقیدہ عیسائیوں کے نزدیک متفق علیہ نہیں ہے کیوں کہ متی اور یوحنا (جو دونوں حواری ہیں) نے اس عقیدے کی تصدیق نہیں کی اور قرآن کریم اسی عقیدے کی تردید کرتا ہے جو ان کے نزدیک متفق علیہ ہو لہٰذا معلوم ہوا کہ عقیدہ رفع ونزول غلط ہے'' (۳۳۱/ب)۔کوئی اور نہیں بل کہ یہی مراقی اور ہسٹیریائی مرزا قادیانی اسی کتاب ازالۂ اوہام میں اس کے خلاف یوں لکھ رہے ہیں ''تمام فرقے نصاریٰ کے اس قول پر متفق نظر آتے ہیں کہ تین دن تک حضرت عیسیٰ مرے رہے اور پھر قبر میں سے آسمان کی طرف اٹھائے گئے اور چاروں انجیلوں سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے''۔(۳۳۱/ج) کوئی اور نہیں بل کہ یہی مراقی اور ہسٹیریائی مرزا جی ''مسیح ہندوستان میں'' نام کی اپنی ۱۸۹۹ء کی کتاب میں لکھتے ہیں ''اور من جملہ انجیلی شہادتوں کے جو ہم کو ملی ہیں انجیل متی کی مندرجہ ذیل آیت ہے: اور اس وقت انسان کے بیٹے کا نشان آسمان پر ظاہر ہوگا اور اس وقت زمین کی ساری قومیں چھاتی پیٹیں گی اور انسان کے بیٹے کو بڑی قدرت اور جلال کے ساتھ آسمان کے بادلوں پر آتے دیکھیں گی۔دیکھو انجیل متی باب ۲۴، آیت ۳۰''۔(۳۳۲/الف) کوئی اور نہیں بل کہ یہی مراقی اور ہسٹیریائی مرزا قادیانی توضیح المرام (۱۸۹۰۔۱۸۹۱ء) میں لکھتے ہیں ''اب پہلے ہم صفائی بیان کے لئے یہ لکھنا چاہتے ہیں کہ بائبل اور ہماری احادیث اور اخبار کی رو سے جن نبیوں کا اس وجود عنصری کے ساتھ آسمان پر جانا تصور کیا گیا ہے وہ دو نبی ہیں۔ایک یوحنا جس کا نام ایلیا اور ادریس بھی

ہے۔ دوسرے مسیح ابن مریم جن کو عیسیٰ اور یسوع بھی کہتے ہیں۔ ان دونوں نبیوں کی نسبت عہد قدیم اور جدید کے بعض صحیفے بیان کر رہے ہیں کہ وہ دونوں آسمان کی طرف اٹھائے گئے اور پھر کسی زمانے میں زمین پر اتریں گے اور تم ان کو آسمان سے آتے دیکھو گے۔ ان ہی کتابوں سے کسی قدر ملتے جلتے الفاظ احادیث نبویہ میں بھی پائے جاتے ہیں''۔ (۳۳۲/ب)۔ مرزا صاحب کی ازالۂ اوہام کے اور دیگر کتب کی متعلقہ عبارتوں کے تقابل سے ان کے کلام میں کھلا کھلا تناقض نمایاں ہو رہا ہے اور وہ اپنے اس دعوے میں بہ خوبی جھوٹے ثابت ہو رہے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع ونزول کا عقیدہ عیسائیوں میں متفق علیہ نہیں ہے بل کہ یہ عقیدہ خود مرزا جی کے اعتراف کے مطابق متفق علیہ ہے اور عیسائیوں میں یہ ہرگز اختلافی نہیں ہے لہٰذا قرآن کریم کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق رفع ونزول کے عیسائیوں کے متفق علیہ عقیدے کی تردید نہ کرنا اس کے صحیح ہونے پر زبردست دلیل ہے جس سے پیچھا چھڑانے کے لئے مرزا جی نے اپنی ہی عبارتوں میں بدحواسی سے تناقض وتضاد پیدا کر دیا۔ البتہ یہود ونصاریٰ کا یہ عقیدہ بھی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مصلوب ہوئے تھے تو اس غلط عقیدے کی قرآن کریم نے بہ جا طور پر بھرپور تردید کی ہے۔ مرزا صاحب کے اعتراف کے مطابق کھلا تناقض اسی شخص کے کلام میں ہوا کرتا ہے جو مخبوط الحواس ہو اور ان ہی کے اعتراف کے مطابق جھوٹے کے کلام میں بھی تناقض ضرور ہوا کرتا ہے۔ اب قادیانی حضرات کی مرضی ہے کہ وہ دیگر کئی مواقع کی طرح یہاں بھی مرزا جی کو مخبوط الحواس سمجھ لیں یا انہیں جھوٹا قرار دیں۔ پس مرزا صاحب اپنے اس دعوے میں بھی سراپا جھوٹے ہیں کہ قرآن کریم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع ونزول کے عقیدے کی تردید کرتا ہے۔

ھ: بہ حوالہ معنیٰ ''توفی'' ودیگر متعلقات

ا۔ عیسائیوں کے اعتقادی بگاڑ کے متعلق قیامت کے دن اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھیں گے تو ان کے جواب کا ایک حصہ یوں ہوگا **وکنت علیھم شھیدا ما دمت فیھم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم وانت علیٰ کل شھید** (۳۳۲/ج) ''اور میں ان پر گواہ رہا جب تک میں ان کے اندر موجود رہا پھر جب تو نے مجھے (دنیا سے آسمان پر) اٹھا لیا تب تو ہی ان پر نگہبان تھا اور تو ہر چیز پر گواہ ہے''۔ یہاں مرزا غلام احمد قادیانی نے معنوی تحریف سے کام لیتے ہوئے حقیقۃ الوحی (۱۹۰۷ء) میں لکھا **فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم الخ** اس جگہ اگر توفی کا معنی مع جسم عنصری آسمان پر اٹھانا تجویز کیا جائے تو یہ معنی تو بدیہی البطلان ہیں کیوں کہ قرآن شریف کی ان ہی آیات

سے ظاہر ہے کہ یہ سوال حضرت عیسیٰ سے قیامت کے دن ہوگا۔ پس اس سے تو یہ لازم آتا ہے کہ موت سے پہلے اس رفع جسمانی کی حالت میں ہی خدا تعالیٰ کے سامنے پیش ہو جائیں اور پھر کبھی نہیں مریں گے کیوں کہ قیامت کے بعد موت نہیں، علاوہ اس کے قیامت کے دن یہ جواب ان کا کہ اس روز سے کہ میں مع جسم عنصری آسمان پر اٹھایا گیا مجھے معلوم نہیں کہ میرے بعد میری امت کا کیا حال ہوا، یہ اس عقیدے کی رو سے صریح دروغ بے فروغ ٹھہرتا ہے جب کہ یہ تجویز کیا جائے کہ قیامت سے پہلے دوبارہ دنیا میں آئیں گے کیوں کہ جو شخص دوبارہ دنیا میں آئے اور اپنی امت کی مشرکانہ حالت کو دیکھ لے بل کہ ان سے لڑائیاں کرے اور ان کی صلیب توڑے اور ان کے خنزیر کو قتل کرے وہ کیوں کر قیامت کے روز کہہ سکتا ہے کہ مجھے اپنی امت کی کچھ بھی خبر نہیں''۔ (۳۳۳/ الف) مرزا صاحب کا مذکورہ بالا اعتراض متعدد وجوہ کی بنا پر باطل اور مردود ہے۔

اوّلاً اسی سورۂ مائدہ میں صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی کے متعلق نہیں بل کہ سب ہی انبیائے کرام علیہم السلام کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے **یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ماذا اجبتم قالوا لاعلم لنا انک انت علام الغیوب** (۳۳۳/ب) یعنی ''(قیامت کے) جس دن اللہ رسولوں کو جمع کرے گا تو ان سے کہے گا کہ تمہیں (تمہاری امتوں کی طرف سے) کیا جواب دیا گیا تھا تو وہ کہیں گے کہ ہمیں علم نہیں بے شک تو ہی غیبوں کا جاننے والا ہے''۔ دیکھیے یہاں سب کے سب پیغمبر اپنی اپنی امتوں کے متعلق لاعلمی کا اظہار فرمائیں گے۔ اب ہم مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کو لیتے ہیں۔ فرعون کی طرف سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ماننے سے انکار اور ان کی قوم بنی اسرائیل پر اس کا ظلم۔ تورات لینے کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کوہ طور پر جانا، جاتے وقت اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو قوم پر نگران مقرر کرنا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عدم موجودگی میں قوم کا بچھڑے کی پوجا کرنا، سامری کا قوم کو گم راہ کرنا، واپسی پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قوم کے مجرموں پر شرعی سزائے موت نافذ کرنا، وادیٔ تیہہ کے واقعات مثلاً بارہ چشموں کا پھوٹ پڑنا، قوم پر من وسلویٰ کا نزول وغیرہ وغیرہ بہت سے حالات وواقعات کے وہ چشم دید گواہ تھے۔ اب اگر کوئی شخص مرزا قادیانی کی طرح یوں ہرزہ سرائی کرے ''یہ سب کچھ صریح دروغ بے فروغ ہے ورنہ جو شخص اپنی امت کے مذکورہ حالات خود دیکھ لے وہ قیامت کے دن کیوں کر یہ کہہ سکتا ہے کہ مجھے اپنی امت کی کچھ خبر نہیں''۔ قادیانی حضرات کو اختیار ہے کہ وہ مرزا صاحب کو احمق سمجھ لیں یا انہیں ملحد وشریر قرار دیں۔

ثانیاً کوئی اور نہیں بل کہ یہی مرزا قادیانی آئینہ کمالات اسلام (۱۸۹۳ء) میں لکھتے ہیں ''میرے پر

کشفاً یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ زہرناک ہوا جو عیسائی قوم سے دنیا میں پھیل گئی حضرت عیسیٰ کو اس کی خبر دی گئی'' (۳۴۳/ج) اسی کتاب میں وہ مزید لکھتے ہیں ''خدا تعالیٰ نے اس عیسائی فتنہ کے وقت میں یہ فتنہ حضرت مسیح کو دکھایا یعنی ان کو آسمان پر اس فتنہ کی اطلاع دے دی کہ تیری قوم اور تیری امت نے اس طوفان کو برپا کیا ہے''۔ (۳۴۴/الف) مرزا صاحب کی ان عبارتوں کا مطلب تو یہ ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اگرچہ قوم کے حالات کی بہ قول مرزا صاحب پوری خبر ہو چکی مگر قیامت کے دن وہ یہ جو کہیں گے کہ مجھے اپنی امت کی کچھ بھی خبر نہیں تو مرزا صاحب کے مفروضات کے مطابق ان کا یہ قول (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) صریح دروغ بے فروغ ہوگا۔ مرزا صاحب کو اس امر کا بھرپور اعتراف ہے کہ جس شخص کے کلام میں یوں کھلا تناقض پایا جائے جیسے یہاں ان کے کلام میں پایا جاتا ہے تو ایسا شخص مخبوط الحواس اور جھوٹا ہوا کرتا ہے۔ (۳۴۴/ب) دیکھئے مرزا صاحب آئینہ کمالات اسلام (۱۸۹۳ء) میں تو یہ فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی امت کی گم راہی پر مطلع کر دیا گیا ہے اور یہی مرزا صاحب حقیقت الوحی (۱۹۰۷ء) میں یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کو اپنی قوم کے حالات کا کچھ بھی علم نہیں کیوں کہ وہ بہ قول ان کے دنیا میں دوبارہ نہیں آئیں گے لہٰذا اسی لاعلمی کی بنا پر وہ قیامت کے دن کہیں گے کہ مجھے اپنی امت کی کچھ بھی خبر نہیں۔ مرزا صاحب کے کلام میں یہ تناقض خود ان کے اپنے قلم کی رو سے ان کے مخبوط الحواس اور جھوٹے ہونے پر زبردست دلیل ہے۔ (۳۴۴/ج) مرزا قادیانی کے اشکال کا جواب معتبر مفسرین پہلے ہی دے چکے ہیں کہ قیامت کے روز پیغمبروں کا اپنی اپنی امتوں کے متعلق لاعلمی کا اظہار اس بنا پر ہوگا کہ ہمارا علم ایک تو تفصیلی نہیں کہ امت کے ہر ہر فرد کے متعلق مکمل اور تفصیلی معلومات ہمیں حاصل ہوں، دوسرے ہمارا علم ظاہری حالات و قرائن کی بنا پر ہے جو ظنی ہے، یقینی اور قطعی نہیں کیوں کہ انبیاء علیہم السلام عالم الغیب نہیں ہیں۔ ان کی نظر عام حالات میں لوگوں کے ظاہر پر ہوتی ہے باطن پر نہیں۔

ثالثاً توفی کا مادہ ''وفاء'' ہے جس میں کسی چیز کے پورا پورا لینے اور دینے کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ ''توفی زید دینہ'' کا معنی یہ ہے کہ زید نے اپنا قرضہ پورا پورا وصول کر لیا، یہ معنی نہیں کہ زید نے اپنے قرضے کو مار ڈالا۔ نیند میں سونے والے سے ادراک و شعور لے لیا جاتا ہے اس لئے توفی کے لفظ کا نیند پر بھی اطلاق ہوتا ہے۔ قرآن کریم میں ہے ھو الذی یتوفا کم باللیل (۳۳۵/الف) یعنی اللہ وہی ہے جو رات کے وقت تمہیں اپنے قبضے میں لے لیتا ہے یعنی تمہیں نیند سے ہم کنار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا (۳۳۵/ب) یعنی ''اللہ جانوں کو ان کی موت کے وقت قبض کر لیتا ہے اور ان جانوں کو بھی ان کی نیند کے وقت قبض کر لیتا ہے

جنہیں ابھی موت نہیں آئی''۔ اس سے معلوم ہوا کہ نیند اور موت توفی کی محض صورتیں ہیں ورنہ توفی کے مفہوم میں وسعت ہے۔ چناں چہ خود مرزا قادیانی نے براہین احمدیہ (۱۸۸۰۔۱۸۸۴ء) میں انی متوفیك کا ترجمہ یہ کیا ہے ''میں تجھے پوری نعمت دوں گا''۔ ۳۳۵/ج) لیکن کوئی اور نہیں بل کہ یہی مرزا قادیانی تحفہ گولڑویہ (۱۹۰۰۔۱۹۰۲ء) میں لکھتے ہیں ''اور علم نحو میں صریح یہ قاعدہ مانا گیا ہے کہ توفی کے لفظ میں جہاں خدا فاعل اور انسان مفعول بہ ہو ہمیشہ اس جگہ توفی کے معنی مارنے اور روح قبض کرنے کے آتے ہیں''۔ (۳۳۶/الف) یہاں غور کیجئے کہ براہین احمدیہ میں دیئے گئے مزعومہ الہامی کلمات ''انی متوفیک'' میں توفی کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہے اور توفی کا خدائی فعل مرزا قادیانی پر وارد ہو رہا ہے اور مرزا صاحب ترجمہ کرتے ہیں ''میں تجھے پوری نعمت دوں گا''۔ کیا مرزا قادیانی انسان نہیں تھے؟ اگر انسان نہیں تھے تو اس قول کی تائید خود مرزا صاحب اپنے متعلق ایک شعر میں یوں فرماتے ہیں:

کرم خاکی ہوں میرے پیارے نہ آدم زادہ ہوں
ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار

اگر مرزا صاحب واقعی انسان تھے تو انہوں نے متعلقہ الہام انی متوفیک کا ترجمہ یہ نہیں کیا کہ ''میں تجھے موت دوں گا، میں تیری روح قبض کرلوں گا'' بل کہ ترجمہ یہ کیا ہے کہ ''میں تجھے پوری نعمت دوں گا''۔ یہاں مرزا صاحب کا مذکورہ من گھڑت نحوی قاعدہ کدھر گیا؟ کیا براہین احمدیہ والے اس ترجمے کی شرع میں کوئی صحیح اصل موجود ہے یا نہیں؟۔ اگر نہیں تو ہم مرزا صاحب کی کتاب آئینہ کمالات اسلام کے حوالے سے بارہا بیان کر چکے ہیں کہ بہ قول مرزا صاحب جو شخص بھی خواہ وہ صاحب الہام ہو یا مجتہد ہو اپنے منہ سے ایسی بات نکالے جس کی شرع میں صحیح اصل نہ ہو تو اس کے اندر شیاطین کھیل رہے ہوتے ہیں۔ (۳۳۶/ب) پس اس صورت میں لازماً یہ ماننا ہوگا کہ براہین احمدیہ کی تصنیف کے ایام میں مرزا جی کے اندر شیاطین نے ڈیرہ ڈال رکھا تھا۔ اگر براہین احمدیہ والے ترجمے کی شرع میں صحیح اصل موجود ہے تو مرزا صاحب کے خود ساختہ مذکورہ نحوی قاعدے کی کوئی صحیح اصل شرع میں نہیں ہوسکتی۔ لہٰذا جب انہوں نے اپنے سابقہ ترجمے کے خلاف یہ نیا نحوی قاعدہ وضع کیا تو شیاطین ان کے اندر خوب اودھم مچا رہے تھے۔ نیز مرزا صاحب کے پہلے اور بعد والے کلام میں کھلا کھلا تناقض بھی پیدا ہوگیا جو بہ قول ان کے کسی مخبوط الحواس یا جھوٹے شخص کے کلام میں ہی ہوسکتا ہے۔ پس مرزا صاحب دیگر بہت سے مواقع کی طرح یہاں بھی مخبوط الحواس اور جھوٹے ثابت ہو رہے ہیں۔ بہ جائے اس کے کہ قادیانی حضرات شیاطین کے ایسے کھلونے، مخبوط الحواس اور جھوٹے شخص سے دست بردار ہوتے وہ ان کے مذکورہ بالا من گھڑت نحوی قاعدے پر

بہت فخر کرتے نظر آتے ہیں حال آں کہ یہ قاعدہ بالفرض صحیح بھی ہوتا تو اس کا تعلق علم نحو سے نہیں بل کہ علم لغت اور علم بیان سے ہوسکتا تھا۔ مرزا قادیانی کی تائید میں احمدیہ پاکٹ بک میں لکھا ہے ''چوں کہ متنازعہ فیہ جگہوں میں توفی باب تفعل سے ہے اور اللہ تعالیٰ فاعل ہے اور ذی روح یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام مفعول ہیں اس لئے حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے ایسی صورت میں توفی کے معنی سوائے قبض روح کے دکھانے والے کو ایک ہزار روپیہ انعام فرمایا ہے، مگر آج تک کوئی مرد میدان نہیں بنا جو انعام حاصل کرتا اور نہ ہی ہوگا''۔ (۳۳۶/ج)۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ براہین احمدیہ میں مرزا صاحب کے اپنے متعلق مزعومہ الہام کے کلمات انی متوفیک میں ضمیر ''ک'' مرزا قادیانی کی طرف راجع ہے تو کیا مرزا صاحب ذی روح تھے یا نہیں؟ اگر نہیں تو وضاحت مطلوب ہے۔ اگر ذی روح تھے اور توفی کا فعل اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو مرزا صاحب نے براہین احمدیہ میں ''میں تجھے پوری نعمت دوں گا'' کی بہ جائے یہ ترجمہ کیوں نہ کیا ''میں تیری روح قبض کروں گا''۔ نیز احادیث کے مجموعے کی ایک کتاب ''الترغیب والترہیب'' میں یہ حدیث موجود ہے، **عن ابن عمرؓ ......واذا رمی الجمار لایدری احد ماله حتّٰی یتوفاه الله یوم القیامة**''۔ (۳۳۷/الف) یعنی ''حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ (حج کے موقع پر حج کرنے والا) جب رمی جمار کرتا ہے تو کوئی نہیں جانتا کہ اس کا اجر کیا ہے یہاں تک کہ اللہ اس کا پورا پورا اجر اسے قیامت کے دن عطا فرمائے گا''۔ دیکھئے یہاں ذی روح انسان مفعول بہ ہے اور توفی کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے لیکن معنی قبض روح کا نہیں بل کہ پورا پورا اجر عطا کرنے کا ہے بالکل ایسے ہی جیسے مرزا صاحب نے بھی براہین احمدیہ میں انی متوفیک کے ترجمے میں توفی کا معنی قبض روح کا نہیں بل کہ ''پوری نعمت دینے'' کا کیا ہے۔ مرزا قادیانی تو آں جہانی ہوچکے۔ ان کے عقیدت مندوں کا فرض ہے کہ وہ مرزا صاحب کی مقرر کردہ انعامی رقم ہزار روپیہ جو موجودہ دور حاضر کے اعتبار سے (۱۰۰۰×۱۰۰۰) دس لاکھ کے برابر بنتی ہے، چپکے سے مجلس تحفظ ختم نبوت کے کھاتے میں جمع کرادیں۔ نیز اگر یوں من گھڑت نحوی قواعد کی گنجائش ہو تو ہماری طرف سے بھی یہ قاعدہ سن لیجئے کہ جب توفی کا فاعل اللہ تعالیٰ ہو اور مفعول ایسا انسان ہو جو بغیر باپ کے پیدا ہوا ہو تو وہاں توفی کا معنی موت کا کبھی نہیں ہوتا بل کہ ہمیشہ آسمان پر جسم اور روح سمیت زندہ اٹھا لینے کا ہوتا ہے اور یہ قاعدہ قادیانی حضرات نحو کی اسی کتاب میں اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمالیں جس میں مرزا صاحب کا مذکورہ بالا قاعدہ دیا ہوا ہے۔

رابعاً جب یہ معلوم ہوچکا کہ لفظ توفی کا اصل معنی پورا پورا لینے یا دینے کا ہے اور نیند اور موت اس کی محض دو صورتیں ہیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر زندہ اٹھائے جانے پر اس کا اطلاق تو بہ طریق

اولیٰ درست ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے نہ صرف ان کی روح کو بل کہ ان کے جسم کو بھی پورا پورا قبضے میں لے کر آسمان پر اٹھالیا۔ پس سورۂ مائدہ کی متعلقہ آیت میں فلما توفیتنی کا ترجمہ ''پھر جب تو نے مجھے اٹھالیا'' بالکل درست اور برمحل ہے۔ دنیا چھوڑ دینے کے لحاظ سے یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توفّی اول ہے کہ انہیں آسمان پر زندہ اٹھالیا گیا۔ قیامت کے قریب زمین پر نزول کے بعد وہ طبعی موت سے ہم کنار ہوں گے تو یہ ان کی دوسری توفی بہ معنی قبض روح ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توفی اول (آسمان پر پورا پورا اٹھائے جانے) اور پھر قیامت کے قریب زمین پر ان کے نزول کے درمیانی عرصے میں عیسائیوں نے یہ اعتقادی بگاڑ پیدا کرلیا کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کو الوہیت (خدائی) کا مقام دے دیا۔ اس لئے قیامت کے روز حضرت عیسیٰؑ اسی پہلی توفی کا حوالہ دیں گے کہ اے اللہ! جب تو نے مجھے (اس دنیا سے آسمان پر زندہ) اٹھالیا تھا تو میں عیسائیوں کے پاس زمین میں موجود نہ ہونے کی وجہ سے ان کے بگاڑ کا ذمے دار نہیں ہوں۔ یہاں مسئلہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت وحیات کا نہیں بل کہ دنیا میں موجودگی اور عدم موجودگی کا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو سوال بہ روز قیامت حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ہوگا اس میں بھی اصل مسئلہ علم اور لاعلمی کا نہیں بل کہ قول اور عدم قول کا ہے۔ چناں چہ اللہ تعالیٰ یہ نہیں پوچھیں گے کہ اے عیسیٰ! تجھے عیسائیوں کے اعتقادی بگاڑ اور فساد کا علم ہے یا نہیں بل کہ یہ پوچھیں گے کہ ''کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کے سوا مجھے اور میری ماں کو معبود بنالو؟'' پس مرزا صاحب کی تمام تاویلات دور از کار اور غلط ہیں۔

خامساً کسی بھی مفسر نے سورۂ مائدہ کی متعلقہ آیات کا یہ مطلب بیان نہیں کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر نہیں اٹھایا گیا اور یہ کہ قیامت کے قریب زمین پر ان کا نزول نہیں ہوگا۔ مرزا جی جو اپنے ہی قلم کی رو سے قدم قدم پر شیاطین کا کھلونا، مخبوط الحواس اور جھوٹے ثابت ہورہے ہیں تو اختلافی مسائل میں ان کے موقف کو ہرگز قبول نہیں کیا جاسکتا۔ بالفرض حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہوچکے ہوں اور قیامت کے قریب آنے والے مسیح وہ نہ ہوں بل کہ کوئی اور شخصیت مراد ہو تو بھی یہ شخصیت مرزا غلام احمد قادیانی تو ہرگز ہرگز نہیں ہوسکتی۔

سادساً عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ مصلوب ہونے کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین میں مدفون ہوئے تھے اور تیسرے دن دوبارہ جی اٹھے پھر انہیں آسمان پر زندہ اٹھالیا گیا اور قیامت کے قریب زمین پر ان کا دوبارہ نزول ہوگا۔ قرآن کریم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مقتول ومصلوب ہونے کی بھرپور تردید کی گئی ہے لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر زندہ اٹھائے جانے اور پھر قیامت کے قریب

زمین پر ان کے دوبارہ نزول کی نہ صرف یہ کہ تردید نہیں کی گئی بل کہ مکمل تائید وتوثیق کی گئی ہے۔ البتہ اس امر میں اختلاف ہے کہ رفع سماوی سے پہلے ان پر طبعی موت طاری ہوئی تھی یا نہیں۔ بعض حضرات مثلاً حضرت وھب بن منبہؒ وغیرہ کا یہ خیال ہے کہ انہیں کچھ وقت کے لئے موت دے دی گئی پھر زندہ کر کے آسمان کی طرف اٹھایا گیا لیکن جمہور اہل علم کا قول یہی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر زندہ اٹھائے جانے سے پہلے موت نہیں دی گئی۔ اس کی مزید وضاحت اگلے نکتہ نمبر۲ میں پیش کی جا رہی ہے۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع ونزول کا مسئلہ کسی طرح بھی متاثر نہیں ہوتا جس پر امت کا اجماع ہے یعنی آسمان پر اٹھائے جانے سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بعض حضرات کے خیال کے مطابق کچھ مدت کے لئے موت دی بھی گئی ہو تو اس سے یہ کیسے لازم آیا کہ انہیں زندہ کر کے آسمان پر اٹھایا نہیں جا سکتا اور قیامت کے قریب زمین پر ان کا نزول نہیں ہو سکتا؟ پس مرزا قادیانی کا وفات عیسیٰ پر زور دینا بالکل غیر متعلق ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع ونزول اس سے متاثر نہیں ہوتا۔ متقدمین میں سے شاذ ونادر بعض جن حضرات نے وفاتِ عیسیٰ علیہ السلام کا قول اختیار بھی کیا ہے تو بھی ان حضرات میں سے کوئی بھی ان کے رفع ونزول کا ہرگز منکر نہیں ہے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ بہ روز قیامت رسول اللہ ﷺ کی امت کے کچھ لوگ جہنم کی طرف لے جائے جائیں گے تو رسول اللہ فرماتے ہیں **فاقول کما قال العبد الصالح وکنت علیھم شھیدا مادمت فیھم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم** (۳۳۷/ب) ''تو میں کہوں گا جیسا کہ نیک بندے (عیسیٰ علیہ السلام) نے کہا کہ میں ان لوگوں پر گواہ تھا جب تک میں ان کے اندر موجود رہا پھر جب تو نے مجھے اٹھالیا تو تو ہی ان پر نگہبان تھا''۔ یہاں حدیث میں فلما توفیتنی کا ترجمہ ''جب تو نے مجھے اٹھالیا'' کرنا بالکل درست ہے، کیوں کہ فوت ہو جانے والا بھی اس دنیا سے اٹھا کر عالم برزخ میں پہنچا دیا جاتا ہے۔ اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر زندہ اٹھائے جانے کا کوئی تعلق نہیں کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہاں کلمہ ''کما'' بہ معنیٰ ''جیسا'' تشبیہ کے طور پر استعمال فرمایا ہے۔ یہاں یہ نہیں فرمایا فاقول ما قال العبد الصالح کہ میں بھی وہی کہوں گا جو نیک بندے (عیسیٰ علیہ السلام) نے کہا تھا۔ کلام میں جب کلمہ ''کما'' لایا جائے تو اس سے ایک چیز کی دوسری سے مشابہت کو ظاہر کرنا مقصود ہوتا ہے۔ سب جانتے ہیں کہ مشبہ اور مشبہ بہ میں تشبیہ کے لئے ایک ہی وجہ کافی ہوا کرتی ہے مثلاً ''زید شیر جیسا ہے'' میں زید کو شیر سے تشبیہ دی گئی ہے۔ یہاں زید مشبہ اور شیر مشبہ بہ ہے۔ وجہ شبہ بہادری ہے کہ زید شیر کی طرح بہادر ہے۔ اس کا یہ مطلب کوئی احمق ہی لے سکتا ہے کہ زید شیر کی طرح دہاڑتا ہے، چیر پھاڑ کرتا ہے، دم رکھتا ہے وغیرہ۔ قرآن کریم میں ہے **کما بدأنا اول خلق نعیدہ** (۳۳۷/ج) یعنی ''جیسے

ہم نے پہلے پیدا کیا ہم اس (انسان) کو اسی طرح (زندگی کی طرف) دوبارہ لوٹائیں گے''۔ دیکھئے انسان کی پہلی زندگی ماں اور باپ سے وجود پذیر ہوئی لیکن دوسری زندگی س طرح وجود پذیر نہیں ہوگی پس تشبیہ صرف زندہ کرنے میں ہے، زندہ کرنے کے طریقے میں نہیں ہے۔ اسی طرح زیر بحث حدیث نبوی کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح دنیا سے چلے جانے کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی امت کے اعتقادی بگاڑ کے ذمے دار نہیں اسی طرح جب مجھے دنیا سے اٹھالیا گیا تو میں بھی امت کے بعض افراد کی خرابی کا ذمے دار نہیں۔ یہاں تشبیہ صرف دنیا سے چلے جانے میں ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر زندہ اٹھالیا گیا تو اس رفع سماوی سے وہ دنیا کو چھوڑ گئے۔ رسول اللہ ﷺ وفات پا گئے تو وفات پانے سے دنیا چھوڑ گئے۔

۲۔ سورۂ آل عمران میں ہے یاعیسیٰ انی متوفیك ورافعك الیّ (۳۳۸/الف) یعنی ''اے عیسیٰ! میں تجھے (جسم اور روح سمیت) پورا پورا لینے والا ہوں اور تجھے اپنی طرف اٹھانے والا ہوں''۔ جیسا کہ اوپر نکتہ نمبر ا میں مذکور ہو چکا توفی کا معنی پورا پورا لینے کا ہے۔ نیند میں سونے والے کا شعور وادراک لے لیا جاتا ہے، موت میں مرنے والے کی روح پوری پوری لے لی جاتی ہے اس لئے لفظ توفی کا اطلاق نیند اور موت پر درست ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جسم اور روح سمیت لیا گیا تو جیسا کہ کلمات ورافعك الیّ (اور میں تجھے اپنی طرف اٹھانے والا ہوں) سے واضح ہے تو یہ تو توفی کا اعلیٰ درجہ ہے اسی لئے جمہور مفسرین نے یہاں متوفیک کا معنی یہی کیا ہے کہ اے عیسیٰ! میں تجھے جسم اور روح سمیت پورا پورا لینے والا ہوں۔ چوں کہ توفی کا اطلاق نیند پر بھی ہوتا ہے اس لئے بعض مفسرین نے یہاں معنی یہ لیا ہے کہ اے عیسیٰ! میں تجھے نیند دینے والا اور اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔ یعنی آپ کا رفع سماوی نیند کی حالت میں ہوگا۔ چوں کہ توفی کا اطلاق موت پر بھی ہوتا ہے اس لئے بعض مفسرین نے متوفیک کا معنی یہ کیا ہے کہ اے عیسیٰ! میں تجھے موت دینے والا ہوں اور تجھے اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔ وھب بن منبہؒ جیسے بعض حضرات اس سے یہ مُراد لیتے ہیں کہ رفع سماوی سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تھوڑی دیر کے لئے موت دی گئی پھر انہیں زندہ کر کے آسمان پر اٹھالیا گیا۔ بے شک عام حالات اور عام اسباب کے مطابق مردے قیامت سے پہلے زندہ نہیں کئے جائیں گے لیکن خرق عادت کے طور پر کسی مردے کو قیامت سے پہلے ہی دوبارہ زندہ کر دینے پر کوئی عقلی ونقلی اشکال وارد نہیں ہوتا۔ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے یہ معجزہ عطا فرمایا تھا کہ وہ اللہ کے حکم سے مُردوں کو زندہ کرتے تھے۔ معجزات کے منکرین کی یہاں یہ تاویل لغو اور دوراز کار ہے کہ مردوں کو زندہ کرنے سے مراد جہالت کے مردوں کو زندہ کرنا یعنی انہیں جہالت سے باہر نکالنا ہے۔ اس معنی میں تو سارے انبیاء علیہم السلام اور ان کے سچے تابعین لوگوں کو جہالت سے نکالتے ہیں

تو اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی کی کیا تخصیص ہوئی کہ قرآن کریم میں ان کے متعلق نہایت اہتمام سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ اللہ کے حکم سے مُردوں کو زندہ کرتے تھے، مادرزاد اندھوں اور کوڑھیوں کو شفایاب کرتے تھے۔ الغرض اگر حضرت عیسیٰؑ کو تھوڑی دیر کے لئے موت سے ہم کنار کر کے انہیں دوبارہ زندہ کر کے آسمان پر اٹھایا گیا ہو تو اس پر کوئی اشکال پیدا نہیں ہوتا لیکن جمہور مفسرین یہی کہتے ہیں کہ ان پر موت طاری کئے بغیر انہیں آسمان پر اٹھایا گیا تھا۔ صحابہ کرامؓ میں سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی طرف یہ قول منسوب ہے کہ وہ بھی سورۂ آل عمران کی زیرنظر آیت میں ''متوفیک'' کا معنی ''ممیتک'' (تجھے مارنے والا) کرتے ہیں لیکن ان کا یہ قول نہیں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو موت پہلے دی گئی تھی پھر انہیں زندہ کر کے آسمان پر اٹھایا گیا تھا بل کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ یہاں آیت میں تقدیم وتاخیر ہے کہ جو واقعہ بعد میں پیش آنے والا ہے اسے پہلے بیان کردیا اور جو پہلے پیش آنے والا ہے اسے بعد میں بیان کردیا۔ (۳۳۸/ب) اس میں حکمت یہ بیان کی جاتی ہے کہ ایک تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہ اطمینان دلانا مقصود تھا کہ دشمن ان کے خلاف اپنی قاتلانہ سازشوں میں ہرگز کامیاب نہیں ہوگا۔ آپ مقتول ومصلوب نہیں بل کہ طبعی موت سے ہم کنار ہوں گے۔ دوسرے اس سے نصاریٰ کے اس غلط عقیدے کی تردید بھی مقصود ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام (معاذ اللہ) خدا یا خدا کے بیٹے ہیں۔ موت خدا کے لئے نہیں بل کہ مخلوق کے لئے ہوتی ہے۔ عربی میں واؤ بہ معنیٰ ''اور'' کا ترتیب کے لئے ہونا ضروری نہیں۔ مثلاً سورۂ انعام میں حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ** (۳۳۸/ج) ''اور اس (نوح) کی اولاد میں سے (ہم نے) داؤد اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون کو (بھی ہدایت دی) اور ہم نیکوکاروں کو اسی طرح صلہ دیا کرتے ہیں۔'' دیکھئے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کا زمانہ حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کے زمانے سے بہت مقدم ہے لیکن آیت میں حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کا ذکر مؤخر اور حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کا مقدم ہے۔ پس اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے متعلق سورۂ آل عمران کی آیت **یا عیسیٰ انی متوفیك ورافعك الی** الخ میں رفع سماوی جو مقدم تھا اسے موخر کردیا گیا ہے اور توفی بہ معنی موت جو مؤخر تھی اسے مقدم کردیا گیا۔ لیکن اس پر مرزا قادیانی نے سخت غم وغصہ کا اظہار کرتے ہوئے لکھا ہے ''قرآن مجید کی ترتیب کو الٹنا یہ مسلمان کا کام نہیں ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ کو یہ معلوم نہ تھا وہ صحیح ترتیب سے کلام فرما دیتے۔ اے مسلمان مولویو! تمہیں اللہ تعالیٰ کے کلام میں تغیر وتبدل کرنے سے شرم نہیں آتی؟'' (۳۳۹/الف) مرزا صاحب تو

آں جہانی ہو چکے۔ قادیانی حضرات سے مثلاً سورۂ انعام کی مذکورہ آیت کے سلسلے میں ہم یہ پوچھنے میں حق بہ جانب ہیں کہ کیا وہ حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام کی بعثت کو حضرت داؤد وسلیمان علیہما السلام کی بعثت سے مقدم جانتے ہیں یا مؤخر؟ اگر مؤخر جانتے ہیں تو اس کا غلط ہونا اہل کتاب اور مسلمانوں سب کے نزدیک مسلم ہے۔ اگر مقدم جانتے ہیں تو قرآنی آیت میں تو ان کا ذکر موخر ہے تو کیا وہ حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام کے زمانے کو مقدم جاننے سے قرآن کریم کی ترتیب الٹ کر (مرزا قادیانی کے الفاظ میں) بے شرم ہوتے ہیں یا نہیں؟ اگر بے شرم ہوتے ہیں تو وہ دوسروں کو بے شرمی کا طعنہ کیسے دے سکتے ہیں؟ اگر وہ بے شرم نہیں ہوتے تو آیت یاعیسیٰ انی متوفیك ورافعك الی میں تقدیم وتاخیر کے قائل مولوی حضرات جناب مرزا قادیانی کے نزدیک بے شرم کیوں ہوگئے؟ جب ثابت ہوگیا کہ ''واؤ'' بہ معنی ''اور'' کا کلام میں زمنی ترتیب کو ظاہر کرنے کے لئے آنا ہرگز ضروری نہیں تو یہ بھی ثابت ہوگیا کہ مرزا قادیانی نے جو مولویوں کو ناحق بے شرم قرار دیا ہے، اس کی کوئی صحیح اصل شرع میں ہرگز موجود نہیں اور باعتراف مرزا جس کے منہ سے ایسی بات نکلے جس کی شرع میں صحیح اصل نہ ہو تو ایسا شخص خواہ ملہم (الہام یافتہ) ہو یا مجتہد ہو اس کے اندر شیاطین کھیل رہے ہوتے ہیں۔ (۳۳۹/ب) پس جب عالم غیظ وغضب میں مرزا صاحب مولویوں کو بے شرمی کا ناحق طعنہ دے رہے تھے اس وقت ان کی اپنی تحریر کی رو سے ان کے اندر شیاطین خوب اودھم مچا رہے تھے۔ شیاطین کے ایسے کھلونے کی لغویات کو خیر باد کہنے میں ہی قادیانی حضرات کی سلامتی ہے۔ الغرض مرزا صاحب کا اس بات پر زور دینا کہ بعض صحابہ کرام مثلاً حضرت ابن عباسؓ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے قائل ہیں تو اس کی حقیقت ہم نے واضح کردی ہے اور مرزا صاحب کے دھوکے کو طشت از بام کردیا ہے۔ جو حضرات بھی متوفیک کو ممیتک (تجھے موت دینے والا ہوں) کے معنی میں جس طرح بھی لیتے ہیں وہ ہرگز ہرگز حضرت عیسیٰؑ کے رفع ونزول کے منکر نہیں ہیں جیسا کہ مرزا صاحب فریب دہی سے لوگوں کو باور کرانا چاہتے ہیں۔

و: بہ حوالہ ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ارضی اور اہل کتاب وغیرہ اقوام عالم کا ان پر ایمان''

۱۔ سورہ نساء میں ہے: **وان من اهل الكتاب الا ليومنن به قبل موته ويوم القيامة يكون عليهم شهيدا** (۳۳۹/ج) ''اور اہل کتاب میں سے کوئی بھی نہیں رہے گا مگر وہ ضرور بالضرور اس (عیسیٰ) پر اس (عیسیٰ) کی موت سے پہلے ایمان لے آئے گا اور قیامت کے دن وہ (عیسیٰ) ان پر گواہ

ہوگا''۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے قیامت کے قریب آسمان سے زمین پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے حالات پر مشتمل رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کرتے ہوئے سورۂ نساء کی مذکورہ آیت کو اس کی تائید میں پیش فرمایا ہے۔ (۳۴۰/الف) انہوں نے ''قبل موتہ'' کے کلمات میں ضمیر کا مرجع حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قرار دیا ہے۔ اس پر سیخ پا ہو کر مرزا قادیانی نے حضرت ابو ہریرہؓ کی سخت توہین کرتے ہوئے حقیقۃ الوحی (۱۹۰۷ء) میں یوں ہرزہ سرائی کی ہے ''اور آیت :وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ کے (ابو ہریرہ) ایسے الٹے معنی کرتا تھا جس سے سننے والے کو ہنسی آتی تھی کیوں کہ وہ اس آیت سے یہ ثابت کرنا چاہتا تھا کہ حضرت عیسیٰ کی موت سے پہلے سب اس پر ایمان لے آئیں گے۔ حال آں کہ دوسری قراءت اس آیت میں بہ جائے قبل موتہ کے قبل موتھم ہے'' (۳۴۰/ب) مرزا قادیانی نے مزید لکھا ہے ''ماسوا اس کے ایسا خیال کہ تمام یہودی حضرت عیسیٰ پر ایمان لے آئیں گے اس طور سے بھی بے ہودہ اور خلاف عقل ہے کہ یہ اعتقاد واقعات کے برخلاف ہے کیوں کہ حضرت عیسیٰؑ کے زمانہ کو قریباً دو ہزار برس گزرتا ہے اور کسی پر یہ امر پوشیدہ نہیں کہ اس عرصے میں کروڑہا یہودی حضرت عیسیٰؑ سے منکر اور ان کو گالیاں دینے والے اور کافر ٹھہرانے والے دنیا سے گزر گئے ہیں پھر یہ قول کیوں کر صحیح ہوسکتا ہے کہ ہر ایک یہودی ان پر ایمان لے آئے گا۔ اس دو ہزار برس کی ذرا میزان تو لگاؤ کہ کس قدر یہودی بے ایمانی کی حالت میں مرگئے۔ کیا ان کی نسبت رضی اللہ عنہم کہہ سکتے ہیں'' (۳۴۰/ج) مرزا قادیانی کی صحابی رسول حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے متعلق مذکورہ بالا ہرزہ سرائی اور یاوہ گوئی متعدد وجوہ کی بنا پر باطل اور مردود ہے۔

اوّلاً کسی صحابی کا ایسا قول جو مدرک بالقیاس نہ ہو یعنی جس کے متعلق سوچا بھی نہ جاسکتا ہو کہ صحابی نے رسول اللہ ﷺ سے معلوم کیے بغیر محض اپنی عقل سے یہ بات کہی ہے تو اس کے ایسے قول کی حیثیت حدیث مرفوع کی ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جن حضرات نے سورۂ نساء کی زیر نظر آیت میں قبل موتہ کی ضمیر کو کتابی (یہودی یا عیسائی) کی طرف لوٹایا ہے تو اس تفسیر کو مرجوح اور ضعیف قرار دیا گیا ہے۔ جمہور اہل علم حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث اور تفسیر کو ہی یقینی طور پر صحیح جانتے اور سمجھتے ہیں۔

ثانیاً جن مفسرین نے قبل موتہ کی ضمیر کا مرجع کتابی کو قرار دیا ہے وہ بھی بالاتفاق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع ونزول کے قائل ہیں۔ ان کے نزدیک جو اہل کتاب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمین پر نزول سے پہلے مرگئے وہ یہودی ہوں یا عیسائی، عالم نزع کی حالت میں ان پر حقائق کھل جائیں گے اور وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر صحیح ایمان لے آئیں گے لیکن اس وقت کا ان کا ایمان معتبر نہیں ہوگا۔ اور جو اہل

کتاب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمین پر نزول کے زمانے میں دنیا میں موجود ہوں گے تو دجال کا ساتھ دینے والے اہل کتاب تو دجال سمیت مقتول ومخذول ہو کر نیست ونابود ہو جائیں گے۔ جو دجال کا ساتھ نہیں دے رہے ہوں گے وہ سب کے سب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر اسلام قبول کرلیں گے اور اپنی سابقہ فکری واعتقادی لغزشوں اور کفر وشرک کی آلودگیوں سے پاک وصاف ہو جائیں گے۔ پس اگر کوئی کتابی اس زمانے میں حضرت عیسیٰؑ پر ایمان لائے گا تو قبل موتہ میں ضمیر کا مرجع خواہ کتابی کو ٹھہرایا جائے یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قرار دیا جائے تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کیوں کہ وہ زندہ ہوگا تب ہی تو زمین پر موجودہ زندہ مسیح عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام پر ایمان لائے گا یعنی نہ صرف وہ اپنی موت سے پہلے بل کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بھی موت سے پہلے ان پر ایمان لائے گا یہی حال سب اہل کتاب کا ہوگا اس لئے اگر ایک قرأت قبل موتہم ہے تو اس سے بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔ جملہ اہل کتاب اپنی موت سے پہلے اور اسی طرح زمین میں موجود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے ان پر ایمان لے آئیں گے۔ الغرض آیت میں ''قبل موتہ'' کی ضمیر کا مرجع حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوں یا اہل کتاب میں سے کوئی ایک شخص یا سبھی اہل کتاب اس کا مرجع ہوں اور قبل موتہم کی قرأت درست ہو تو اس سے کلام میں کوئی حقیقی تعارض وتناقض ہرگز پیدا نہیں ہوتا اور مرزا قادیانی کا اس بات پر زور دینا کہ ''قبل موتہ'' میں ضمیر کا مرجع حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہرگز نہیں، بالکل لایعنی ٹھہرتا ہے۔ تاہم ''قبل موتہم'' کی قرأت، قرأتِ متواترہ کے خلاف ہونے کی وجہ سے غیر معتبر ہے۔

ثالثاً راویِ حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور ان کی احادیث کو امت تک منتقل کرنے والے محدثین کرام مرزا قادیانی کی طرح مراقی اور ہسٹیریائی نہیں تھے۔ انہوں نے ''قبل موتہ'' میں ضمیر کا مرجع اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قرار دیا ہے تو ساتھ ہی اکثر اہل علم نے واضح کر دیا ہے کہ متعلقہ آیت میں ان اہل کتاب کا ذکر ہے جو زمین پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد ان کے زمانے میں موجود ہوں گے۔ (۳۴۱/الف) اور خود حدیث کا سیاق وسباق بھی اسی مفہوم کی تائید وتوثیق کر رہا ہے کیوں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمین پر نزول کے حالات اور علامات بیان فرما رہے ہیں۔ جن مفسرین حضرات نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول سے پہلے کے اہل کتاب مراد لیتے ہوئے یہ کہا ہے کہ ہر کتابی اپنی موت سے پہلے عالم نزع میں ان پر ایمان لے آئے گا تو یہ محض ان کا تکلف ہے ورنہ حدیث کے مضمون کے مطابق وہ اہل کتاب مراد ہیں جو زمین پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے زمانے میں موجود ہوں گے۔

رابعاً مرزا قادیانی تو آں جہانی ہو چکے۔ قادیانی حضرات ہی ذرا وضاحت فرمائیں کہ کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دور سے اب تک سب کے سب یہودی اپنی موت سے پہلے اپنی زندگیوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لا چکے ہیں اور کیا ہم انہیں رضی اللہ عنہم کہہ سکتے ہیں؟ اگر نہیں تو (معاذ اللہ) جس بے ہودگی اور کم عقلی کی نسبت مرزا جی حضرت ابو ہریرہؓ کی طرف کر رہے تھے کیا وہ خود مرزا جی پر ہی عائد نہیں ہوتی؟ مرزا قادیانی جیسے کوڑھ مغز بدفہم لوگوں کا راستہ روکنے کے لئے ان مفسرین نے یہ وضاحت کر دی ہے کہ جو اہل کتاب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمین پر نزول سے پہلے ہوں گے وہ اپنی موت سے پہلے عالم نزع میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر صحیح ایمان لے آئیں گے لیکن یہ تفسیر مرجوح ہے جیسا کہ اوپر واضح کیا جا چکا ہے۔ عالم نزع میں تو ہر شخص پر صحیح حقائق منکشف ہو جائیں گے اس میں اہل کتاب ہی کی کیا تخصیص ہے اور پھر یہ ایمان اللہ کے نزدیک معتبر بھی نہیں ہوگا۔

خامساً قادیانیوں کی دل جوئی کے لئے ہم تھوڑی دیر کے لئے یہ تسلیم بھی کر لیں کہ قیامت کے قریب جس عیسیٰ ابن مریم کے آنے کی متواتر احادیث میں خبریں دی گئی ہیں اور جن کے آنے پر امت مسلمہ کا اجماع ہے، ان کی بہ جائے کوئی اور صاحب بہ طور مسیح موعود تشریف لائیں گے تو ایسے کسی (مفروضہ) مسیح کی آمد پر خود مرزا قادیانی کا چشمۂ معرفت (۱۹۰۸ء) میں یہ بھرپور اعتراف موجود ہے کہ دنیا کی سب اقوام دین اسلام پر یک جا ہو جائیں گی اور دیگر مذاہب معدوم ہو جائیں گے (۳۴۱/ب) ان حالات میں دوسرے لوگوں کی طرح سب کے سب اہل کتاب بھی اسلام قبول کریں گے۔ پس دیگر انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانے کے ساتھ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بھی ایمان لانے کے پابند ہوں گے کیوں کہ کسی ایک پیغمبر کا بھی انکار کرنے والا مسلمان نہیں کہلا سکتا۔ مرزا قادیانی اس لئے جھوٹے مسیح ثابت ہو گئے کہ ان کے آنے پر اقوام عالم ایک دین اسلام پر جمع نہ ہوئیں پس مذکورہ مفروضہ غلط ہوا۔ سچے مسیح حضرت عیسیٰ ابن مریم ہی ہیں اور وہی دوبارہ تشریف لائیں گے تو سب ہی اہل کتاب اپنی موت سے پہلے اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئیں گے۔ لہٰذا ''قبل موتہ'' میں ضمیر کا مرجع حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوں یا ضمیر کو اہل کتاب کی طرف لوٹایا جائے تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا اور جھوٹے مسیح مرزا قادیانی کے ہاتھ کچھ نہیں آتا۔

۲۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے حقیقۃ الوحی (۱۹۰۷ء) میں لکھا ہے ''اور یہ عقیدہ کھلے طور پر قرآن شریف کے مخالف ہے کہ کوئی زمانہ ایسا بھی آئے گا کہ سب لوگ حضرت عیسیٰؑ کو قبول کر لیں گے اور قیامت تک رہیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ ایک اور مقام میں فرماتا ہے: والقینا بینھم العداوۃ والبغضاء الیٰ یوم

القیامۃ یعنی یہود ونصاریٰ میں قیامت تک عداوت رہے گی۔ پس ظاہر ہے کہ اگر تمام یہود قیامت سے پہلے ہی حضرت عیسیٰؑ پر ایمان لے آویں گے تو قیامت تک عداوت رکھنے والا کون رہے گا'' (۳۴۱/ج) مرزا قادیانی کی طرف سے قرآن کریم کے مضامین کی مذکورہ بالا معنوی تحریف بہ وجوہ باطل ہے:

اوّلاً کوئی اور نہیں بل کہ یہی مرزا قادیانی چشمۂ معرفت (۱۹۰۸ء) میں لکھتے ہیں'' چوں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا زمانہ قیامت تک ممتد ہے اور آپ خاتم الانبیاء ہیں اس لئے خدا نے یہ نہ چاہا کہ وحدت اقوامی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی کمال تک پہنچ جائے...... خدا نے تکمیل اس فعل کی جو تمام قومیں ایک قوم کی طرح بن جائیں اور ایک ہی مذہب پر ہوجائیں، زمانہ محمدی کے آخری حصہ میں ڈال دی جو قرب قیامت کا زمانہ ہے اور اس تکمیل کے لئے اسی امت میں سے ایک نائب مقرر کیا جو مسیح موعود کے نام سے موسوم ہے اور اسی کا نام خاتم الخلفاء ہے...... سب متقدمین کا اتفاق ہے جو ہم سے پہلے گزر چکے ہیں کہ یہ عالم گیر غلبہ مسیح موعود کے وقت ظہور میں آئے گا''۔ (۳۴۲/الف) چشمۂ معرفت کی مذکورہ عبارت سے ایک تو یہ معلوم ہوا کہ مرزا صاحب کو اس کا بھرپور اعتراف تھا کہ سچے مسیح کی آمد پر تمام اقوام عالم ایک ہی مذہب یعنی دین اسلام پر جمع ہوجائیں گی، اور باقی تمام ادیان مٹ جائیں گے۔ پس مرزا قادیانی اپنے ہی قلم سے جھوٹے ثابت ہوگئے کیوں کہ ان کے زمانے میں پوری دنیا میں تو اسلام کیا پھیلتا قادیان کے سب لوگوں نے بھی اسلام قبول نہ کیا بل کہ جو کروڑوں مسلمان مرزا صاحب کو جھوٹا مسیح سمجھتے ہیں وہ بھی قادیانی شریعت کی رو سے کافر ہوگئے۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ اگر یہ فرض بھی کرلیا جائے کہ قیامت کے قریب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے علاوہ کوئی اور صاحب بہ طور مسیح موعود آئیں گے تو بھی جب سب لوگ ایسے کسی (مفروضہ) سچے مسیح کی آمد پر اسلام قبول کرلیں گے تو لازماً وہ سب کے سب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بھی ایمان لانے کے پابند ہوں گے کیوں کہ کسی بھی پیغمبر کا انکار کرنے والا کافر ہے، اسے مسلمان نہیں کہا جاسکتا۔ اب دیکھئے کہ چشمۂ معرفت مرزا صاحب کی ۱۹۰۸ء کی تصنیف ہے تو صرف ایک سال پہلے ۱۹۰۷ء میں انہوں نے حقیقۃ الوحی میں یہ کیسے لکھ دیا کہ'' یہ عقیدہ کھلے طور پر قرآن شریف کے مخالف ہے کہ کوئی زمانہ ایسا بھی آئے گا کہ سب لوگ حضرت عیسیٰؑ کو قبول کرلیں گے''۔ پس مرزا صاحب کی مذکورہ دونوں کتب کی عبارتوں میں کھلا تناقض پایا جاتا ہے۔ (۳۴۲/ب) نیز مرزا صاحب کے مذکورہ دونوں اقوال میں سے ایک قول لازماً جھوٹا ہے۔ جھوٹے قول کی شرع میں ہرگز کوئی صحیح اصل نہیں ہوا کرتی اور مرزا صاحب کی کتاب آئینہ کمالات اسلام (۱۸۹۳ء) کے حوالے سے ہم بارہا یہ بیان کرتے چلے آرہے ہیں کہ خلاف شرع قول خواہ کسی صاحب الہام شخص سے صادر ہو یا کسی مجتہد

کے منہ سے نکلے بہ ہر حال اس کے اندر شیاطین کھیل رہے ہوتے ہیں۔ پس دیگر بہت سے مواقع کی طرح یہاں بھی مرزا جی شیاطین کا کھلونا ثابت ہو رہے ہیں۔ قادیانی حضرات کو شیاطین کے اس کھلونے سے چمٹے رہنے پر آخر اصرار کیوں ہے؟

ثانیاً یہودیوں کے متعلق سورۂ مائدہ میں جو کہا گیا ہے کہ ہم نے قیامت کے دن تک ان میں باہم بغض وعداوت ڈال دی ہے تو اس کا تعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور کے یہودیوں سے بھی ہے چناں چہ سورۂ حشر میں ہے **تحسبھم جمیعا وقلوبھم شتّٰی** (۳۴۲/ ج) کہ ''(اے پیغمبر!) تو (ان کی ظاہری حالت کے پیش نظر) انہیں متحد خیال کرتا ہے حال آں کہ ان کے دل ایک دوسرے سے الگ ہیں''۔ اب اگر کوئی یہ دعویٰ کرے کہ قرآن کریم میں تو کہا گیا ہے کہ ہم نے ان یہودیوں کے درمیان قیامت تک کے لئے دشمنی ڈال دی ہے لہٰذا دورِ نبوی کے ان یہودیوں کو قیامت تک زندہ رہنا چاہئے تھا۔ پس قرآن (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) جھوٹا ہے تو ایسا دعویٰ حماقت یا الحاد وشرارت پر ہی مبنی ہو سکتا ہے۔ سہولتِ فہم کے لئے قرآن کریم کا نزول عام لسانی محاورات کے مطابق ہوا ہے۔ اگر کہا جائے کہ زید اور بکر میں تا قیامت محبت رہے گی تو اس کا فوراً سمجھ میں آنے والا صحیح مفہوم یہی ہے کہ زید اور بکر جب تک زندہ رہیں گے تو ان کی باہمی محبت برقرار رہے گی۔ یہ مطلب نہیں کہ وہ قیامت تک موجود رہیں گے اور قیامت سے پہلے نہیں مریں گے۔ اسی طرح متعلقہ قرآنی آیت کے مطابق یہودی جب تک دنیا میں رہیں گے تو مختلف فرقوں میں بٹ جانے اور دیگر وجوہ کی بنا پر وہ باہم دشمن رہیں گے۔ اور اگر کسی خاص دور میں کسی مشترکہ مقصد کے لئے کچھ عرصے تک اپنے باہمی اختلافات کے باوجود متحد بھی ہو جائیں تو اس طرح کی استثنائی صورتوں سے آیت کا عموم متاثر نہیں ہوتا۔ نیز اس ظاہری اتحاد کے باوجود ان کا باہم مذہبی اختلاف وغیرہ تو پھر بھی باقی رہے گا۔

ثالثاً جب مرزا قادیانی بھی یہ تسلیم کرتے ہیں کہ سچے مسیح کی آمد پر اسلام کے علاوہ دیگر تمام مذاہب ختم ہو جائیں گے تو ظاہر ہے کہ یہودی بھی ختم ہو جائیں گے اور سچے مسیح کی آمد پر اگلے ہی روز تو قیامت برپا نہیں ہو جائے گی۔ پس سچے مسیح حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں یا کوئی اور (مفروضہ) مسیح آئے جب سب لوگ اسلام قبول کر لینے کی بنا پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بھی ایمان لانے کے بہ ہر حال پابند ہوں گے تو مرزا قادیانی کے نرالے استدلال کے مطابق یہودی تو پھر بھی قیامت سے پہلے ہی ختم ہو جائیں گے تو متعلقہ قرآنی آیت: **والقینا بینھم العداوۃ والبغضاء الی یوم القیامۃ** کے مضمون کو مرزا جی کے بھونڈے استدلال کے مطابق (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) پھر بھی جھوٹا قرار دینا پڑے گا۔ اس سے صاف

معلوم ہوا کہ مرزا قادیانی کا مذکورہ بالا استدلال سراسر شیطانی ہے۔ آیت کا متبادر الی الفہم یعنی فوراً سمجھ میں آنے والا مفہوم و مطلب بالکل واضح ہے جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔

رابعاً سچے مسیح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد پر اگر چہ دیگر مذاہب باطلہ کی طرح موجودہ یہودیت بھی ختم ہو جائے گی لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے انتقال کے کچھ عرصے کے بعد کفر دوبارہ پھیلنا شروع ہوگا اور قیامت صرف کفار پر ہی قائم ہوگی تو کفر کے اس نئے دور میں اگر کسی بھی صورت میں پرانے مذاہب یہودیت ونصرانیت بھی معدوم ہونے کے بعد دوبارہ نشوونما پانے لگیں تو آیت میں ''الیٰ یوم القیامۃ'' کا ظاہری مفہوم بھی برقرار رہے گا اور حضرت عیسیٰؑ کے زمین پر نزول کے زمانے میں یہودیت ونصرانیت کے عارضی خاتمے کی وجہ سے ان میں مخاصمت وعداوت کا عارضی خاتمہ ایک استثنائی صورت ہوگی اور اوپر بارہا بیان کیا جا چکا ہے کہ استثنائی صورتوں سے کسی خبر ضابطے اور قانون کا عموم متاثر نہیں ہوا کرتا بہ شرطے کہ ایسی کسی استثنائی صورت پر کوئی قطعی اور یقینی دلیل قائم ہو جائے۔ عربی زبان میں مقولہ ہے النادر کالمعدوم یعنی جو چیزیں یا حالتیں نادر ہوں وہ معدوم (نہ ہونے) کے برابر سمجھی جائیں گی اور اس سے کلام کا عموم متاثر نہیں ہوگا۔ انگریزی زبان میں بھی یہ مقولہ مشہور ہے'' Exception gres to prove a law'' یعنی استثنائی صورتوں سے قانون یا ضابطہ ٹوٹتا نہیں بل کہ ثابت شدہ ہی رہتا ہے۔ الغرض ''الیٰ یوم القیامۃ'' سے ہمیشہ حقیقی معنی ہی مراد نہیں لیا جاتا بل کہ اکثر وبیشتر اس سے دوام اور ہمیشگی مراد ہوتی ہے۔ مثلاً اگر ہم یہ کہیں کہ مرزا قادیانی نے اپنے ہی قلم سے اپنے آپ کو جو مشرک عظیم اور شیاطین کا کھلونا ثابت کر رکھا ہے، قادیانی حضرات اس سلسلے میں قیامت کے دن تک یا قیامت تک مرزا صاحب کی گلوخلاصی نہیں کرا سکتے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہر دور کے قادیانی قیامت کے دن تک لازماً زندہ رہیں گے بل کہ عرف عام میں مراد یہ ہے کہ کسی بھی دور کے قادیانی مرزا صاحب کی مدافعت میں کبھی کامیاب نہیں ہوں گے۔ احادیث صحیحہ کی رو سے قیامت ان لوگوں پر قائم ہوگی جو کبھی بھی اللہ کا نام نہیں لیتے ہوں گے ورنہ جب تک دنیا میں اللہ اللہ کہا جاتا رہے گا تو اس نام کی برکت سے قیامت قائم نہیں ہوگی لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان کفار میں سے یہودی اور عیسائی کہلانے والے لازماً مفقود ہو جائیں گے کیوں کہ وہ تو اللہ کا نام لیتے ہیں۔ دیکھئے دور حاضر میں بھی مثلاً مغربی ممالک میں بہت سے عیسائی کہلانے والے درحقیقت دہریئے ہیں ان کا خدا پر سرے سے ایمان ہی نہیں پس عقلاً عین ممکن ہے کہ جن لوگوں پر قیامت قائم ہو وہ اگر چہ اللہ کا نام نہ لیتے ہوں تو بھی ان میں سے کچھ اپنے آپ کو یہودی اور عیسائی ہی ظاہر کرتے ہوں۔ اس صورت میں ''الیٰ یوم القیامۃ'' کا ظاہری مفہوم بھی برقرار رہے تو اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں

ورنہ عام لسانی محاورات میں ''قیامت تک'' کے الفاظ کو ہمیشگی اور دوام کے معنی میں بھی لیا جاتا ہے یعنی بہ موجب قرآنی آیت یہودی اور عیسائی جب تک اس دنیا میں موجود رہیں گے تو ان میں عداوت ومخاصمت بھی رہے گی صرف استثنائی صورتیں اگر کسی دور میں ہوئیں تو انہیں نظر انداز کیا جائے گا۔ کیوں کہ نادر اور استثنائی صورتوں سے کسی خبر، ضابطے اور قانون کا عموم متاثر نہیں ہوا کرتا۔

۳۔ سورۂ زخرف میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وانہ لعلم للساعۃ فلا تمترنّ بہا (۳۴۳/الف) ''اور بے شک وہ (عیسیٰ) قیامت کی نشانی ہے سوتو اس (قیامت) کے متعلق ہرگز شک نہ کر''۔ آیت کا مفہوم بالکل واضح ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قیامت کے قریب آسمان سے زمین پر نزول ہوگا لہٰذا وہ نہایت اہم علامتِ قیامت ہیں۔ مرزا قادیانی کو اس آیت سے سخت پریشانی ہوئی تو انہوں نے حمامۃ البشریٰ (۱۸۹۳ء) میں اس کے متعلق لکھا ''جان رکھو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انہ لعلم للساعۃ تحقیق وہ (عیسیٰ مسیح) قیامت کی علامت ہے یہ نہیں کہا کہ آئندہ کو علامت ہوگا۔ پس یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وہ (مسیح) علامتِ قیامت کسی ایسی وجہ سے ہے جو اس کو اس وقت حاصل تھی، وہ اس کا بے باپ پیدا ہونا تھا'' (۳۴۳/ب) مرزا جی کی یہ تاویل متعدد وجوہ کی بنا پر باطل اور مردود ہے:

اوّلاً کوئی اور نہیں بل کہ یہی مرزا غلام احمد قادیانی اعجاز احمدی (۱۹۰۲ء) میں لکھتے ہیں ''پھر یہ (علماء) کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کی نسبت ہے وانہ لعلم للساعۃ۔ جن لوگوں کی یہ قرآن دانی ہے ان سے ڈرنا چاہئے کہ نیم ملا خطرۂ ایمان۔ کیسی بدبودار نادانی ہے جو اس جگہ ''ساعۃ'' سے قیامت سمجھتے ہیں۔ اب مجھ سے سمجھو کہ ''ساعۃ'' سے مراد اس جگہ وہ عذاب ہے جو حضرت عیسیٰؑ کے بعد طیطوس رومی کے ہاتھ سے یہودیوں پر نازل ہوا تھا'' (۳۴۳/ج) غور کیجئے کہ خود مرزا قادیانی نے اس آیت میں ''ساعۃ'' کا ترجمہ ۱۸۹۳ء میں حمامۃ البشریٰ میں ''قیامت'' ہی کیا تھا۔ یعنی بعد میں ۱۹۰۲ء میں اعجاز احمدی کی مذکورہ عبارت کے مطابق انہوں نے یہ ثابت کردیا کہ وہ ۱۸۹۳ء میں ایسے نیم ملا خطرۂ ایمان تھے جن سے لوگوں کو ڈرنا چاہئے وہ ان ایام میں نہایت ہی بدبودار نادانی کا (اپنے ہی الفاظ میں) مظاہرہ کرتے ہوئے ''ساعۃ'' سے قیامت ہی مراد لے رہے تھے۔ ان دنوں وہ حقیقی مسیح موعود ہونے کا بھی دعویٰ کر چکے تھے۔ بہ الفاظ دیگر وہ اپنے ہی الفاظ میں ایسے مسیح موعود تھے جس کی قرآن دانی سے لوگوں کو ڈرنا چاہئے کیوں کہ وہ نہایت بدبودار نادانی سے آیت میں ''ساعۃ'' سے قیامت مراد لے کر نیم ملا خطرۂ ایمان بنے ہوئے تھے۔ پس مرزا جی کی عبارتوں میں کھلا کھلا تناقض پیدا ہوگیا اور ہم اوپر ان ہی کی کتب کے حوالوں سے بارہا

یہ بیان کر چکے ہیں کہ ایسا کھلا کھلا تناقض مخبوط الحواس یا جھوٹے کے کلام میں ضرور ہوا کرتا ہے۔ اب قادیانی حضرات کو اختیار ہے وہ اپنے حضرت جی کو جو چاہیں سمجھ لیں۔

ثانیاً حمامۃ البشریٰ میں مرزا صاحب نے تسلیم کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بے باپ پیدا ہوئے تھے لیکن کوئی اور نہیں بل کہ یہی مرزا قادیانی اپنی کتب ایام الصلح (۱۸۹۱ء)، کشتی نوح (۱۹۰۲ء) اور چشمۂ مسیح (۱۹۰۶ء) وغیرہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یوسف نجار کا بیٹا ظاہر کرتے ہیں اور یہ بھی لکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے چار بھائی اور دو بہنیں تھیں یہ سب بہ قول مرزا صاحب حضرت عیسیٰؑ کے حقیقی بھائی بہن تھے اور یہ سب یوسف نجار اور حضرت مریمؑ کی اولاد تھی (۳۴۴/ الف)۔ بہ الفاظ دیگر مرزا قادیانی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بے باپ پیدا ہونے کا یہودیوں کی طرح صاف صاف انکار کر ڈالا اور قرآن کریم کی کھلی کھلی تکذیب کر کے یہودیوں کی طرح ملعون اور مغضوب علیہم کفار میں شامل ہو گئے۔ الغرض یہاں بھی مرزا جی کے کلام میں کھلا کھلا تناقض پیدا ہو رہا ہے جو خود ان کے اپنے الفاظ کے مطابق مخبوط الحواس، منافق اور جھوٹے کے کلام میں ہی ہوا کرتا ہے۔ متناقض اور متضاد باتوں میں لازماً کسی نہ کسی بات کو غلط اور جھوٹ قرار دینا ہوگا۔ غلط باتوں کی کوئی صحیح اصل شرع میں ہرگز نہیں ہو سکتی اور ہم مرزا صاحب کی کتاب آئینہ کمالات اسلام (۱۸۹۳ء) کے حوالے سے بارہا بتا چکے ہیں کہ خلاف شرع بات خواہ کسی الہام یافتہ شخص کے منہ سے نکلے یا کوئی مجتہد ایسی بات کہے تو اس کے اندر شیاطین کھیل رہے ہوتے ہیں (۳۴۴/ب) پس دیگر لاتعداد مواقع کی طرح یہاں بھی مرزا قادیانی شیاطین کا محبوب کھلونا ثابت ہو رہے ہیں۔

ثالثاً مستقبل کی کسی اہم اور عظیم الشان خبر کو عام لسانی محاورات میں حال اور ماضی کے صیغوں میں بیان کر دینا عام معمول ہے۔ مثلاً حضرت عیسیٰؑ نے سورۂ مریم کی رو سے گہوارے میں کلام کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا تھا واتانی الکتاب کہ اللہ نے مجھے کتاب دی ہے حال آں کہ وہ اس وقت اپنے ہاتھوں میں انجیل کو پکڑے ہوئے نہیں تھے یہ تو انہیں کئی سالوں کے بعد ملی تھی لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہاں صیغہ فعل ماضی کا استعمال کیا ہے۔ پس سورۂ زخرف کی زیر نظر آیت **وانہ لعلم للساعۃ** کا ترجمہ یہ کیا جائے کہ وہ (عیسیٰ) قیامت کی نشانی ہیں یا یہ ترجمہ کیا جائے کہ وہ قیامت کی نشانی ہوں گے تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یہاں حقیقت یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہر دور میں لوگوں کے لئے قیامت کی نشانی اس لئے رہے ہیں اور آئندہ بھی رہیں گے کہ قیامت کے قریب ان کا زمین پر نزول ہوگا۔ پس مرزا قادیانی کی تاویلات فاسد اور باطل ہیں۔

رابعاً تفسیر غرائب القرآن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ایک حدیث کے کلمات ہیں :

الستم تعلمون ان ربنا حیّ لایموت وان عیسیٰ یأتی علیه الفناء (۳۴۴/ج) یہ بات رسول اللہ ﷺ نے عیسائیوں کے وفد سے مباحثے کے دوران فرمائی تھی یعنی ''کیا تم نہیں جانتے کہ ہمارا رب زندہ ہے اسے موت نہیں آئے گی اور بے شک عیسیٰ علیہ السلام پر موت وارد ہوگی''۔ یہاں قادیانیوں کا اصرار ہے کہ حدیث میں أتی علیه الفناء کے کلمات ہی صحیح ہیں جو علامہ واحدی سے منقول ہیں لیکن حدیث وتفسیر کی معتبر کتابوں میں اور خود تفسیر غرائب القرآن میں علامہ واحدی کے حوالے سے " یاتی علیه الفناء" کے ہی کلمات ہیں۔ لیکن اگر قادیانیوں کی دل جوئی کے لئے "أتی علیه الفناء" کے کلمات ہی کو درست سمجھ لیا جائے تو جیسا کہ ہم ابھی اوپر قرآن کریم کی سورۂ مریم کے حوالے سے بیان کر چکے ہیں، مستقبل کے اہم واقعات کو حال اور ماضی کے صیغوں سے بیان کر دیا جاتا ہے۔ لہٰذا مرزا قادیانی اور ان کے عقیدت مندوں کے ہاتھ پھر بھی کچھ نہیں آتا۔

خامساً حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے اپنی ماں مریم صدیقہؓ کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔ اگر بہ قول مرزا صاحب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بن باپ پیدا ہونا علامت قیامت ہے تو حضرت آدم علیہ السلام تو باپ اور ماں دونوں کے بغیر پیدا ہوئے تھے اس لئے انہیں تو بہ طریق اولیٰ علامتِ قیامت قرار دینا چاہئے۔ لیکن حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق کوئی ایسا مضمون قرآن کریم میں نہیں ہے۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی ہر دور میں اس لئے علامت قیامت ہیں کہ قیامت کے قریب ان کا آسمان سے زمین پر نزول ہوگا۔ مرزا جی اپنی ہی عبارتوں سے بار ہا مخبوط الحواس، منافق، جھوٹے اور شیاطین کا کھلونا ثابت ہو رہے ہیں، ان کی تاویلات کو لازماً شیطانی تاویلات ہی ٹھہرانا ہوگا۔

۴۔ جب ملائکہ نے حضرت مریم علیہا السلام کو بشارت دی کہ ان کے بطن سے بغیر باپ کے بیٹا پیدا ہوگا جس کا نام مسیح عیسیٰ ابن مریم ہوگا تو دیگر اوصاف کے علاوہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ وصف بھی بیان فرمایا وَیُعَلِّمُهُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرَاةَ وَالْإِنْجِيلَ (۳۴۵/الف) یعنی ''وہ (اللہ تعالیٰ) اسے کتاب اور حکمت اور تورات اور انجیل کی تعلیم دے گا''۔ سورۂ مائدہ میں ہے کہ بہ روز قیامت جب اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنے انعامات واحسانات یاد دلائے گا تو یہ بھی فرمائے گا وَإِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرَاةَ وَالْإِنْجِيلَ (۳۴۵/ب) ''اور (وہ وقت بھی یاد کر) جب میں نے تجھے کتاب اور حکمت اور تورات اور انجیل کی تعلیم دی تھی''۔ قرآنی محاورے میں جب کتاب کے ساتھ حکمت کا لفظ آئے تو کتاب سے قرآن کریم اور حکمت سے سنتِ رسول اللہ ﷺ مراد ہوا کرتی ہے۔ اللہ

تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تورات اور انجیل کا علم دیا کیوں کہ وہ بنی اسرائیل کے لئے رسول تھے۔ قیامت کے قریب جب ان کا زمین پر نزول ہوگا۔ تو ان کی حیثیت رسول اللہ ﷺ کی شریعت کے معاون کی ہوگی۔ ان کی دوبارہ آمد کا بڑا مقصد مسیح دجال اور اس کے برپا کئے ہوئے خوف ناک فتنے کا استیصال ہوگا۔ ساتھ ہی وہ لوگوں کو شریعت محمدیہ پر چلائیں گے اور خود بھی اسی پر عمل پیرا ہوں گے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں قرآن وسنت کی بھی تعلیم دی۔ زمین پر ان کی دوبارہ آمد سے عقیدہ ختم نبوت کی ہرگز نفی نہیں ہوتی۔ ختم نبوت کا بالاتفاق مفہوم یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ جو انبیاء علیہم السلام آپ سے پہلے اس دنیا میں مبعوث ہوئے تھے ان کی رسالت ونبوت (معاذ اللہ) ختم ہو جائے گی بل کہ انبیائے سابقین میں سے بہ شمول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کسی کی بھی رسالت ونبوت کا انکار کفر ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبوت رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری سے قبل مل چکی تھی۔ قیامت کے قریب دنیا میں نزول کے بعد وہ شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر ہی عمل کریں گے اور کرائیں گے۔ وہ کسی نئی امت کی تشکیل ہرگز نہیں کریں گے۔ اگر ان کی دوبارہ آمد پر امت مسلمہ میں سے کچھ لوگ ان پر ایمان لائیں اور کچھ ان کا انکار کریں تو بے شک انکار کرنے والے کافر ہوں گے لیکن ایسا ہوگا ہی نہیں۔ نہ صرف امت مسلمہ کے سب افراد ان پر ایمان لائیں گے بل کہ یہود ونصاریٰ اور دیگر اقوام عالم بھی اسلام قبول کرلیں گی اور تمام ادیان باطلہ نیست ونابود ہو جائیں گے لہٰذا امت محمدیہ کے تسلسل میں قطعاً کوئی خلل پیدا نہیں ہوگا اور کوئی نئی امت ہرگز وجود پذیر نہیں ہوگی اس لئے ختم نبوت کا صحیح مفہوم بھی متاثر نہیں ہوگا بل کہ بہ حال رہے گا۔ بہ الفاظ دیگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی ہونے کے باوجود اس وقت کسی نئی امت کو تشکیل نہیں دیں گے۔ ان کی وحی کی حیثیت عملی اور انتظامی امور میں الہام ربانی کی ہوگی۔ وہ اس وحی پر کسی کو ایمان لانے کی دعوت اس انداز میں نہیں دیں گے جس سے کوئی نئی امت وجود پذیر ہو۔ یعنی ان کی نبوت نافذ نہیں ہوگی۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے کسی صوبے کا حاکم دوسرے صوبے میں چلا جائے تو وہ اپنے عہدے سے معزول نہیں سمجھا جائے گا لیکن جس صوبے میں وہ آیا ہے اس میں اس کی حکومت نافذ نہیں ہوگی بل کہ وہ دوسرے صوبے کے حاکم کے قوانین پر ہی عمل پیرا ہوگا۔ چوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی پر ان کی نبوت نافذ نہیں ہوگی بل کہ وہ شریعت محمدیہ ہی کی پیروی کریں گے اس لئے بعض اہل علم نے انہیں رسول اللہ ﷺ کا امتی قرار دیا تو بعض نے انہیں امتی کی بہ جائے شریعت محمدیہ کا معاون ٹھہرایا۔ یہ محض تعبیر کا فرق ہے یعنی یہ لفظی اختلاف ہے، حقیقی نہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل علم کے ہاں ''امتی نبی'' کی کوئی اصطلاح نہیں۔ جنھوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو رسول اللہ ﷺ کا امتی کہا

انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا انکار کرتے ہوئے نہیں بل کہ اس سے صَرفِ نظر کرتے ہوئے ایسے کہا۔ جس نبی کی نبوت جاری ہو تو اس کے ماننے والے مومن اور انکار کرنے والے کافر ہوں گے یوں وہ اپنی امت کو بھی تشکیل دے گا گو وہ کسی سابقہ پیغمبر کی شریعت پر عمل کرتا اور کراتا ہو۔ مثلاً حضرت سلیمان علیہ السلام شریعت موسویہ کے پیرو تھے لیکن ان پر جو وحی نازل ہوتی تھی اس پر بھی ایمان لانے کے لوگ پابند تھے اس لئے وہ شریعت موسویہ کی اتباع کے باوجود امتی نبی نہیں بل کہ شریعت موسویہ کے معاون نبی کہلائیں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی آمدِ ثانی پر نبوت سے معزول ہرگز نہیں ہوں گے لیکن ان کی نبوت عملاً جاری نہیں ہوگی اور وہ اپنی وحی پر لوگوں کو ایمان لانے کی دعوت نہیں دیں گے۔ ان پر وحی کا نزول بعض اہم انتظامی و عملی امور میں ان کی ذاتی رہ نمائی کے لئے ہوگا اور لوگ ان کی اطاعت کے لئے اس لئے پابند ہوں گے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ ہوں گے نہ یہ کہ کوئی نئے نبی ہوں گے جو رسول اللہ ﷺ کے بعد دنیا میں پیدا ہوا ہو۔ اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کوئی انکار کرے گا ہی نہیں بل کہ سب کے سب ان پر ایمان لاکر دین اسلام میں داخل ہو جائیں گے اس لئے کوئی نئی امت وجود پذیر نہیں ہوگی بل کہ امت محمدیہ کا تسلسل برقرار رہے گا اور عقیدۂ ختم نبوت خلل پذیر نہیں ہوگا۔

۵۔ ملائکہ نے حضرت مریم علیہا السلام کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کی بشارت سناتے ہوئے یہ بھی کہا تھا، **ویکلم الناس فی المھد و کھلا** (۳۴۵/ج) ''اور وہ (مسیح عیسیٰ ابن مریم) لوگوں سے گہوارے میں اور ادھیڑ عمر میں باتیں کرے گا''۔ سورۂ مریم میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بن باپ ولادت پر لوگوں نے حضرت مریمؑ پر اعتراض کیا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام ماں کی گود ہی میں بول اٹھے کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب دی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے تا آخر کلام۔ گہوارے، بچپن اور جوانی میں حضرت عیسیٰ السلام نے لوگوں سے باتیں کیں لیکن ادھیڑ عمر تک پہنچنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے آپ کو دشمنوں سے بچا کر آسمان پر زندہ اٹھالیا۔ قیامت کے قریب جب ان کا زمین پر نزول ہوگا تو وہ چالیس پینتالیس سال تک زمین پر رہیں گے اس لئے دنیا میں ادھیڑ عمر میں بھی لوگوں سے باتیں کرنے کا انہیں موقع ملے گا۔ سب ہی ادھیڑ عمر پانے والے باتیں کرتے ہیں اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بہ ظاہر کوئی خصوصیت نہیں لیکن چوں کہ ادھیڑ عمر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پہلے کلام نہیں کیا، زمین پر نزول کے بعد کریں گے اس لئے ملائکہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یہ خصوصیت بھی بیان کردی جو دیگر دلائل کے علاوہ ان کے رفع ونزول پر مزید زبردست دلیل ہے۔ تمام معتبر مفسرین مثلاً امام رازیؒ وغیرہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ادھیڑ عمر میں لوگوں سے باتیں کرنے کا یہی مطلب بیان کیا ہے جو اوپر مذکور ہو چکا۔

ز: بہ حوالہ ''مسیح موعود ہونے کے جھوٹے دعوے سے پہلے مرزا غلام احمد قادیانی کی قلابازیاں''

مرزا قادیانی پہلے تو آسمان پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ اٹھائے جانے اور قیامت کے قریب زمین پر ان کے نزول کے سال ہا سال تک قائل رہے۔ پھر مثیل مسیح ہونے کا اور بالآخر حقیقی مسیح ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ ان کی کتب کے بعض متعلقہ اقتباسات پیش کئے جا رہے ہیں، تا کہ ان کے کلام میں جو کھلا کھلا تناقض پایا جاتا ہے وہ ان کے مفتری اور پرلے درجے کا کذاب ہونے پر مزید شہادت کا کام دے:

۱۔ براہین احمدیہ (۱۸۸۰۔۱۸۸۴ء) میں مرزا قادیانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق لکھتے ہیں ''سو حضرت مسیح تو انجیل کو ناقص کی ناقص ہی چھوڑ کر آسمانوں پر جا بیٹھے''۔ (۳۴۶/الف) کوئی بھی آسمانی کتاب ناقص نہیں ہوا کرتی۔ یہ مرزا جی کی اپنی کوڑھ مغزی ہے۔ کسی بھی آسمانی کتاب کو ناقص قرار دینا کفر ہے۔ البتہ یہاں یہ تو معلوم ہو رہا ہے کہ مرزا صاحب ابتداء میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع سماوی کے قائل تھے۔

۲۔ اسی براہین احمدیہ میں وہ لکھتے ہیں ''جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا'' (۳۴۶/ب) مرزا قادیانی کے ہاتھ سے قادیان میں بھی اسلام نہ پھیل سکا لہٰذا وہ اپنے ہی قلم سے جھوٹے مسیح ثابت ہو رہے ہیں۔ تاہم اس عبارت سے واضح ہے کہ وہ ابتداء میں کسی اور کے نہیں بل کہ صرف اور صرف سچے مسیح حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام ہی کے دنیا میں دوبارہ آنے کے قائل تھے۔

۳۔ اسی براہین احمدیہ میں وہ لکھتے ہیں ''اور حضرت مسیح علیہ السلام نہایت جلالیت کے ساتھ دنیا پر اتریں گے اور تمام راہوں اور سڑکوں کو خس و خاشاک سے صاف کر دیں گے'' (۳۴۶/ج)

۴۔ آئینہ کمالات اسلام (۱۸۹۳ء) میں وہ لکھتے ہیں **الا یعلمون ان المسیح ینزل من السماء بجمیع علومہ ولا یاخذ شیئا من الارض مالھم لا یشعرون**، کیا یہ لوگ جانتے نہیں کہ مسیح آسمان سے اپنے تمام علوم کے ساتھ اتریں گے اور زمین سے کچھ حاصل نہیں کریں گے۔ ان لوگوں کو کیا ہوا کہ وہ سمجھتے نہیں'' (۳۴۷/الف) مرزا صاحب یہاں جو بھی شیطانی تاویلات کریں لیکن ان کی اس عبارت سے صاف واضح ہے کہ حضرت مسیح عیسیٰ علیہ السلام کا نزول آسمان سے ہوگا۔

۵۔ توضیح المرام (۱۸۹۰۔۱۸۹۱ء) میں مرزا قادیانی نے لکھا ''اب پہلے ہم صفائی بیان کے لئے یہ لکھنا چاہتے ہیں کہ بائبل اور ہماری احادیث اور اخبار کی کتابوں کی رو سے جن نبیوں کا اسی وجود عنصری

کے ساتھ آسمان پر جانا تصور کیا گیا ہے وہ دو نبی ہیں۔ ایک یوحنا جس کا نام ایلیاہ اور ادریس بھی ہے، دوسرے مسیح ابن مریم جن کو عیسیٰ اور یسوع بھی کہتے ہیں۔ ان دونوں نبیوں کی نسبت عہد قدیم اور جدید کے بعض صحیفے بیان کرر ہے ہیں کہ وہ دونوں آسمان کی طرف اٹھائے گئے اور پھر کسی زمانے میں زمین پر اتریں گے اور تم ان کو آسمان سے آتے دیکھو گے۔ ان ہی کتابوں سے کسی قدر ملتے جلتے الفاظ احادیث نبوی میں بھی پائے جاتے ہیں''۔ (۳۴۷/ب)

۶۔ ''مسیح ہندوستان میں'' مرزا صاحب کی ۱۸۹۹ء کی کتاب ہے اس میں وہ لکھتے ہیں ''اور من جملہ انجیلی شہادتوں کے جو ہم کو ملی ہیں انجیل متیٰ کی مندرجہ ذیل آیت ہے، اور اس وقت انسان کے بیٹے کا نشان آسمان پر ظاہر ہوگا اور اس وقت زمین کی ساری قومیں چھاتی پیٹیں گی اور انسان کے بیٹے کو بڑی قدرت اور جلال کے ساتھ آسمانوں کے بادلوں پر آتے دیکھیں گی دیکھو متیٰ باب ۲۴ آیت ۳۰'' (۳۴۷/ج)

۷۔ مرزا صاحب ایک اشتہار میں لکھتے ہیں ''اور مصنف کو اس بات کا علم دیا گیا ہے کہ وہ مجدد وقت ہے اور روحانی طور پر اس کے کمالات مسیح ابن مریم کے کمالات سے مشابہ ہیں اور ایک کو دوسرے سے بہ شدت مناسبت و مشابہت ہے'' (۳۴۸/الف)

۸۔ ازالۂ اوہام (۱۸۹۱ء) میں مرزا صاحب نے لکھا ''اس عاجز نے جو مثیل مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے جس کو کم فہم لوگ مسیح موعود خیال کر بیٹھے ہیں یہ کوئی نیا دعویٰ نہیں جو آج ہی میرے منہ سے سنا گیا ہو بل کہ یہ وہی پرانا الہام ہے جو میں نے خدا تعالیٰ سے پاکر براہین احمدیہ کے کئی مقامات پر بہ تصریح درج کر دیا تھا جس کے شائع کرنے پر سات سال سے بھی کچھ زیادہ عرصہ گزر گیا ہوگا۔ میں نے یہ دعویٰ ہرگز نہیں کیا کہ میں مسیح ابن مریم ہوں۔ جو شخص میرے پر یہ الزام لگاوے وہ سراسر مفتری اور کذاب ہے بل کہ میری طرف سے سات آٹھ سال سے برابر یہی شائع ہو رہا ہے کہ میں مثیل مسیح ہوں'' (۳۴۸/ب)

۹۔ اسی ازالۂ اوہام (۱۸۹۱ء) میں مرزا صاحب نے لکھا ''میں نے صرف مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور میرا یہ بھی دعویٰ نہیں کہ صرف مثیل ہونا میرے پر ہی ختم ہو گیا ہے بل کہ میرے نزدیک ممکن ہے کہ آئندہ زمانوں میں میرے جیسے اور دس ہزار بھی مثیل مسیح آجائیں''۔ (۳۴۸/ج)

۱۰۔ مؤرخہ ۱۱ فروری ۱۸۹۱ء کو اپنے ایک مکتوب میں مرزا قادیانی نے لکھا ''میں اس سے ہرگز انکار نہیں کرسکتا اور نہ کروں گا کہ شاید مسیح موعود کوئی اور بھی ہو اور شاید یہ پیشین گوئیاں جو میرے حق میں روحانی طور پر ہیں، ظاہری طور پر اس پر بنتی ہوں اور شاید سچ مچ دمشق میں کوئی مسیح نازل ہو''۔ (۳۴۹/الف)

۱۱۔ اعجاز احمدی (۱۹۰۲ء) میں اپنے مذکورہ بالا سابقہ اقوال کی تغلیط و تکذیب کرتے ہوئے

جھوٹے مسیح مرزا قادیانی نے لکھا ''پھر میں قریباً بارہ برس تک جو ایک زمانہ دراز ہے بالکل اس سے بے خبر اور غافل رہا کہ خدا نے مجھے بڑی شد و مد سے براہین (احمدیہ) میں مسیح موعود قرار دیا ہے اور حضرت عیسیٰؑ کی آمد ثانی کے رسمی عقیدے پر جما رہا''۔(۳۴۹/ب)

۱۲۔کشتی نوح (۱۹۰۲ء) میں اس جھوٹے مسیح نے لکھا ''اور یہی عیسیٰ ہے جس کی انتظار تھی اور الہامی عبارتوں میں مریم اور عیسیٰ سے میں (مرزا قادیانی) ہی مراد ہوں''۔(۳۴۹/ج)

۱۳۔اشتہار ''ایک غلطی کا ازالہ (۱۹۰۱ء)'' میں اس جھوٹے مسیح نے لکھا ''مجھے اس خدا کی قسم ہے جس نے مجھے بھیجا ہے اور جس پر افترا کرنا لعنتیوں کا کام ہے کہ اس نے مسیح موعود بنا کر مجھے بھیجا ہے''۔(۳۵۰/الف) مرزا قادیانی لعنتی تھے یا نہیں، اس کا فیصلہ وہ خود ہی اپنے قلم سے یوں کرتے ہیں ''اگر یہ پیشین گوئی (یعنی محمدی بیگم دختر احمد بیگ سے مرزا قادیانی کے نکاح کی) خدا کی طرف سے نہیں تو میں نامراد، ملعون، مردود، ذلیل اور دجال ہوں''۔(۳۵۰/ب) مرزا قادیانی تادم آخر ہر طرح کی کوشش اور اشتہار بازی کے باوجود محمدی بیگم کو اپنے نکاح میں نہیں لا سکے لہٰذا وہ اپنے ہی قلم سے نامراد اور ملعون ثابت ہو گئے اور اشتہار ایک غلطی کا ازالہ میں وہ تسلیم کر رہے ہیں کہ لعنتی لوگ خدا پر افترا کیا کرتے ہیں۔ جو لعنتی خدا پر افتراء کرتے ہیں وہ خدا کے نام کی جھوٹی قسم کھائیں تو اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں۔

۱۴۔تحفہ گولڑویہ (۱۹۰۰۔۱۹۰۲ء) میں مرزا قادیانی نے لکھا ''میرا دعویٰ یہ ہے کہ میں وہ مسیح موعود ہوں جس کے بارے میں خدا تعالیٰ کی تمام پاک کتابوں میں پیش گوئیاں ہیں کہ وہ آخری زمانے میں ظاہر ہوگا''۔(۳۵۰/ج)

۱۵۔حقیقۃ الوحی (۱۹۰۷ء) میں جھوٹے مسیح مرزا قادیانی نے لکھا ''اسی طرح اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح سے کیا نسبت ہے وہ نبی ہے اور خدا کے بزرگ مقربین میں سے ہے اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا تو میں اس کو جزوی فضیلت قرار دیتا تھا مگر بعد میں خدا کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی۔ اس نے مجھے اس عقیدے پر قائم نہ رہنے دیا''(۳۵۱/الف)

۱۶۔الاستفتاء ضمیمہ حقیقۃ الوحی (۱۹۰۷ء) میں آسمان پر حیات عیسیٰؑ کے اس عقیدے کے متعلق جس پر وہ خود بھی سالہا سال تک قائم رہے تھے، لکھا ''یہ شرک عظیم ہے جو نیکیوں کو کھا جاتا ہے اور خلاف عقل ہے''(۳۵۱/ب) یعنی جھوٹے مسیح مرزا قادیانی باعتراف خود سالہا سال تک نیکیاں کھا جانے والے اور خلاف عقل شرک عظیم کے مرتکب رہے تھے۔

۱۷۔نور الحق (۱۸۹۴ء) میں مرزا صاحب نے لکھا ''اللہ تعالیٰ مجھے آنکھ جھپکنے کے برابر بھی غلطی پر

نہیں رہنے دیتا اور مجھے ہر ایک غلط بات سے محفوظ رکھتا ہے'' (۳۵۱/ج)۔ تعجب ہے اس کے باوجود مرزا صاحب باعتراف خود سال ہا سال تک شرک عظیم پر قائم رہے۔ شاید وہ کئی سالوں کے بعد آنکھ جھپکتے ہوں کیوں کہ ان کی آنکھیں ہمیشہ آدھی بند رہا کرتی تھیں۔ ایک دفعہ وہ مع چند خدام کے فوٹو کھنچوانے لگے ''فوٹو گرافر آپ سے عرض کرتا تھا کہ حضور! ذرا آنکھیں کھول کر رکھیں ورنہ تصویر اچھی نہیں آئے گی اور آپ نے اس کے کہنے پر ایک دفعہ تکلف کے ساتھ آنکھوں کو کچھ زیادہ کھولا بھی مگر وہ پھر اسی طرح نیم بند ہو گئیں''۔ (۳۵۲/الف)

۱۸۔ آئینہ کمالات اسلام (۱۸۹۳ء) میں مرزا صاحب نے لکھا ''اس عاجز کو اپنے ذاتی تجربے سے یہ معلوم ہے کہ روح القدس کی قدسیت ہر وقت اور ہر دم اور ہر لحظہ ملہم (الہام یافتہ شخص) کے قُویٰ میں کام کرتی رہتی ہے، اور انوارِ دائمی اور استعانتِ دائمی اور محبت دائمی اور عصمت دائمی اور برکاتِ دائمی کا یہی سبب ہوتا ہے کہ روح القدس ہمیشہ اور ہر وقت ان کے ساتھ ہوتا ہے''۔ (۳۵۲/ب) تعجب ہے کہ اپنے اس ذاتی تجربے کے باوجود جھوٹے مسیح مرزا قادیانی سال ہا سال تک آسمان پر حیات عیسیٰؑ کے اس عقیدے پر جمے رہے جو ان کے بعد کے خیالات کے مطابق ''شرک عظیم، نیکیوں کو کھا جانے والا اور خلاف عقل عقیدہ'' تھا۔ غالباً اس طویل مدت میں (مرزا کے دل چسپ بیانات کی رو سے) روح القدس نے لمبی چھٹی لے رکھی ہو گی اور ان کی خالی آسامی پر خدا نے کسی اور فرشتے کو مقرر نہیں کیا ہو گا! (جل جلالہ)

۱۹۔ ست بچن (۱۸۹۵ء) میں مرزا صاحب نے لکھا ''کسی سچ یار اور عقل مند اور صاف دل انسان کے کلام میں ہرگز تناقض نہیں ہوتا۔ ہاں اگر کوئی پاگل یا مجنون یا ایسا منافق ہو کہ خوشامد کے طور پر ہاں میں ہاں ملا دیتا ہو، اس کا کلام بے شک متناقض ہو جاتا ہے''۔ (۳۵۲/ج)

۲۰۔ ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم (۱۹۰۵ء) میں مرزا صاحب نے لکھا ''جھوٹے کے کلام میں تناقض ضرور ہوتا ہے''۔ (۳۵۳/الف)

۲۱۔ نزول مسیح (۱۹۰۲ء) میں جھوٹے مسیح مرزا قادیانی نے لکھا ''جس دل پر درحقیقت آفتاب وحی تجلی فرماتا ہے اس کے ساتھ ظن اور شک کی تاریکی ہرگز نہیں رہتی'' (۳۵۳/ب) اور اسی کتاب میں انہوں نے مزید لکھا ''لیکن اگر کوئی کلام یقین کے مرتبے سے کم تر ہو تو وہ شیطانی کلام ہے نہ ربانی''۔ (۳۵۳/ج)

۲۲۔ آئینہ کمالات اسلام (۱۸۹۳ء) میں مرزا قادیانی نے لکھا ''جو شخص منہ سے ایسا کلمہ نکالے جس کی شرع میں کوئی صحیح اصل نہ ہو تو خواہ ایسا شخص صاحب الہام ہو یا مجتہد ہو، اس کے اندر شیاطین کھیل

رہے ہوتے ہیں''۔ (۳۵۴/ الف)

مرزا غلام احمد قادیانی کی کتب کے مذکورہ بالا اقتباسات پر نظر ڈالنے سے معلوم ہو رہا ہے کہ وہ بہ زعم خویش حقیقی مسیح موعود تھے لیکن سال ہا سال تک وہ اپنے مزعومہ الہامات کو سمجھنے سے قاصر رہے اور یہ سمجھتے رہے کہ میں صرف مثیل مسیح ہوں اور ایسے مزید مثیل مسیح دس ہزار بھی آ سکتے ہیں۔ جو لوگ کہتے تھے کہ مرزا جی نے اپنی کتابوں میں دراصل حقیقی مسیح ہونے کا دعویٰ کر رکھا ہے، انہیں وہ کم فہم، مفتری اور کذاب ٹھہراتے رہے۔ پھر بالآخر خود ہی حقیقی مسیح موعود ہونے کا دعویٰ داغ دیا۔ اگر ان کے مزعومہ الہامات ربانی ہوتے تو خود ان کے اپنے لکھنے کے مطابق ایسے الہامات میں ظن وشک کی تاریکی نہیں ہوا کرتی بل کہ اگر یہ موجب یقین نہ ہوں تو ان کے اپنے الفاظ میں ایسے الہامات سراسر شیطانی ہوا کرتے ہیں۔ پس جو الہامات سال ہا سال تک خود مرزا جی کی سمجھ سے تو بالاتر رہے لیکن ان کے وہ مخالفین انہیں ٹھیک سمجھ گئے جنہیں مرزا جی کم فہم، مفتری اور کذاب کہا کرتے تھے تو صاف طور پر واضح ہو گیا کہ ان پر شیطانی وحی کا نزول ہوا کرتا تھا۔ ایسی وحی کسی پر بارش کی طرح بھی نازل ہو تو وہ ربانی وحی میں تبدیل نہیں ہو جائے گی۔ مثلاً تیسری شادی کے متعلق، محمدی بیگم سے نکاح کے متعلق، محمدی بیگم کے شوہر مرزا سلطان محمد کی ہلاکت کے متعلق مرزا قادیانی پر متواتر اور سال ہا سال تک الہامات ہوتے رہے اور ان سب امور کو وہ اپنے اوپر بارش کی طرح نازل ہونے والی وحی کی بنا پر تقدیر مبرم قرار دیتے رہے پھر بھی یہ برملا جھوٹے ثابت ہوئے۔ (۳۵۴/ ب)۔ مرزا جی معصوم عن الخطاء ہونے کے بھی مدعی تھے کہ آنکھ جھپکنے کے برابر بھی اللہ تعالیٰ انہیں غلطی پر قائم نہیں رہنے دیتا تو وہ سال ہا سال تک کیوں غلطی میں پڑے رہے؟ ان کے کلام میں کھلا کھلا تناقض بھی ہر کسی کو نظر آ رہا ہے اور خود ان کے اپنے اعتراف کے مطابق ایسا تناقض جھوٹے منافق، پاگل اور مجنون کے کلام میں ہوا کرتا ہے متناقض اقوال سب کے سب سچے نہیں ہو سکتے۔ ان میں جو جھوٹے اقوال ہیں ان کی شریعت میں ہرگز کوئی صحیح اصل نہیں ہو سکتی اور جس شخص کے منہ سے ایسے اقوال صادر ہوں تو خود مرزا جی کے ارشاد کے مطابق اس کے اندر شیاطین کھیل رہے ہوتے ہیں۔ پس ان کی عبارتیں پکار پکار کر بول رہی ہیں کہ ان پر شیطانی وحی نازل ہوا کرتی تھی، وہ شیاطین کا محبوب کھلونا تھے، کلام میں کھلے کھلے تناقض کی وجہ سے وہ پرلے درجے کے مفتری اور کذاب یا پاگل اور مجنون تھے کیوں کہ مراق وہسٹیریا جیسے خطرناک ذہنی امراض میں اپنے مبتلا ہونے کا انہیں بھرپور اعتراف تھا۔ (۳۵۴/ ج) سچے مسیح حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کی قیامت کے قریب زمین پر نزول کی جو علامات احادیث صحیحہ میں آئی ہیں۔ ان میں سے کوئی ایک بھی علامت جھوٹے مسیح مرزا غلام احمد ابن چراغ بی بی پر چسپاں نہیں ہوتی۔ لہٰذا جھوٹے

مسیح کو مراق وہسٹیریا کے زیر اثر نہایت ہی بے ہودہ، لچر اور مضحکہ خیز تاویلات تراشنی پڑیں۔ مثلاً سچے مسیح کا اسم گرامی عیسیٰ علیہ السلام ہے اور وہ بغیر باپ کے اپنی والدہ ماجدہ حضرت مریم علیہا السلام کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔ ادھر جھوٹے مسیح کا نام غلام احمد اور اس کی ماں کا نام چراغ بی بی تھا۔ اس مشکل سے عہدہ برآ ہونے کے لئے مرزا غلام احمد قادیانی کو مریم بن کر حاملہ ہونا پڑا اور وضع حمل کے بعد وہ ''ابن مریم'' ہوگئے!!! (جل جلالہ) چناں چہ وہ کشتی نوح (۱۹۰۲ء) میں ارشاد فرماتے ہیں ''گواس (خدا) نے براہین احمدیہ کے تیسرے حصے میں میرا نام مریم رکھا، پھر جیسا کہ براہین احمدیہ سے ظاہر ہے دو برس تک صفت مریمیت میں میں نے پرورش پائی اور پردہ میں نشو ونما پاتا رہا پھر...... مریم کی طرح عیسیٰ کی روح مجھ میں نفخ کی گئی اور استعارے کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا اور آخر کئی مہینے کے بعد جو دس مہینے سے زیادہ نہیں بہ ذریعہ اس الہام کے جو سب سے آخر براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۵۶ میں درج ہے مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا۔ پس اس طور سے میں ابن مریم ٹھہرا اور خدا نے براہین احمدیہ کے وقت میں اس سرِّ خفی کی مجھے خبر نہ دی''۔ (۳۵۵/الف) مرزا قادیانی پر اعتراض ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے اور تمہارے اباجی کا نام مرزا غلام مرتضیٰ تھا۔ اس اعتراض سے گلوخلاصی کے لئے مرزا جی نے یہ جواب دیا کہ میں بھی بغیر باپ کے پیدا ہوا ہوں کیوں کہ میرا کوئی روحانی باپ نہیں ہے۔ چناں چہ ازالۂ اوہام (۱۸۹۱ء) میں وہ ارشاد فرماتے ہیں ''سو یقیناً سمجھو کہ نازل ہونے والا ابن مریم یہی ہے جس نے عیسیٰ ابن مریم کی طرح اپنے زمانے میں کسی ایسے شیخ والد روحانی کو نہ پایا جو اس کی روحانی پیدائش کا موجب ٹھہرتا۔ تب خدا تعالیٰ اس کا متولی ہوا اور تربیت کی کنار میں لیا اور اس اپنے بندے کا نام ابن مریم رکھا، پس مثالی صورت کے طور پر یہی عیسیٰ ابن مریم (مرزا قادیانی) ہے جو بغیر باپ کے پیدا ہوا۔ کیا تم ثابت کر سکتے ہو کہ اس کا کوئی والد روحانی ہے۔ کیا تم ثبوت دے سکتے ہو کہ تمہارے سلاسلِ اربعہ میں سے کسی سلسلے میں یہ داخل ہے۔ پھر اگر یہ ابن مریم نہیں تو کون ہے؟'' (۳۵۵/ب)۔ مرزا قادیانی سے پوچھا گیا کہ سچے مسیح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نہ صرف روحانی باپ کوئی نہیں تھا بل کہ ان کا جسمانی باپ بھی کوئی نہیں تھا جب کہ تمہارا جسمانی باپ مرزا غلام مرتضیٰ ہے۔ اس مشکل سوال سے پیچھا چھڑانے کے لئے مرزا جی نے بالآخر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بن باپ پیدا ہونے سے صاف صاف انکار کرتے ہوئے نہ صرف قرآن کریم کی کھلی کھلی تکذیب وتردید کی بل کہ خود اپنے کلام میں بھی کھلا کھلا تناقض پیدا کر لیا جو ان کے اپنے اعتراف کے مطابق کسی مفتری وکذاب یا پاگل اور مجنون کے کلام میں ہی ہوسکتا ہے۔ مرزا جی نے کشتی نوح (۱۹۰۲ء) میں یوں ہرزہ سرائی فرمائی ''یسوع مسیح کے چار بھائی اور دو بہنیں تھیں یہ سب یسوع کے

حقیقی بھائی اور حقیقی بہنیں تھیں یعنی سب یوسف اور مریم کی اولاد تھیں"۔ (۳۵۶/الف) حال آں کہ یہی مرزا قادیانی بارہا یہ لکھ چکے تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے۔ مثلاً لیکچر سیالکوٹ میں انہوں نے کہا "مسیح علیہ السلام پورے طور پر بنی اسرائیل میں سے نہ تھے بل کہ صرف ماں کی وجہ سے اسرائیلی کہلاتے تھے" (۳۵۶/ب) اور مثلاً تذکرہ الشہادتین (۱۹۰۳ء) میں انہوں نے لکھا "چودھویں خصوصیت یسوع مسیح میں یہ تھی کہ وہ باپ کے نہ ہونے کی وجہ سے بنی اسرائیل میں سے نہ تھا" (۳۵۷/الف) یہاں مرزا جی کے کلام میں دل چسپ تضاد اور تناقض ملاحظہ فرمایئے کہ وہ ۱۹۰۲ء میں کشتی نوح میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کے دیگر (مبینہ) بھائیوں اور بہنوں کی طرح یوسف اور مریم کی اولاد قرار دیتے ہوئے سب کو حقیقی بھائی اور حقیقی بہنیں ٹھہرا رہے ہیں اور ۱۹۰۳ء میں تذکرۃ الشہادتین میں وہ تسلیم کر رہے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کوئی باپ نہیں تھا۔ قیامت کے قریب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے زمین پر نزول دمشق کے شہر میں ہوگا۔ مرزا جی نے کبھی دمشق دیکھا تک نہیں تھا۔ اس مشکل سے گلوخلاصی کے لئے انہوں نے جو مضحکہ خیز تاویل تراشی اسے پڑھئے اور سر دھنئے۔ وہ ازالۂ اوہام (۱۸۹۱ء) میں ارشاد فرماتے ہیں "واضح ہو کہ دمشق کے لفظ کی تعبیر میں میرے پر من جانب اللہ یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ اس جگہ ایسے قصبے کا نام دمشق رکھا گیا ہے جس میں ایسے لوگ رہتے ہیں جو یزیدی الطبع اور یزید پلید کی عادات اور خیالات کے پیرو ہیں، جن کے دلوں میں اللہ اور رسول کی کچھ محبت نہیں اور احکام الٰہی کی کچھ عظمت نہیں جنہوں نے اپنی نفسانی خواہشوں کو اپنا معبود بنا رکھا ہے۔ خدا تعالیٰ نے مجھ پر یہ ظاہر فرما دیا ہے کہ یہ قصبہ قادیان بہ وجہ اس کے کہ اکثر یزیدی الطبع لوگ اس میں سکونت رکھتے ہیں، دمشق سے ایک مناسبت اور مشابہت رکھتا ہے۔" (۳۵۷/ب) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول دمشق کی جامع مسجد کے سفید مشرقی مینار پر ہوگا۔ اس مشکل سے باہر نکلنے کے لئے مرزا قادیانی نے ایک اشتہار "چندہ منارۃ المسیح" کے نام سے شائع کیا اور چندہ اکٹھا کرنا شروع کر دیا۔ منارہ ابھی مکمل نہ ہوا تھا کہ وہ اس دنیا سے رخصت ہوگئے اور یہ منارۃ المسیح بعد میں مکمل ہوا۔ یعنی جھوٹے مسیح مرزا غلام احمد قادیانی کا نزول تو پہلے ہوگیا اور منارہ جس پر انہوں نے اترنا تھا، بعد میں تیار ہوا!!!! (جل جلالہ) یہ تو کچھ ایسا ہی ہے جیسے مرزا صاحب استنجا پہلے کر لیتے ہوں اور بول و براز کی حاجت بعد میں رفع فرماتے ہوں۔ یہ عین ممکن بھی ہے کیوں کہ مرزا صاحب کی محویت کا حال معراج الدین عمر قادیانی نے یوں بیان کیا ہے "آپ کو شیرینی سے بہت پیار ہے اور مرض بول بھی آپ کو عرصے سے لگی ہوئی ہے۔ اسی زمانے میں آپ مٹی کے ڈھیلے بعض وقت جیب میں ہی رکھتے تھے اور اسی جیب میں گڑ کے ڈھیلے بھی رکھ لیا کرتے تھے۔ اسی قسم کی اور بہت سی

باتیں ہیں جو اس بات پر شاہد ہیں کہ آپ کو اپنے یار ازل کی محبت میں ایسی محویت تھی کہ جس کے باعث سے اس دنیا سے بالکل بے خبر ہو رہے تھے''۔ (۳۵۷/ ج) جب مرزا جی کی اس دنیائے فانی سے بے رغبتی کی یہی کیفیت ہو جو معراج الدین عمر قادیانی نے بیان کی ہے تو جہاں اس امکان کو رد نہیں کیا جا سکتا کہ اسی محویت کے عالم میں وہ کبھی گڑ کے ڈھیلے سے استنجا فرما لیتے ہوں اور مٹی کا ڈھیلا منہ میں ڈال لیتے ہوں تو اس خطرناک امکان کو بھی ہرگز رد نہیں کیا جا سکتا کہ دنیا و مافیھا سے اس شدید بے رغبتی کی حالت میں استنجے کو مقدم اور رفع حاجت کو مؤخر کر ڈالتے ہوں ورنہ کوئی سلیم الطبع شخص ''اس معجزے'' کو قبول نہیں کر سکتا کہ مسیح موعود (مرزا قادیانی) کا نزول اور ورود تو پہلے ہو جائے اور منارہ جس پر یہ نزول ہونا تھا بعد میں تیار ہو۔ سچے مسیح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جب زمین پر نزول ہوگا تو وہ زمین پر چالیس برس اور بعض روایات کے مطابق پینتالیس برس تک زندہ رہیں گے۔ جھوٹے مسیح مرزا قادیانی نے اس کی وضاحت یہ کی کہ میں دانیال نبی کی پیش گوئی کے مطابق ۱۲۹۰ ہجری میں مبعوث ہوا تھا اور میں پینتالیس برس پورے کر کے (۱۲۹۰+۴۵)=۱۳۳۵ ھجری تک برابر کام کرتا رہوں گا۔ چناں چہ تحفہ گولڑویہ (۱۹۰۰۔۱۹۰۲ء) میں وہ لکھتے ہیں ''دانیال نبی نے بتلایا ہے کہ اس نبی آخر الزماں کے ظہور سے جب بارہ سو نوے برس گزریں گے تو وہ مسیح موعود ظاہر ہوگا اور تیرہ سو پینتیس ھجری تک اپنا کام چلائے گا یعنی چودھویں صدی میں سے پینتیس برس برابر کام کرتا رہے گا۔ اب دیکھو اس پیش گوئی میں کس قدر تصریح سے مسیح موعود کا زمانہ چودھویں صدی قرار دی گئی ہے۔ اب بتلاؤ کیا اس سے انکار کرنا ایمان داری ہے؟'' (۳۵۸/ الف) ہم قادیانی حضرات سے یہ پوچھنے میں حق بہ جانب ہیں کہ مرزا قادیانی ۱۳۲۶ ھجری کے اوائل میں ہی قبر میں اتر گئے اور ان کی ۱۳۳۵ ھجری تک برابر کام کرتے رہنے کی پیشین گوئی قطعاً جھوٹی نکلی تو کیا انہیں مسیح موعود مانتے چلے جانا اور ان کو جھوٹا مسیح قرار دینے سے انکار کیے جانا ایمان داری ہے؟

سچے مسیح حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی آمد ثانی پر نکاح کریں گے اور ان کی اولاد بھی ہوگی۔ مرزا جی سے پوچھا گیا کہ آپ کی پہلی شادی حرمت بی بی سے اور دوسری شادی نصرت جہاں بیگم سے ہو چکی ہے اور ان دونوں بیویوں سے آپ کی اولاد بھی موجود ہے تو آپ محمدی بیگم دختر مرزا احمد بیگ سے نکاح کے لئے اس قدر بے چین کیوں ہیں تو انہوں نے ۱۸۹۶ء میں اس سوال کا جواب ''باصواب'' ضمیمہ انجام آتھم میں یوں عنایت فرمایا ''اس (محمدی بیگم سے میرے نکاح کی) پیشین گوئی کی تصدیق کے لئے جناب رسول اللہ ﷺ نے پہلے سے ایک پیشین گوئی فرمائی ہوئی ہے کہ یتزوج ویولد لہ یعنی وہ مسیح موعود بیوی کرے گا اور نیز صاحب اولاد ہوگا۔ اب ظاہر ہے کہ تزوج اور اولاد کا ذکر کرنا عام طور پر مقصود نہیں۔ کیوں کہ عام طور پر ہر

ایک شادی کرتا ہے اور اولاد بھی ہوتی ہے اس میں کچھ خوبی نہیں بل کہ تزوج سے مراد وہ خاص تزوج ہے جو بہ طور نشان ہوگا اور اولاد سے مراد وہ خاص اولاد ہے جس کی نسبت اس عاجز (مرزا صاحب) کی پیشین گوئی موجود ہے'' (۳۵۸/ب) مرزا صاحب کی تادم مرگ محمدی بیگم سے شادی نہ ہوسکی یعنی وہ خاص تزوج نہ ہوسکا جس کا ذکر مذکورہ عبارت میں انہوں نے ۱۸۹۶ء میں کیا ہے۔اس وقت تک ان کی جو پہلے دو شادیاں ہوچکی تھیں اور جن سے ان کی اولاد بھی موجود تھی وہ مذکورہ بالا عبارت کی رو سے ان کی عام شادیاں اور عام اولاد تھی کیوں کہ بہ قول ان کے ''عام طور پر ہر ایک شادی کرتا ہے اور اولاد بھی ہوتی ہے اس میں کچھ خوبی نہیں''۔ ہم یہاں بھی قادیانی حضرات سے یہ پوچھنے میں حق بہ جانب ہیں کہ جب مرزا قادیانی کا مزعومہ خاص تزوج سرے سے ہوا ہی نہیں تو خاص اولاد کیا خود ان کے پیٹ سے برآمد ہونی تھی اور کیا انہیں جھوٹا مسیح تسلیم نہ کرنے پر اصرار کئے جانا ایمان داری ہے؟ سچے مسیح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ آمد پر دنیا سے تمام مذاہب باطلہ مٹ جائیں گے اور صرف ایک سچا دین یعنی اسلام باقی رہے گا۔ بہ الفاظ دیگر دجال اور اس کے ساتھیوں کی ہلاکت اور اقوام یاجوج وماجوج کی تباہی کے بعد ساری دنیا کے لوگ اسلام قبول کرلیں گے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کو بھی سچے مسیح کی اس اہم علامت کا بھرپور اعتراف آخر دم تک رہا چناں چہ انہوں نے اپنے سال وفات ۱۹۰۸ء کی کتاب چشمہ معرفت میں لکھا ''چوں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا زمانہ قیامت تک ممتد ہے اور آپ خاتم الانبیا ہیں اس لئے خدا نے یہ نہ چاہا کہ وحدت اقوامی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی کمال تک پہنچ جائے کیوں کہ یہ صورت آپ کے زمانہ کے خاتمہ پر دلالت کرتی تھی یعنی شبہہ گزرتا کہ آپ کا زمانہ وہیں تک ختم ہوگیا۔خدا نے تکمیل اس فعل کی جو تمام قومیں ایک قوم کی طرح بن جائیں اور ایک ہی مذہب پر ہوجائیں، زمانہ محمدی کے آخری حصہ میں ڈال دی جو قرب قیامت کا زمانہ ہے اور اس تکمیل کے لئے اسی امت میں سے ایک نائب (مرزا قادیانی) مقرر کیا جو مسیح موعود کے نام سے موسوم ہے اور اسی کا نام خاتم الخلفا ہے۔اس لئے اس آیت (هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ الخ) کی نسبت سب متقدمین کا اتفاق ہے کہ یہ عالم گیر غلبہ مسیح موعود کے وقت ظہور میں آئے گا۔'' (۳۵۸/ج) مرزا قادیانی کے نزدیک مسلمان صرف وہی ہوسکتے ہیں جو ان پر ایمان رکھتے ہوں، انہیں مسیح موعود اور نبی تسلیم کرتے ہوں لہٰذا مذکورہ بالا عبارت کی رو سے (جھوٹے) مسیح مرزا قادیانی کے وقت میں دنیا بھر کے لوگوں کو قادیانی ہوجانا چاہئے تھا لیکن خود قادیان کے سب کے سب لوگ ان پر ایمان نہ لائے بل کہ دنیا بھر میں جو پہلے سے کروڑوں مسلمان موجود تھے وہ بھی مرزا صاحب پر ایمان نہ لانے کی وجہ سے قادیانی شریعت کی،

رو سے (معاذ اللہ) کافر ہو گئے۔ اس پریشان کن صورت حال پر قادیانیوں کے دوسرے خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود پسر مرزا غلام احمد قادیانی نے قادیانی امت کا دل یوں بہلایا کہ انہوں نے جمعے کے ایک خطبے میں ارشاد فرمایا ''پس نہیں معلوم ہمیں کب خدا کی طرف سے دنیا کا چارج سپرد کیا جاتا ہے۔ ہمیں اپنی طرف سے تیار ہو رہنا چاہئے کہ دنیا کو سنبھال سکیں۔ تم نے دنیا کو ادھر نہیں لانا بلکہ لانے والا خدا ہے۔ اس لئے تمہیں آنے والوں کا معلم بننے کے لئے ابھی سے کوشش کرنی چاہئے۔'' (۳۵۹/الف) مرزا بشیر الدین محمود کا جمعے کا یہ خطبہ مارچ ۱۹۲۲ء کا ہے۔ وہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اگر میرے اباجی مرزا غلام احمد قادیانی کے زمانے میں دنیا بھر کے لوگ قادیانی نہیں ہوئے تو پریشانی کی کوئی بات نہیں یہ سب کچھ بہت جلد ہونے والا ہے اور پوری دنیا کا چارج قادیانیوں کے ہاتھ میں ہوگا۔ لیکن اس سے بارہ سال بعد ان ہی مرزا بشیر الدین محمود نے یکم نومبر ۱۹۳۴ء کے اخبار الفضل کے مطابق جمعے کے خطبے میں ارشاد فرمایا ''ہم کو فخر تھا کہ ہم نے پوری کوشش کر کے ملک میں امن قائم کر رکھا ہے اور ملک میں ایسی داغ بیل ڈال دی ہے کہ فساد مٹ جائے مگر حکومت نے ہماری اس عمارت کو گرا دیا ہے اور ہمارے نازک احساسات مجروح کئے گئے ہیں۔ ہمارے دل زخمی کر دیئے گئے ہیں۔ ہم نے کسی کا کچھ نہیں بگاڑا۔ کسی سے کچھ نہیں مانگا۔ مگر حکومت اور رعایا خواہ مخواہ ہماری مخالف ہے اور مسیح ناصری (حضرت عیسیٰ علیہ السلام، ناقل) کا قول بالکل ہمارے حسب حال ہے کہ لومڑیوں کے بھٹ ہوتے ہیں اور پرندوں کے گھونسلے، مگر ابن آدم کے لئے سر دھرنے کی بھی جگہ نہیں''۔ (۳۵۹/ب) اور یہی بشیر الدین محمود ۲ جون ۱۹۳۶ء کے اخبار الفضل کے مطابق جمعے کے اپنے خطبے میں ارشاد فرماتے ہیں ''ابھی تو ہم اس شخص کی طرح پریشان پھر رہے ہیں جو بغیر سواری کسی ساتھی کے ایک مہیب اور پُر خطر جنگل میں بھٹک جائے اور اسے اپنی منزل مقصود پر پہنچنے کا راستہ نہ ملے۔ ہم بھی حیران و پریشان ایک ایسی زمین میں پھر رہے ہیں جس میں نہ کوئی انیس ہے نہ جلیس، نہ سواری ہے نہ ٹھہرنے کا مقام۔ ایسی حالت کے ہوتے ہوئے خالی عقیدوں کو ہم نے کیا کرنا ہے اور ان سے دنیا میں کیا تغیر ہو سکتا ہے؟'' (۳۵۹/ج) اسی خطبے میں انہوں نے یہ بھی ارشاد فرمایا ''گویا جس طرح چاروں طرف سے جب آگ لگ جاتی ہے تو انسان حیران رہ جاتا ہے اور وہ نہیں سمجھ سکتا کہ وہ کیا کرے۔ یہی اس وقت ہماری حالت ہے''۔ (۳۶۰/الف) ہم قادیانی حضرات سے یہاں بھی یہ پوچھنے میں حق بہ جانب ہیں کہ جب سچے مسیح کے زمانے میں سب اقوام عالم کو ایک ہی دین پر باعتراف مرزا قادیانی جمع ہو جانا تھا تو جھوٹے مسیح مرزا غلام احمد قادیانی کا جھوٹا ہونا اسی سے واضح ہو رہا ہے کہ دنیا بھر کے لوگ تو ایک طرف رہے خود قادیان کے سبھی لوگ قادیانی کیوں نہ ہوئے؟ کیا پھر بھی مرزا قادیانی کو سچا سمجھنے پر اصرار کئے جانا

ایمان واری ہے؟ سچے مسیح حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب دوبارہ تشریف لائیں گے تو وہ حج اور عمرہ کریں گے اور صحیح مسلم کی ایک روایت کے مطابق وہ (مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک مقام) فج الروحاء سے حج یا عمرے یا دونوں کا احرام باندھیں گے (۳۶۰/ب) جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہوں گے تو وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آپ کی قبر کے متصل دفن ہوں گے۔ حدیث کے کلمات یوں ہیں **فَيُدْفَنُ مَعِيَ فِي قَبْرِي** (۳۶۰/ج)۔ مرزا قادیانی نے بھی یہاں قبر سے مراد پورے روضۂ اطہر حجرہ مبارکہ کو لیا ہے چناں چہ وہ ازالۂ اوھام (۱۸۹۱ء) میں لکھتے ہیں ''ظاہر پر ہی حمل کریں، ممکن ہے کوئی مثیل مسیح ایسا بھی ہو جو آں حضرت ﷺ کے روضہ کے پاس مدفون ہو'' (۳۶۱/الف) ہم یہاں بھی قادیانی حضرات سے یہ پوچھنے میں حق بہ جانب ہیں کہ جب مرزا جی میں مذکورہ بالا علامات سرے سے پائی نہیں گئیں تو پھر بھی انہیں سچا قرار دینے پر اصرار کئے جانا ایمان داری ہے؟

سچے مسیح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے زمین پر نزول کے بعد دجال اور اس کے ہم نواؤں کے فتنے کا اور مروجہ یہودیت وعیسائیت کا استیصال ہو جائے گا۔ جھوٹے مسیح مرزا غلام احمد قادیانی نے عیسائی پادریوں کو دجال قرار دیتے ہوئے شدومد سے یہ دعویٰ فرمایا تھا ''مسیح موعود صلیبی عقیدہ کو توڑ دے گا اور بعد اس کے دنیا میں صلیبی عقیدہ کا نشوونما نہیں ہوگا ایسا ٹوٹے گا کہ پھر قیامت تک اس کا پیوند نہیں ہوگا۔ انسانی ہاتھ اس کو نہیں توڑیں گے بل کہ وہ خدا جو تمام قدرتوں کا مالک ہے جس طرح اس نے اس فتنے کو پیدا کیا تھا اسی طرح اس کو نابود کرے گا۔ وہ مسیح ایک بڑے کام کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ اس کا اقبال صلیب کے زوال کا موجب ہوگا اور صلیبی عقیدے کی عمر اس کے ظہور سے پوری ہو جائے گی''۔ (۳۶۱/ب) ہم یہاں بھی قادیانی حضرات سے یہ پوچھنے میں حق بہ جانب ہیں کہ کیا مرزا قادیانی کی آمد سے واقعی عیسائیت اپنی موت آپ مرگئی ہے اور کیا واقعی عیسائی پادریوں کا استیصال ہو گیا ہے اور کیا واقعی عیسائی پادریوں نے لوگوں کو عیسائی بنانا چھوڑ دیا ہے؟ اگر نہیں اور ہرگز نہیں تو مرزا قادیانی کو سچا قرار دینے پر اصرار کئے جانا ایمان داری ہے؟ سچے مسیح حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب دمشق کی جامع مسجد کے سفید مشرقی مینار پر اتریں گے تو وہ دو زرد چادریں پہنے ہوں گے۔ جھوٹے مسیح مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی کتب مثلاً ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم (۱۹۰۵ء) میں یہ مضحکہ خیز تاویل کی ''مسیح موعود کی نسبت حدیثوں میں دو زرد رنگ چادروں کا ذکر ہے۔ ایسے ہی میری لاحق حال دو بیماریاں ہیں۔ ایک بیماری بدن کے اوپر کے حصے میں ہے جو اوپر کی چادر ہے اور وہ دوران سر ہے جس کی شدت کی وجہ سے بعض وقت میں زمین پر گر جاتا ہوں اور دل کا دوران خون کم ہو جاتا ہے اور ہول ناک صورت پیدا ہو جاتی ہے اور دوسری بیماری

بدن کے نیچے کے حصہ میں ہے جو مجھے کثرتِ پیشاب کی مرض ہے جس کو ذیابیطس کہتے ہیں اور معمولی طور پر مجھے ہر روز پیشاب کثرت سے آتا ہے اور پندرہ یا بیس دفعہ تک نوبت پہنچ جاتی ہے اور بعض اوقات قریب سو دفعہ کے دن رات میں آتا ہے اور اس سے بھی ضعف بہت ہو جاتا ہے''۔ (۳۶۱/ج) اس جھوٹے مسیح سے پوچھا گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تو معجزہ تھا کہ وہ مادرزاد اندھوں اور کوڑھیوں کو اللہ کے حکم سے تن درست کرتے تھے بل کہ مُردوں کو بھی زندہ کرتے تھے۔ ادھر تم ہو کہ تم سے کبھی کسی مرغی کی ٹوٹی ٹانگ بھی سیدھی نہ ہوئی بل کہ تم خود مجمع الامراض بنے بیٹھے ہو تو اس جھوٹے مسیح مرزا قادیانی نے عافیت اسی میں سمجھی کہ قرآن کریم کی کھلی کھلی تکذیب و تردید کرتے ہوئے سچے مسیح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا انکار کر دیا جائے۔ مثلاً وہ ضمیمہ انجام آتھم (۱۸۹۶ء) میں یوں یاوہ گوئی فرماتے ہیں'' عیسائیوں نے بہت سے آپ کے معجزات لکھے ہیں مگر حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا''۔ (۳۶۲/الف) اور مثلاً ازالہ اوہام (۱۸۹۱ء) میں انہوں نے یوں ہرزہ سرائی فرمائی ہے'' اور چوں کہ قرآن شریف اکثر استعارات سے بھرا ہوا ہے اس لئے ان آیات کے روحانی طور پر معنی بھی کر سکتے ہیں کہ مٹی کی چڑیوں سے مراد وہ امی اور نادان لوگ ہیں جن کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنا رفیق بنایا، گویا اپنی صحبت میں لے کر پرندوں کی صورت کا خاکہ کھینچا پھر ہدایت کی روح ان میں پھونک دی جس سے وہ پرواز کرنے لگے''۔ (۳۶۲/ب) یہاں واضح رہے کہ قرآن کریم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دیگر معجزات کے علاوہ یہ معجزہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ وہ مٹی سے پرندے کی شکل بناتے تھے پھر جب اس میں وہ پھونک مارتے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ سچ مچ پرندہ بن جاتا تھا۔ (۳۶۲/ج) مرزا قادیانی یہاں اسی معجزے کی شیطانی تاویل تراش رہے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی پہلی بعثت میں صرف بنی اسرائیل کی طرف بھیجے گئے تھے۔ بنی اسرائیل کو قرآن کریم نے کہیں بھی امی قرار نہیں دیا ہے۔ البتہ خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بنی اسماعیل سے ہیں اور آپ کے اولیں مخاطب عربوں کا تعلق بھی بنی اسماعیل سے ہے انہیں بے شک قرآن کریم میں امی کہا گیا ہے اور خود رسول اکرم ﷺ کا لقب بھی ''نبی امی'' ہے۔ اگر جھوٹے مسیح مرزا قادیانی کی مذکورہ بالا تاویل درست ہوتی تو اس معجزے کی نسبت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بہ جائے رسول اللہ ﷺ کی طرف کی جاتی۔ یہاں بھی ہم قادیانی حضرات سے یہ پوچھنے میں حق بہ جانب ہیں کہ کیا جھوٹے مسیح مرزا غلام احمد قادیانی کو سچا قرار دینے پر اصرار کئے جانا ایمان داری ہے؟ سچے مسیح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے از راہِ معجزہ گھوارے میں کلام فرماتے ہوئے یہ بھی بتایا تھا کہ میں جہاں کہیں بھی ہوں گا، اللہ تعالیٰ نے مجھے

بابرکت بنایا ہے۔ ادھر جھوٹے مسیح مرزا غلام احمد قادیانی کے بابرکت ہونے کا حال یہ ہے کہ انہوں نے خود اپنے ہی قلم سے اپنے آپ کو ملعون قرار دے رکھا ہے۔ مثلاً محمدی بیگم دختر مرزا احمد بیگ سے اپنے نکاح کی پیشین گوئی کے سلسلے میں انہوں نے اپنے ایک اشتہار میں لکھا ''اگر یہ پیش گوئی خدا کی طرف سے نہیں تو میں نامراد، ملعون، مردود، ذلیل اور دجال ہوں''۔ (۳۶۳/الف) مرزا قادیانی کی یہ پیشین گوئی برسرِ عام جھوٹی نکلی اور وہ اپنے ہی قلم سے ملعون اور دجال وغیرہ ہوگئے۔ ہم یہاں بھی قادیانی حضرات سے یہ پوچھنے میں حق بہ جانب ہیں کہ کسی نامراد، ملعون، مردود، ذلیل اور دجال کو مسیح موعود اور نبی قرار دینے پر اصرار کئے جانا ایمان داری ہے؟ جھوٹے مسیح مرزا قادیانی اپنے ہی قلم سے خود تو ملعون ہوئے ہی تھے ساتھ ہی انہوں نے اپنی قادیانی امت کو بھی ایک لعنتی امت قرار دے ڈالا۔ خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کے بعد بھی نبوت کا دروازہ کھلا رکھنے اور نبوت کو جاری رکھنے کے لئے مرزا جی نے یہ دلیل بھی دی تھی کہ جس امت میں نبوت کا سلسلہ جاری نہ ہو وہ لعنتی امت ہوا کرتی ہے۔ چناں چہ وہ کہتے ہیں ''وہ نبوت چل سکے گی جس پر آپ (ﷺ) کی مہر ہوگی ورنہ اگر نبوت کا دروازہ بالکل بند سمجھا جائے تو اس سے تو انقطاعِ فیض لازم آتا ہے اور نبی کی ہتکِ شان ہوتی ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے اس امت کو یہ جو کہا کہ کنتم خیر امۃ یہ جھوٹ تھا نعوذ باللہ۔ اگر یہ معنی کئے جائیں کہ آئندہ کے واسطے نبوت کا دروازہ ہر طرح سے بند ہے تو پھر خیر الامۃ کی بہ جائے شر الامم ہوئی۔ اس طرح تو ماننا پڑے گا کہ نعوذ باللہ آں حضرت ﷺ کی قوت قدسی کچھ بھی نہ تھی اور آپ حضرت موسیٰ سے مرتبے میں گرے ہوئے تھے کہ ان کے بعد ان کی امت میں سے سینکڑوں نبی آئے مگر آپ کی امت سے خدا کو نفرت ہے کہ ان میں سے کسی ایک کے ساتھ مکالمہ بھی نہ کیا کیوں کہ جس کے ساتھ محبت ہوتی ہے آخر اس سے کلام تو کیا جاتا ہے۔'' (۳۶۳/ب) نیز ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم (۱۹۰۵ء) میں مرزا جی نے یوں گل افشانی فرمائی ہے ''اور آں حضرت ﷺ کو جو خاتم الانبیاء فرمایا گیا ہے اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ آپ کے بعد دروازہ مکالمات ومخاطبات الٰہیہ کا بند ہے۔ اگر یہ معنی ہوتے تو یہ امت ایک لعنتی امت ہوتی جو شیطان کی طرح ہمیشہ سے خدا سے دور ومہجور ہوتی''۔ (۳۶۳/ج) مرزا جی کی مذکورہ عبارتوں سے روز روشن کی طرح واضح ہو رہا ہے کہ ان کے نزدیک جس امت میں نبوت کا سلسلہ جاری نہ رہے تو وہ شر الامم (بدترین امت) لعنتی اور شیطان کی طرح ہمیشہ خدا سے دور ومہجور ہوتی ہے۔ اب ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ خود مرزا قادیانی کے قلم کی رو سے ان کے بعد قیامت تک کی درمیانی مدت میں کوئی نبی آئے گا یا نہیں اور نبوت کا سلسلہ جاری رہے گا یا نہیں۔ مرزا صاحب کشتی نوح (۱۹۰۲ء) میں لکھتے ہیں ''ہلاک ہوگئے وہ جنہوں نے ایک برگزیدہ رسول (مرزا قادیانی) کو قبول نہ

کیا۔مبارک ہے وہ جس نے مجھے پہچانا۔ میں خدا کی سب راہوں سے آخری راہ ہوں۔اور اس کے سب نوروں سے آخری نور ہوں''۔(۳۶۴/الف) قادیانی رسالے تشحیذ الاذہان میں ہے'' آں حضرت ﷺ کے بعد صرف ایک نبی کا ہونا لازم ہے اور بہت سارے انبیا کا ہونا خدا تعالیٰ کی بہت سی مصلحتوں اور حکمتوں میں رخنہ پیدا کرتا ہے'' (۳۶۴/ب) ان اقتباسات سے معلوم ہوا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے بعد قادیانی امت میں قیامت تک کوئی اور نبی نہیں آسکتا اور ہم ابھی اوپر یہ بھی معلوم کر چکے ہیں کہ مرزا جی کے نزدیک جس امت میں نبوت کا سلسلہ جاری نہ ہو وہ شر الامم، شیطان کی طرح خدا سے ہمیشہ دور ومہجور ایک لعنتی امت ہوا کرتی ہے۔پس کسی اور کو قادیانی امت کے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت نہیں خود مرزا جی نے ہی قادیانی امت کو مذکورہ اوصاف ذمیمہ کی حامل ایک لعنتی امت بنا دیا ہے! (جل جلالہ)

مرزا قادیانی یہ تسلیم کرتے تھے کہ خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور مرزا غلام احمد قادیانی کے درمیانی عرصے میں امت مسلمہ میں کوئی نبی نہیں آیا۔مرزا جی خود اپنے ہی قلم سے اپنے آپ کو نامراد، ملعون، مردود، ذلیل اور دجال ثابت کر چکے اور ظاہر ہے کہ ایسا شخص متنبی تو ہوسکتا ہے، ہرگز سچا نبی نہیں ہوسکتا۔مرزا جی کے بعد قیامت تک کسی نبی کا نہ آنا بھی خود ان کے قلم سے ثابت ہو چکا۔نیز جب خود ان کے قلم سے قادیانی امت ایک لعنتی امت قرار پاتی ہے تو کسی بھی لعنتی امت کا کوئی بھی لعنتی فرد ہرگز سچا نبی نہیں ہوسکتا۔بہ الفاظ دیگر خود مرزا صاحب کی عبارتوں سے ثابت ہوگیا کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد تا قیامت ہرگز کوئی نبی نہیں آئے گا یعنی ختم نبوت کا صحیح مفہوم جس پر امت مسلمہ کا اجماع ہے، مرزا صاحب کی ہزار ہا شیطانی تاویلوں کے باوجود ان کا ہرگز پیچھا نہیں چھوڑتا بل کہ ان کے گلے کا طوق ثابت ہو رہا ہے۔ہم یہاں بھی قادیانی حضرات سے یہ پوچھنے میں حق بہ جانب ہیں کہ کیا یہ رسول اللہ ﷺ کا معجزہ نہیں ہے کہ ختم نبوت کا صحیح مفہوم (یعنی رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی بھی طرح کا کوئی نیا نبی ہرگز نہیں آئے گا) متنبی قادیان غلام احمد کا اس طرح تعاقب کر رہا ہے کہ لوگ مرزا جی کی بدحواسی سے عبرت پکڑیں؟ کیا اب بھی مرزا قادیانی کو سچا سمجھنے پر اصرار کیے جانا ایمان داری ہے؟۔اب بھی اگر قادیانی حضرات عبرت نہیں پکڑتے اور کوئی سبق حاصل نہیں کرتے تو مرزا غلام احمد قادیانی کے قلم سے اپنے لئے'' شر الامم شیطان کی طرح ہمیشہ خدا سے دور ومہجور اور لعنتی امت'' ہونے کے تحفے کو شوق سے قبول کریں۔وما علینا الا البلاغ۔

۳۔ختم نبوت کے صحیح مفہوم کے متعلق مباحث

امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا یہ اجماعی عقیدہ ہے کہ ختم نبوت کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ سید

الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی بھی طرح کا کوئی بھی نبی تا قیامت ہرگز ہرگز نہیں آئے گا یعنی کسی بھی طرح کی نئی نبوت کا اجراء نہیں ہوگا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جن کا قیامت کے قریب آسمان سے زمین پر نزول ہوگا وہ رسول اللہ ﷺ سے پہلے کے نبی ہیں۔ ان کی آمد سے ختم نبوت کے عقیدے کی نفی نہیں ہوتی۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ متنبی قادیان مرزا غلام احمد نے ختم نبوت کے صحیح مفہوم میں جو تاویلات تراشی ہیں، وہ قبول کی جا سکتی ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں تو یہی بات درست ہے اور اگر کہا جائے کہ قبول کی جا سکتی ہے تو آئندہ سطور میں ان شیطانی تاویلات کا بھرپور تعاقب اس دعوے کی تردید کرتا ہے۔

الف: بہ حوالہ ''مباحث آیت خاتم النبیین''

سورۂ احزاب میں ہے: مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا○ (۳۶۴/ج) یعنی ''محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کا باپ نہیں لیکن وہ اللہ کا رسول ہے اور سب نبیوں پر مہر ہے اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے''۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری پر نبیوں کے سلسلے پر مہر لگ چکی ہے۔ آپ سے پہلے جو نبی ہو چکے سو ہو چکے، آئندہ تا قیامت کسی کو نبی نہیں بنایا جائے گا کیوں کہ آپ ﷺ آخری نبی ہیں۔ لفظ ''خاتم'' کی ''تا'' پر فتح ہو تو اس کا معنی مہر ہے۔ کسی لفافے میں کوئی چیز بند کر کے اسے سربہ مہر کر دیا جائے تو اس کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ اس میں کوئی اور چیز داخل نہ کی جا سکے۔ خاتم کی ''تا'' کے نیچے کسرہ ہو تو اس کا معنی ہے ''ختم کرنے والا'' سورۂ احزاب کی اس آیت میں دونوں قراءتیں منقول و معتبر ہیں اور دونوں کا ایک ہی مطلب ہے کہ آپ کے بعد کسی اور کو نبوت نہیں دی جائے گی۔ لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آپ سے پہلے جنہیں نبوت دی جا چکی ہے ان سے نبوت (معاذ اللہ) چھین لی جائے گی۔ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کو آپ سے پہلے نبوت دی جا چکی تھی۔ قیامت کے قریب زمین پر ان کا نزول آپ کے خلیفہ کی حیثیت سے ہوگا۔ ان کی نبوت مسلوب نہیں ہوگی لیکن زمین پر نزول کے بعد ان پر نزول وحی کے باوجود ان کی نبوت جاری نہیں ہوگی بل کہ وہ خود بھی شریعت محمدیہ پر قائم ہوں گے اور لوگوں کو بھی اسی کی دعوت دیں گے۔ ختم الله علىٰ قلوبهم کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے ان کافروں کے دلوں پر مہر لگا دی یعنی ان کے لئے ایمان کا دروازہ بند ہو گیا۔ اسی طرح خاتم النبیین کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ کی بعثت کے بعد نئی نبوت کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند ہو گیا۔ قیامت کے قریب مسیح دجال کا فتنہ ایسا سخت ہوگا جس کا کامل استیصال نبی کے سوا کوئی اور نہیں کر سکے گا۔ چوں کہ امت محمدیہ میں رسول اللہ ﷺ کے بعد نبوت کا

سلسلہ ختم کر دیا گیا لہٰذا دجال کو قتل کرنے کے لئے سابقہ انبیاء علیہم السلام میں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان سے اتارا جائے گا ورنہ نبوت کا سلسلہ اگر جاری ہوتا تو امت محمدیہ میں سے ہی کسی نبی کو پیدا کر دیا جاتا۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے ختم نبوت کے صحیح مفہوم میں شیطانی تاویلات کا دروازہ کھولا ،مثلاً وہ حقیقۃ الوحی (۱۹۰۷ء) میں لکھتے ہیں ''خدا نے اس زمانے میں محسوس کیا کہ یہ ایسا فاسد زمانہ آگیا ہے جس میں ایک عظیم الشان مصلح کی ضرورت ہے اور خدا کی مہر نے یہ کام کیا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے والا اس درجے کو پہنچا کہ ایک پہلو سے وہ امتی ہے اور ایک پہلو سے نبی۔ کیوں کہ اللہ جل شانہ نے آں حضرت ﷺ کو صاحب خاتم بنایا۔ یعنی آپ کو افاضۂ کمال کے لئے مہر دی جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی۔ اسی وجہ سے آپ کا نام خاتم النبیین ٹھہرا۔ یعنی آپ کی پیروی کمالات نبوت بخشی ہے اور آپ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے اور یہ قوت قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی''۔(۳۶۵/ الف)

مرزا قادیانی کی مذکورہ تاویل متعدد وجوہ کی بنا پر یک سر باطل اور مردود ہے:

۱۔ ایک وقت تھا جب مرزا غلام احمد قادیانی خاتم النبیین کا معنی نبیوں کو ختم کرنے والا اور خاتم کا معنی آخری کیا کرتے تھے چناں چہ انہوں نے ازالۂ اوہام (۱۸۹۱ء) میں سورۂ احزاب کی زیر نظر آیت کا ترجمہ یوں کیا تھا ''یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی مرد کا باپ نہیں ہے مگر وہ رسول اللہ ہے اور ختم کرنے والا ہے نبیوں کا'' (۳۶۵/ب) دیگر بہت سے مواقع پر بھی مرزا قادیانی نے لفظ خاتم سے ''آخری'' ہی مراد لیا ہے۔ مثلاً ازالۂ اوہام (۱۸۹۱ء) میں انہوں نے لکھا ''ہم پختہ یقین کے ساتھ اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ قرآن شریف خاتم کتب ساوی ہے''۔(۳۶۵/ ج) مطلب واضح ہے کہ قرآن شریف آخری آسمانی کتاب ہے۔ اس کا یہ معنی نہیں ہوسکتا کہ قرآن کی مہر لگنے سے اور کتابیں بھی آسمان سے نازل ہوں گی۔ اور مثلاً تریاق القلوب (۱۸۹۹۔۱۹۰۲ء) میں انہوں نے لکھا ''میرے ساتھ ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی جس کا نام جنت تھا اور پہلے وہ لڑکی پیٹ میں سے نکلی تھی اور بعد اس کے میں نکلا تھا اور میرے بعد میرے والدین کے گھر میں اور کوئی لڑکی یا لڑکا نہیں ہوا اور میں ان کے لئے خاتم الاولاد تھا''۔ (۳۶۶/ الف) یہاں خاتم الاولاد کا یہ مطلب نہیں کہ مرزا صاحب کی مہر لگنے سے ان کے اور بھائی بہن بھی بعد میں پیدا ہوئے تھے بل کہ انہوں نے خود ہی وضاحت کر دی ہے کہ میرے بعد میرے والدین کے گھر میں کوئی لڑکی یا لڑکا نہیں ہوا۔ مرزا صاحب کے خاتم الاولاد ہونے کا یہ مطلب بھی نہیں کہ ان کے پیدا ہونے سے ان کے پہلے سب کے سب بھائی بہن مر گئے تھے۔ پس خاتم النبیین کا بھی یہ مطلب نہیں کہ آپ

سے پہلے کے تمام انبیا بلا استثناء ضرور فوت ہو چکے تھے۔ آپ کے خاتم النبیین ہونے سے آسمان پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ موجود ہونے کی ہرگز نفی نہیں ہوتی۔ اور مثلاً اپنے سال وفات ۱۹۰۸ء کی اپنی کتاب چشمۂ معرفت میں مرزا صاحب نے لکھا ہے ''میں اس وقت کے رسول پر دلی صدق سے ایمان لایا ہوں اور جانتا ہوں کہ تمام نبوتیں اس پر ختم ہیں اور اس کی شریعت خاتم الشرائع ہے''۔ (۳۶۶/ب) اس عبارت سے ایک تو یہ معلوم ہوا کہ جب مرزا صاحب کے اعتراف کے مطابق تمام نبوتیں رسول اللہ ﷺ پر ختم ہیں تو مرزا صاحب کا اپنے نبی ہونے کا دعویٰ جھوٹا ہے۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ خاتم الشرائع سے مراد آخری شریعت ہے نہ یہ کہ شریعت محمدیہ کی مہر لگنے سے کوئی اور شریعت وجود پذیر ہوگی۔ جس طرح خاتم الاولاد کا معنی ''اولاد تراش'' نہیں ہے اسی طرح خاتم النبیین کا معنی بھی ''نبی تراش'' نہیں ہے۔ اسی کتاب چشمۂ معرفت (۱۹۰۸ء) میں وہ مزید لکھتے ہیں ''خدا کی کتابوں میں مسیح موعود کے کئی نام ہیں من جملہ ان کے ایک نام خاتم الخلفاء ہے یعنی ایسا خلیفہ جو سب سے آخر میں آنے والا ہے''۔ (۳۶۶/ج) پس مرزا صاحب کی اپنی تحریروں سے خاتم النبیین کا معنی ''سب سے آخر میں آنے والا نبی'' ہوا اور ازالۂ اوہام (۱۸۹۱ء) میں انہوں نے اس کا مطلب خود یوں متعین کر دیا ''اور ختم کرنے والا ہے نبیوں کا''۔ اب اگر مرزا قادیانی نے اپنے ہی کلام میں کھلا کھلا تناقض پیدا کرتے ہوئے حقیقۃ الوحی (۱۹۰۷ء) وغیرہ اپنی کتب میں رسول اللہ ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کا معنی یہ لیا کہ آپ کی مہر لگنے سے بعد میں بھی نبی آ سکتا ہے تو ایسا تناقض ان کے اپنے اعتراف کے مطابق مخبوط الحواس یا جھوٹے کے کلام میں ہی ہوا کرتا ہے۔ چناں چہ وہ اسی حقیقۃ الوحی میں لکھتے ہیں ''اس شخص کی حالت ایک مخبوط الحواس انسان کی حالت ہے کہ ایک کھلا کھلا تناقض اپنے کلام میں رکھتا ہے''۔ (۳۶۷/الف) ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم (۱۹۰۵ء) وہ لکھتے ہیں ''جھوٹے کے کلام میں تناقض ضرور ہوتا ہے'' (۳۶۷/ب) دیگر بہت سے مواقع کی طرح یہاں بھی قادیانی حضرات کو پورا اختیار حاصل ہے کہ وہ مرزا جی کو مخبوط الحواس ٹھہرالیں یا جھوٹا سمجھ لیں۔

۲۔ الغرض ایک زمانہ تھا کہ مرزا غلام احمد قادیانی نہایت شد و مد سے خاتم النبیین کا یہی معنی بیان کیا کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی بھی طرح کی نبوت کا دروازہ تا قیامت بند ہے۔ مثلاً ۱۲ اکتوبر ۱۸۹۱ء کے ایک اشتہار میں انہوں نے لکھا ''سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کافر و کاذب جانتا ہوں۔ میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب محمد رسول اللہ ﷺ پر ختم ہوگئی''۔ (۳۶۷/ج) اور مثلاً شہادۃ القرآن

(۱۸۹۳ء) میں انہوں نے لکھا ’’نبی تو اس امت میں آنے کو رہے، اب اگر خلفائے نبی بھی نہ آویں اور وقتاً فوقتاً روحانی زندگی کے کرشمے نہ دکھلاویں تو پھر اسلام کی روحانیت کا خاتمہ ہے‘‘۔(۳۶۸/الف) اور مثلاً حمامۃ البشریٰ (۱۸۹۳ء) میں انہوں نے لکھا ’’میں نے ہرگز نبوت کا دعویٰ نہیں کیا اور نہ ہی میں نے انہیں کہا ہے کہ میں نبی ہوں۔ لیکن ان لوگوں نے جلدی کی اور میرے قول کے سمجھنے میں غلطی کی۔ میں نے لوگوں سے سوائے اس کے جو میں نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے اور کچھ نہیں کہا کہ میں محدث ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے اسی طرح کلام کرتا ہے جس طرح محدثین سے‘‘۔(۳۶۸/ب) اسی حمامۃ البشریٰ میں انہوں نے لکھا ’’کیا تو نہیں جانتا کہ اس محسن رب نے ہمارے نبی کا نام خاتم الانبیاء رکھا ہے اور کسی کو مستثنیٰ نہیں کیا اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے طالبوں کے لئے بیان واضح سے اس کی تفسیر یوں کی ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور اگر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کا ظہور جائز رکھیں تو لازم آتا ہے کہ وحی نبوت کے دروازے کا انفتاح بھی بند ہونے کے بعد جائز خیال کریں اور یہ باطل ہے جیسا کہ مسلمانوں پر پوشیدہ نہیں اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی کیوں کر آئے حال آں کہ آپ کی وفات کے بعد وحی نبوت منقطع ہو چکی ہے اور آپ کے ساتھ نبیوں کو ختم کر دیا گیا ہے‘‘۔(۳۶۸/ج) اسی حمامۃ البشریٰ میں انہوں نے یہ بھی لکھا ’’میں مانتا ہوں کہ وہ ہر چیز جو مخالف ہے قرآن کے وہ کذب والحاد وزندقہ ہے پھر میں کس طرح نبوت کا دعوی کروں جب کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں‘‘(۳۶۹/الف) اور اسی حمامۃ البشریٰ میں انہوں نے یہ بھی لکھا ’’مجھے کب جائز ہے کہ میں نبوت کا دعویٰ کر کے اسلام سے خارج ہو جاؤں اور کافروں کی جماعت سے جا ملوں‘‘۔(۳۶۹/ب) ازالۂ اوہام (۱۸۹۱ء) میں انہوں نے لکھا ’’ظاہر ہے کہ اگرچہ ایک ہی دفعہ وحی کا نزول فرض کر لیا جائے اور صرف ایک ہی فقرہ حضرت جبرئیلؑ لاویں اور پھر چپ ہو جاویں یہ امر بھی ختم نبوت کا منافی ہے کیوں کہ جب ختمیت کی مہر ہی ٹوٹ گئی اور وحی رسالت پھر نازل ہونی شروع ہو گئی تو پھر تھوڑا یا بہت نازل ہونا برابر ہے۔ ہر ایک دانا سمجھ سکتا ہے کہ اگر خدا تعالیٰ صادق الوعد ہے اور جو آیت خاتم النبیین میں وعدہ دیا گیا ہے اور جو حدیثوں میں بہ تصریح بیان کیا گیا ہے کہ اب جبرئیل بعد وفات رسول اللہ ﷺ ہمیشہ کے لئے وحی نبوت لانے سے منع کیا گیا ہے، یہ تمام باتیں سچ اور صحیح ہیں تو پھر کوئی شخص بہ حیثیت رسالت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہرگز نہیں آ سکتا‘‘۔(۳۶۹/ج) انجام آتھم (۱۸۹۶ء) میں انہوں نے لکھا ’’کیا ایسا بدبخت مفتری جو خود رسالت ونبوت کا دعویٰ کرتا ہے قرآن شریف پر ایمان رکھ سکتا ہے اور کیا ایسا شخص جو قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہے اور آیت ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین کو خدا کا کلام یقین کرتا ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ میں بھی آں

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد رسول اور نبی ہوں''۔(۳۷۰/الف) آسمانی فیصلہ (۱۸۹۱ء) میں انہوں لکھا ''اے لوگو! دشمن قرآن نہ بنو اور خاتم النبیین کے بعد وحی نبوت کا نیا سلسلہ جاری نہ کرو۔اس خدا سے شرم کرو جس کے سامنے تم حاضر کئے جاؤ گے''۔(۳۷۰/ب) جنگ مقدس (۱۸۹۳ء) میں انہوں نے لکھا ''میرا نبوت کا دعویٰ نہیں یہ آپ کی غلطی ہے یا آپ کسی خیال سے کہہ رہے ہیں، کیا یہ ضروری ہے کہ جو ابہام کا دعویٰ کرتا ہے وہ نبی بھی ہوجائے۔ میں تو محمدی اور کامل طور پر اللہ اور رسول کا متبع ہوں اور ان نشانوں کا نام معجزہ نہیں رکھنا چاہتا بلکہ ہمارے مذہب کی رو سے ان نشانوں کا نام کرامات ہے جو اللہ اور رسول کی پیروی سے دیئے جاتے ہیں''۔(۳۷۰/ج) شہادۃ القرآن (۱۸۹۳ء) میں انہوں نے لکھا'' چوں کہ ہمارے سید و رسول صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیا ہیں اور بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نبی نہیں آسکتا اس لئے اس شریعت میں نبی کے قائم مقام محدث رکھے گئے''۔(۳۷۱/الف) ہم نے مرزا غلام احمد قادیانی کے اپنے قلم سے ختم نبوت کا یہ صحیح مفہوم روز روشن کی طرح واضح کردیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی طرح کا کوئی نبی ہرگز ہرگز تا قیامت نہیں آئے گا اور اس سلسلے میں ان کی کتب سے متعلقہ عبارتوں کا ہم نے انبار لگا دیا ہے۔اب اگر بعد میں انہوں نے اپنی کتب میں ختم نبوت کے اس صحیح مفہوم کو جھٹلانا شروع کردیا اور شیطانی تاویلات تراشنے لگے تو ان کے کلام میں کھلا کھلا تناقض پیدا ہوگیا جو ان کے اپنے اعتراف کے مطابق مخبوط الحواس یا جھوٹے کے کلام میں ہوا کرتا ہے۔دیگر مواقع کی طرح یہاں بھی مرزا جی کو مخبوط الحواس یا جھوٹا سمجھ لیا جائے۔

۳۔ختم نبوت کے صحیح مفہوم کی وضاحت میں ہم نے مرزا قادیانی کی جو عبارتیں اوپر نقل کی ہیں ان میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خود مرزا غلام احمد قادیانی کے نزدیک جو شخص بھی رسول اللہ ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے گا وہ مفتری، کذاب، ملحد، زندیق، اسلام سے خارج، کافروں کی جماعت سے جا ملنے والا، قرآن کا دشمن، قرآن پر ایمان نہ رکھنے والا، بدبخت اور اس خدا سے بے شرم ہوجانے والا ہے جس کے سامنے اور لوگوں کی طرح وہ بھی حاضر کیا جائے گا۔مرزا جی نے بعد میں نبوت کا دعویٰ کرکے مذکورہ بالا تمام اوصاف ذمیمہ اور القاب رزیلہ اپنے اوپر پوری طرح اور ٹھیک ٹھیک چسپاں کرلئے۔اس خطرناک اور انتہائی مہیب صورت حال سے سخت پریشان ہوکر مرزا صاحب کے بیٹے اور قادیانیوں کے دوسرے خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود احمد نے اپنے ابا جی کی مذکورہ طرز کی تمام عبارتوں کو بہ یک جنبش قلم منسوخ قرار دے ڈالا!!!(جل جلالہ)۔وہ اپنی کتاب حقیقۃ النبوۃ میں ارشاد فرماتے ہیں''اور چوں کہ ''ایک غلطی کا ازالہ'' (اشتہار) ۱۹۰۱ء میں شائع ہوا ہے جس میں آپ (مرزا غلام احمد قادیانی) نے اپنی نبوت کا

اعلان بڑے زور سے کیا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ۱۹۰۱ء میں آپ نے اپنے عقیدے میں تبدیلی کی ہے اور ۱۹۰۰ء ایک درمیانی عرصہ ہے جو دونوں خیالات کے درمیان برزخ کے طور پر حد فاصل ہے۔ پس یہ ثابت ہے کہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کے وہ حوالے جن میں آپ نے نبی ہونے سے انکار کیا ہے، اب منسوخ ہیں اور ان سے حجت پکڑنی غلط ہے“۔ (۳۷۱/ب) نسخ احکام میں ہوا کرتا ہے، عقائد کبھی منسوخ نہیں ہوا کرتے۔ سخت حیرت ہے کہ کسی قادیانی کو اپنے خلیفہ صاحب سے یہ پوچھنے کا مطلق ہوش نہ رہا کہ ”یا حضرت! مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی جن عبارتوں کو آپ منسوخ قرار دے رہے ہیں کیا جب یہ باتیں ہمارے حضرت مسیح موعود کے مقدس اور معصوم قلم سے صادر ہوئی تھیں تو ان کی کوئی صحیح اصل شرع شریف میں موجود تھی یا نہیں تھی؟ اگر موجود تھی تو ان کی ان عبارتوں کی رو سے رسول اللہ ﷺ کے بعد جو بھی نبوت کا دعویٰ کرے گا وہ بدبخت، مفتری، کذاب، ملحد، کافر، زندیق، اسلام سے خارج اور کافروں کی جماعت سے جاملنے والا، قرآن شریف پر ایمان نہ رکھنے والا، قرآن شریف کا دشمن اور خدا سے بے شرم ہو جانے والا قرار پائے گا۔ تو کیا ہمارے مسیح موعود اور مہدی معہود ان ہی ”اسمائے حسنیٰ“ سے موسوم اور متصف تھے۔ کیوں کہ انہوں نے بعد میں ۱۹۰۱ء میں نبوت کا دعویٰ فرما دیا تھا۔ اور اگر ان کی بعد کی عبارتوں کی کوئی صحیح اصل واقعی شرع شریف میں موجود ہے تو ۱۹۰۱ء سے پہلے کی عبارتوں کی صحیح اصل شرع شریف میں نہیں ہوسکتی۔ یا حضرت! ہمارے پیارے مسیح موعود نے آئینہ کمالات اسلام (۱۸۹۳ء) میں یہ بھی ارشاد فرمایا تھا کہ اگر کسی شخص کے منہ سے ایسی بات نکلے جس کی کوئی صحیح اصل شرع میں نہ ہو تو خواہ ایسا شخص صاحب الہام ہو یا مجتہد ہو تو اس کے اندر شیاطین کھیل رہے ہوتے ہیں۔ (۳۷۱/ج) پس ہمارے مخالفین کی یہ بات بڑی وزنی اور ہمارے لئے سخت پریشانی کا باعث ہے کہ مسیح موعود کے اندر شیاطین نے ڈیرہ ڈال رکھا تھا۔ یا حضرت! ہم اپنے ان مخالفین کو یہ جواب بھی نہیں دے سکتے کہ سن بلوغت سے لے کر ۱۹۰۱ء (کوئی اڑتالیس سال) تک ہمارے پیارے مسیح موعود کسی اجتہادی غلطی میں مبتلا تھے کیوں کہ آئینہ کمالات اسلام میں انہوں نے یہ بھی تو فرمایا تھا کہ خلاف شرع بات کسی مجتہد کے منہ سے نکلے تو اس کے اندر بھی شیاطین کھیلا کرتے ہیں اور ہمارے پیارے مسیح موعود تو مجتہد کے درجے سے کہیں آگے بڑھ کر نبی مرسل بھی تھے۔ نیز ہمارے پیارے مسیح موعود شروع ہی سے معصوم عن الخطاء بھی تھے۔ وہ اپنے آپ کو قرآن کا سچا متبع خیال فرماتے تھے اور قرآن کریم کے ایسے سچے متبعین کے متعلق انہوں نے اپنی اولین تصنیف براہین احمدیہ (۱۸۸۰۔۱۸۸۴ء) میں ارشاد فرمایا تھا: ”خداوند کریم خود ان کا متکفل ہوتا ہے اور جس شاخ کو ان کے شجرۂ طیبہ میں خشک دیکھتا ہے اس کو فی الفور اپنے مربیانہ ہاتھ سے کاٹ ڈالتا ہے اور حمایت الٰہی ہر دم اور

ہر لحظہ ان کی نگرانی کرتی رہتی ہے'' (۳۷۲/الف) اور مثلاً ہمارے پیارے مسیح موعود نے نور الحق (۱۸۹۴ء) میں یہ بھی ارشاد فرمایا تھا کہ ''اللہ تعالیٰ مجھے آنکھ جھپکنے کے برابر بھی غلطی پر نہیں رہنے دیتا اور مجھے ہر ایک غلط بات سے بچائے رکھتا ہے''۔ (۳۷۲/ب) یا حضرت! ہمارے مخالفین ہم سے یہ بھی پوچھتے رہتے ہیں کہ کیا خدا کو علم تھا کہ تمہارا مسیح موعود مرزا قادیانی اس کا نبی ہے یا معلوم نہیں تھا؟ اگر سال ہا سال تک خدا کو بھی (معاذ اللہ) یہ معلوم نہ ہو سکا تھا کہ مرزا جی اس کے نبی ہیں تو اس کی طرف لاعلمی، بے خبری اور جہالت کی نسبت ہوتی ہے جو بالاتفاق کفر ہے۔ اگر علم تھا تو سال ہا سال تک اس نے مرزا جی کو کیوں نہ بتایا کہ تم میرے حقیقی نبی ہو؟ یا حضرت! ہمارے مخالفین کہتے ہیں کہ کبھی ایسا نہیں ہوا کرتا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو نبی بنایا ہو لیکن نبی صاحب کو کوئی اکیس بائیس سال تک یہ پتہ ہی نہ چلے کہ میں حقیقی نبی ہوں۔ اگر ہمارے پیارے مسیح موعود ابتدا ہی سے حقیقی نبی تھے اور اللہ تعالیٰ نے کسی ''حکمت'' کی بنا پر ان کی زبان پر یہ جملہ نہیں چلنے دیا کہ میں اللہ تعالیٰ کا حقیقی نبی ہوں تو اس طرح کی باتیں اس نے ہمارے پیارے مسیح موعود کی زبان پر کیوں چالو کر دیں کہ کیا میں نبوت کا دعویٰ کر کے اسلام سے خارج ہو جاؤں اور کیا میں ایسا کر کے کافروں کی جماعت سے جا ملوں وغیرہ؟ اور یہ بھی ان کے ذہن مبارک اور پاکیزہ قلم سے کیوں صادر ہونے دیا کہ اللہ مجھے آنکھ جھپکنے کے برابر بھی غلطی پر قائم رہنے نہیں دیتا اور مجھے ہر غلطی سے بچا لیتا ہے وغیرہ؟ یا حضرت! اس تحقیق کی بھی شدید ضرورت محسوس ہو رہی ہے کہ ہمارے پیارے مسیح موعود کتنے سالوں کے بعد آنکھیں جھپکتے تھے کیوں کہ وہ سال ہا سال تک اس غلطی پر (اپنی بعد کی عبارتوں کی رو سے) قائم رہے تھے کہ اگر میں نبوت کا دعویٰ کر بیٹھوں تو اسلام سے خارج ہو کر کافروں کی جماعت سے جا ملوں گا۔ اس تحقیق کی اس لئے بھی شدید ضرورت ہے کہ ہمارے پیارے مسیح موعود کے پیارے صاحب زادے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے اپنی کتاب سیرۃ المہدی میں انکشاف فرمایا ہے کہ مسیح موعود کی مبارک آنکھیں ہمیشہ نیم بند رہا کرتی تھیں۔ (۳۷۲/ج) یا حضرت! اس بات کی بھی سنجیدہ تحقیق ہونی چاہئے کہ جب ہمارے پیارے مسیح موعود کے پیارے ارشاد کے مطابق قرآن شریف کے سچے تابعین کو حمایت الٰہی ہر دم اور ہر لحظہ حاصل رہتی ہے تو وہ سال ہا سال تک اپنی حقیقی اور سچی نبوت کے بارے میں کیوں حیران و پریشان اور ڈانواں ڈول رہے اور رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی بھی مدعی نبوت کو وہ کیوں کافر، ملحد، زندیق اور دشمن قرآن وغیرہ وغیرہ ٹھہراتے رہے؟ ہو سکتا ہے کہ ہمارے پیارے مسیح موعود اور مہدی معہود کے نزدیک لحظے اور لمحے سے مراد اکیس یا بائیس سال یا اس سے کم و بیش کچھ سال مراد ہوں۔ اگر ایسا ہی ہے تو ہمیں غیر احمدیوں کی لکھی ہوئی لغت کی کتابوں کو چھوڑ کر اردو لغت پر اپنی کوئی

کتاب لکھنی چاہئے جس میں بتایا گیا ہو کہ ہمارے پیارے مسیح موعود کی پاکیزہ لغت میں ''آنکھ جھپکنے'' اور لمحے اور لحظے سے اکیس سال یا اس سے کم و بیش کی مدت مراد ہوا کرتی ہے۔ اس نیک کام میں مزید تاخیر مناسب نہیں ہے۔ یا حضرت! ہمارے مخالفین یہ شور بھی مچاتے رہتے ہیں کہ عقائد کبھی منسوخ نہیں ہوا کرتے بل کہ صرف بعض احکام ہی منسوخ ہوا کرتے ہیں لیکن یہ منسوخ احکام ہرگز شرک عظیم، نیکیاں کھا جانے والے خلاف عقل نہیں ہوا کرتے کیوں کہ یہ احکام بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک خاص مدت تک کے لئے ہوتے ہیں۔ مدت پوری ہونے پر اللہ تعالیٰ حکم ختم کر دیتا ہے یا اس کی جگہ نیا حکم لے آتا ہے جیسے ہجرت کے بعد رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے کوئی سترہ مہینے تک بیت المقدس کو قبلہ ٹھہرا کر اس کی طرف منہ کر کے نمازیں پڑھیں۔ اس کے بعد نماز میں بیت المقدس کی طرف منہ کرنے کا حکم منسوخ کر دیا گیا اور خانہ کعبہ کو ہمیشہ کے لئے قبلہ مقرر کر دیا گیا۔ اب جو شخص یہ کہے کہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم شرک عظیم تھا، نیکیوں کو کھا جانے والا اور خلاف عقل تھا تو ایسا شخص تو بالاتفاق کافر ہو جائے گا لیکن ہمارے پیارے مسیح موعود مرزا قادیانی سال ہا سال تک آسمان پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور قیامت کے قریب زمین پر ان کے نزول کے قائل رہے۔ پھر ۱۸۹۱ء میں انہوں نے وفاتِ عیسیٰؑ کا عقیدہ اختیار کیا اور فرمایا کہ قیامت کے قریب جس مسیح عیسیٰ ابن مریمؑ کے آنے کا وعدہ کیا گیا تھا وہ میں مسیح غلام احمد ابن چراغ بی بی ہوں۔ ساتھ ہی ہمارے پیارے مسیح موعود نے الاستفتاء ضمیمہ حقیقۃ الوحی (۱۹۰۷ء) میں یہ بھی ارشاد فرما دیا کہ آسمان پر حیات عیسیٰؑ کا عقیدہ شرک عظیم ہے جو نیکیوں کو کھا جاتا ہے اور خلاف عقل بھی ہے (۳۷۳/الف) یا حضرت! مرشدنا و مولانا مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تو پھر سال ہا سال تک مشرک عظیم رہے، ان کی نیکیاں کھائی جاتی رہیں اور وہ بدعقل اور کج فہم بھی رہے۔

یا حضرت! یہاں اجتہادی غلطی، لاعلمی اور بے خبری کے بہانوں پر ہمارے مخالفین قہقہہ لگاتے ہیں اور ہمارے پیارے مسیح موعود کی پیاری اور پاکیزہ کتابوں سے ایسے مقدس حوالوں کا ڈھیر لگا دیتے ہیں جن سے ہمارے مسیح موعود کا معصوم عن الخطاء ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ ان حوالوں میں سے کچھ میں بھی آں جناب کی خدمت عالیہ میں بہ صد ادب پیش کر چکا ہوں۔ یا حضرت! آپ نے بھی بہ حیثیت خلیفہ صادق و عادل اپنے ایک خطبے میں ارشاد فرمایا تھا کہ کسی انسان کو آسمان پر یوں زندہ ماننا شرک ہے کہ وہ وہاں سیکڑوں برس سے کھائے پیئے بغیر رہ رہا ہے اور اس کے جسم میں کسی طرح کا کوئی تغیر بھی پیدا نہیں ہوتا۔ (۳۷۳/ب) یا حضرت! گو مرشدنا و مولانا مسیح موعود مرزا قادیانی اسی ''شرک عظیم'' سے بچنے کے لئے حیاتِ عیسیٰؑ کے

عقیدے سے تائب ہوکر ۱۸۹۱ء میں وفاتِ عیسیٰ کے قائل ہوگئے تھے لیکن ساتھ ہی انہوں نے حمامۃ البشریٰ (۱۸۹۳ء) اور نور الحق (۱۸۹۳۔۱۸۹۴ء) میں یہ دعویٰ فرمادیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ موجود ہیں اور انہیں زندہ ماننا ہم پر فرض کر دیا گیا ہے مگر حضرت عیسیٰ السلام فوت ہو چکے ہیں اور ان کی وفات کا ذکر متعدد مقامات پر آیا ہے۔ (۳۷۳/ج) یا حضرت! اس پر ہمارے مخالفین نے آسمان سر پر اٹھا رکھا ہے کہ تمہارے خلیفہ صاحب کے ارشادات کی رو سے تمہارے مسیح موعود مرزا قادیانی ساری عمر مشرک عظیم رہے۔ کیوں کہ وہ پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر زندہ ہونے کے قائل تھے اس ''شرک عظیم'' سے انہوں نے توبہ فرمائی تو وہ آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زندہ ہونے کے ''شرک عظیم'' کے قائل ہوگئے۔ یا حضرت! آپ نے خود ہی تو ہم جیسے نالائقوں کی رہنمائی فرمائی تھی کہ آسمان پر کسی انسان کو زندہ ماننا شرک ہے۔ یا حضرت! ہمارے یہ مخالفین یہ بھی کہتے ہیں کہ چوں کہ شرک کی اور وہ بھی شرک عظیم کی کوئی صحیح اصل شرع میں ہرگز نہیں ہوسکتی لہٰذا تمہارے مسیح موعود مرزا قادیانی آئینہ کمالات اسلام (۱۸۹۳ء) میں درج اپنی ہی عبارت کی رو سے عمر بھر اس طرح رہے کہ شیاطین ان کے اندر کھیلتے رہے۔ یا حضرت! مرشدنا ومولانا مسیح موعود کی جن عبارتوں کو اب آپ منسوخ قرار دے رہے ہیں ان کی رو سے وہ پہلے تو ہمارے مخالفین کے نزدیک نبوت کا دعویٰ کر کے کافر، کذاب، بدبخت، مفتری، ملحد، زندیق، اسلام سے خارج ہوکر کافروں کی جماعت سے جا ملنے والے، قرآن کے دشمن، قرآن پر ایمان نہ رکھنے والے، آیت ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین کے منکر اور خدا سے بے شرم ثابت ہورہے تھے، اپنی بعد کی تحریروں اور خود آں جناب عزت مآب کے ارشادات کی رو سے اب عمر بھر کے لئے مشرک عظیم اور شیاطین کا کھلونا ثابت ہورہے ہیں۔ یا حضرت! اگر ۱۹۰۱ء سے پہلے کی مرشدنا ومولانا مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعض عبارتوں کو منسوخ بھی سمجھ لیا جائے تو بھی وہ اپنی بعد کی تحریروں سے مشرک عظیم، ماکول الحسنات، بدعقل اور کج فہم تو بہ ہر حال ثابت ہورہے ہیں ہم اپنے پیارے مسیح موعود کا جتنا بھی ساتھ دیں الٹا ہم ہی پھنستے چلے جارہے ہیں۔ یا حضرت! ہمارے ان مخالفین نے ہمارا بات بات پر ناک میں دم کر رکھا ہے۔ وہ ہمارے پیارے مسیح موعود کو مختلف طریقوں سے جھوٹا ثابت کررہے ہیں۔ مثلاً پیغمبر شاعر نہیں ہوا کرتے مگر ہمارے مسیح موعود نہایت عمدہ شاعری فرماتے تھے اور مثلاً کسی بھی پیغمبر پر اس کی قومی زبان کے علاوہ کسی اور زبان میں وحی نازل نہیں ہوئی مگر ہمارے پیارے مسیح موعود پر عبرانی، فارسی اور سنسکرت وغیرہ زبانوں میں بھی وحی کا نزول ہوا کرتا تھا جسے سمجھنے کے لئے انہیں دوسروں سے مدد لینا پڑتی تھی اور مثلاً پیغمبروں کی کبھی بھی کوئی بھی پیشین گوئی جھوٹی نہیں ہوا کرتی لیکن مرشدنا ومولانا وسیدنا مسیح موعود علیہ السلام

کی جھوٹی پیشین گوئیوں اور جھوٹی باتوں کا ہمارے مخالفین نے انبار لگا رکھا ہے۔ محمدی بیگم دختر مرزا احمد بیگ کو ہی لے لیجئے۔ ہمارے پیارے مسیح موعود نے بارہا پیشین گوئی فرمائی تھی کہ میرا اس سے نکاح ضرور بالضرور ہوگا اور یہ تقدیر مبرم یعنی نہ ٹلنے والی تقدیر ہے آپ نے اس سلسلے میں یہ ارشاد فرمایا تھا ''یہ تقدیر مبرم ہے۔ عن قریب اس کا وقت آئے گا۔ قسم خدا کی جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا اور خیر الرسل اور خیر الوریٰ بنایا کہ یہ بالکل سچ ہے۔ تم جلد ہی دیکھ لوگے اور میں اس خبر کو اپنے سچ یا جھوٹ کا معیار بناتا ہوں اور میں نے جو کہا ہے یہ خدا سے خبر پا کر کہا ہے''۔ (۳۷۳/د) یا حضرت! ہمارے پیارے مسیح موعود نے اس محمدی بیگم والی پیشین گوئی کے متعلق یہ بھی ارشاد فرمایا تھا کہ اگر محمدی بیگم سے میرے نکاح کی یہ پیشین گوئی خدا کی طرف سے نہیں تو میں نامراد، ملعون، مردود، ذلیل اور دجال ہوں۔ (۳۷۳/و) یا حضرت! اس محمدی بیگم کے نکاح والی یہ پیشین گوئی تو بری طرح جھوٹی ثابت ہوئی پس مرشدنا و مولانا و سیدنا مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یقیناً اپنے ہی قلم مبارک کی لازوال برکت سے خدا کے نام کی جھوٹی قسمیں کھانے والے، خدا سے خبریں پانے کا جھوٹا دعویٰ کرنے والے، کبھی وجود پذیر نہ ہونے والے واقعے کے ظہور کو ناحق تقدیر مبرم قرار دینے والے، نامراد، ملعون، مردود، ذلیل اور دجال بھی ثابت ہوگئے حال آں کہ اس سے پہلے انہوں نے اپنی ذات بابرکات پر جو اسمائے ''حسنیٰ'' بہ خوبی چسپاں فرمائے تھے وہی کچھ کم نہیں تھے کہ یہ نئے اوصاف بھی وہ اپنے اوپر منطبق کر بیٹھے۔ یا حضرت! مناسب تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ ہم مرشدنا و مولانا مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ساری کتابوں کو ہی نذر آتش کر دیں۔ صرف ۱۹۰۱ء سے پہلے کی ہی بعض عبارتوں کو منسوخ قرار دینے سے ہم اپنے سخت جان اور سخت گیر مخالفین کے سامنے سرخرو نہیں ہو سکتے۔ یا حضرت! ہمارے مخالفین ہمیں یہ کہہ کر بھی سخت شرمندہ کر رہے ہیں کہ تمہارے مسیح موعود مرزا قادیانی کو ابجدی حساب کی بنا پر تیرہ سو کے عدد سے بڑی محبت تھی اور وہ اسے اپنی صداقت کا نشان ٹھہرایا کرتے تھے کہ تیرہ سو ہجری سال پوری ہونے پر وہ اپنے آپ کو چودھویں صدی ہجری کا مجدد کہا کرتے تھے۔ حال آں کہ جو القاب اپنے ہی قلم سے انہوں نے اپنے اوپر چسپاں فرما لئے تھے ان میں نامراد، ملعون، ذلیل اور دجال کے اعداد ٹھیک تیرہ سو ہی بنتے ہیں۔ یا حضرت! ہم تو یہ سوچتے ہیں کہ اگر محمدی بیگم مرشدنا و مولانا مسیح موعود علیہ السلام کو مل جاتی تو ایک تو وہ اپنے ہی قلم سے نامراد، ملعون، ذلیل اور دجال نہ ہوتے، دوسرے ہمیں بھی ایک اور ام المومنین مل جاتی۔ یا حضرت! ہمیں یہ سوچ کر بھی شدید صدمہ ہوتا ہے کہ ہمارے پیارے مسیح موعود کا خدا نے محمدی بیگم سے آسمان پر نکاح بھی پڑھ دیا تھا لیکن ہمارے پیارے مسیح موعود علیہ السلام کی اس پیاری آسمانی منکوحہ کو اس کا شوہر مرزا سلطان محمد لئے پھرتا رہا

اور بہ جائے اس کے کہ اس کے بطن سے مرشدنا ومولانا مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پسر موعود ظہور پذیر ہوتا وہ برابر مرزا سلطان محمد کے بچے جنتی رہی حال آں کہ ہمارے پیارے مسیح موعود نے ضمیمہ انجام آتھم (۱۸۹۶ء) میں محمدی بیگم سے ہونے والے اپنے متوقع نکاح کو خاص نکاح اور اس سے پیدا ہونے والی اپنی متوقع اولاد کو خاص اولاد بھی قرار دیا تھا اور یہ بھی فرمایا تھا کہ میرے متعلق یہ پیشین گوئی رسول اللہ ﷺ نے پہلے سے فرما رکھی ہے یتزوج ویولدلہ کہ مسیح موعود بیوی کرے گا اور اس سے اس کی اولاد بھی ہوگی (۴۷/۳/الف) یا حضرت! یہ جو میں نے محمدی بیگم کو مسیح موعود علیہ السلام کی پیاری آسمانی منکوحہ کہہ دیا تھا تو میں یہاں لفظ ''پیاری'' پر آپ سے معذرت خواہ ہوں کیوں کہ یہ محمدی بیگم تادم مرگ ہمارے پیارے مسیح موعود پر ایمان نہیں لائی تھی اس لئے ہماری مقدس ومطہر قادیانی شریعت کی رو سے وہ کافر خاتون تھی۔ تاہم یا حضرت! مجھے اس بات پر سخت حیرت ضرور ہو رہی ہے کہ ہمارے پیارے مسیح موعود علیہ السلام کے پیارے خدا نے اس کافر عورت کا نکاح ان سے آسمان پر کیوں پڑھ ڈالا تھا؟ ہم تو یہی کہتے ہیں کہ خدا اپنی حکمتوں کو آپ جانے لیکن ہمارے مخالفین کہتے ہیں کہ جیسا تمہارا نبی نکلا ویسا ہی اس کا خدا نکلا۔ یا حضرت! لیکن یہ سوال اپنی جگہ پر اہم ہے کہ مرشدنا ومولانا مسیح موعود نے ضمیمہ انجام آتھم میں محمدی بیگم سے اپنے نکاح کی پیشین گوئی میں رسول اللہ ﷺ کا حوالہ کیوں دیا ایک طرف اس محمدی بیگم کے بارے میں خدا کے نام کی جھوٹی قسمیں کھاتے رہے تو دوسری طرف آپ اپنے دہن مبارک اور قلم مقدس سے رسول اللہ ﷺ پر بھی جھوٹ باندھتے رہے۔ یا حضرت! آپ خود ہی فرمائیں کہ ہم اپنے مخالفین سے منہ نہ چھپائیں تو اور کیا کریں؟ ہاں اگر بے شرم ہو جانے میں ہماری قادیانی شریعت کی رو سے کوئی مضائقہ نہ ہو تو یہ سارے پیچیدہ مسائل چشم زدن میں بہ آسانی حل ہو جاتے ہیں اس کے علاوہ بچ نکلنے کا کوئی اور راستہ ہمارے پاس ہرگز نہیں ہے۔ یا حضرت! چشم بددور، آپ نے اپنی کتاب حقیقۃ النبوۃ میں یہ بھی ارشاد فرمایا ہے'' آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بعثت انبیاء کو بالکل مسدود قرار دینے کا یہ مطلب ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو فیض نبوت سے روک دیا۔ اگر اس عقیدے کو تسلیم کر لیا جائے تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ آپ (رسول اللہ ﷺ) نعوذ باللہ دنیا کے لئے ایک عذاب کے طور پر آئے تھے اور جو شخص ایسا خیال کرتا ہے وہ لعنتی مردود ہے''۔ (۴۷/۳/ب) یا حضرت! یہاں یہ وضاحت فرما دیجئے کہ جب ۱۹۰۱ء سے پہلے ہمارے پیارے مسیح موعود بھی سال ہا سال تک اپنی کتابوں میں ختم نبوت کا یہی مفہوم بیان فرماتے رہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی نبی ہرگز نہیں آئے گا اور اگر آپ کے بعد حضرت جبرئیلؑ کسی پر ایک فقرہ بھی بہ طور وحی لا دیں تو رسول اللہ ﷺ کو خاتم النبیین نہیں کہا جا سکے گا اور یہ کہ اگر میں بھی

نبوت کا دعویٰ کروں تو اسلام سے خارج ہوکر کافروں کی جماعت سے جاملوں گا وغیرہ۔ تو کیا ہمارے پیارے مسیح موعود کی اس زمانے کی ان باتوں کا یہی مطلب تھا کہ رسول اللہ نعوذباللہ دنیا کے لئے ایک عذاب کے طور پر آئے تھے اور کیا ہمارے پیارے مسیح موعود ان دنوں واقعی لعنتی اور مردود تھے؟ یا حضرت! جب ہمارے پیارے مسیح موعود نے ۱۹۰۱ء میں نبوت کا دعویٰ فرمایا تو دوسری گوناگوں باتوں اور تاویلوں کے ساتھ یہ بھی ارشاد فرمایا تھا کہ میری صورت میں حضرت محمد ﷺ ہی دوبارہ تشریف لے آئے ہیں چناں چہ آپ نے ایک غلطی کا ازالہ (۱۹۰۱ء) میں لکھا ہے ''مجھے بروزی صورت نے نبی اور رسول بنایا ہے۔ اسی لحاظ سے میرا نام محمد اور احمد ہوا۔ پس نبوت اور رسالت کسی دوسرے کے پاس نہیں گئی، محمد کی چیز محمد کے پاس ہی رہی''۔ (۳۷۴/ج) اسی بنا پر ۱۹۱۵ء کے قادیانی اخبار روزنامہ الفضل میں ہے کہ مرزا قادیانی کو امتی قرار دینا کفر عظیم ہے کیوں کہ جب مرزا صاحب خود محمد رسول اللہ ہی ہیں تو انہیں امتی قرار دینے کا مطلب رسول اللہ ﷺ کو امتی قرار دینا ہوا جو کفر ہے چناں چہ اخبار کا متعلقہ مضمون یہ ہے ''نیز مسیح موعود کو احمد نبی اللہ تسلیم نہ کرنا اور آپ کو امتی قرار دینا یا امتی گروہ میں سمجھنا گویا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو سید المرسلین اور خاتم النبیین ہیں، امتی قرار دینا اور امتیوں میں داخل کرنا ہے جو کفر عظیم اور کفر بعد کفر ہے''۔ (۳۷۵/الف) یا حضرت! اس کا کیا کیا جائے کہ خود ہمارے مسیح موعود نے اپنے آپ کو امتی نبی قرار دیا ہے۔ مثلاً انہوں نے حقیقۃ الوحی (۱۹۰۷ء) میں لکھا ہے ''کسی صحیح حدیث سے اس بات کا پتہ نہیں ملے گا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ایسا نبی آنے والا ہے جو امتی نہیں یعنی آپ کی پیروی سے فیض یاب نہیں''۔ (۳۷۵/ب) چشمۂ معرفت (۱۹۰۸ء) میں انہوں نے لکھا ''پہلے زمانوں میں جو کوئی نبی ہوتا تھا، وہ کسی گذشتہ نبی کی امت نہیں کہلاتا تھا گو اس کے دین کی نصرت کرتا تھا اور اس کو سچا جانتا تھا مگر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ایک خاص فخر دیا گیا ہے کہ وہ ان معنوں سے خاتم الانبیاء ہیں کہ ایک تو تمام کمالات نبوت ان پر ختم ہیں اور دوسرے یہ کہ ان کے بعد کوئی نئی شریعت لانے والا رسول نہیں اور نہ کوئی ایسا نبی ہے جو ان کی امت سے باہر ہو''۔ (۳۷۵/ج) حقیقۃ الوحی (۱۹۰۷ء) میں انہوں نے لکھا ''آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے والا اس درجے کو پہنچا کہ ایک پہلو سے وہ امتی ہے اور ایک پہلو سے نبی''(۳۷۶/الف) یا حضرت! یہاں وضاحت طلب امر یہ ہے کہ کیا رسول للہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ''امتی نبی'' کہا جاسکتا ہے اور کیا آپ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے (معاذ اللہ) امتی ہیں؟ اگر نہیں اور ہرگز نہیں تو جب ہمارے پیارے مسیح موعود اپنے قلم کی رو سے کوئی اور نہیں تھے بل کہ خود محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی دوبارہ تشریف لائے تھے اور یہ کہ ہمارے پیارے مسیح موعود کے آنے سے محمد کی رسالت محمد ہی کے

پاس رہی تھی کسی اور کے پاس نہیں گئی تھی تو ہمارے پیارے مسیح موعود کو امتی نبی کہنے کا مطلب تو یہ ہوا کہ محمد رسول اللہ ﷺ بھی (معاذ اللہ) امتی نبی تھے اسی لئے تو اخبار الفضل کے مطابق ہمارے پیارے مسیح موعود کو امتی کہنا کفر عظیم ہے۔ یا حضرت! پھر مسیح موعود نے اپنے آپ کو امتی نبی جو قرار دیا ہے کیا ایسا کرنے سے وہ اخبار الفضل کے مذکورہ مضمون کی رو سے کافر عظیم نہیں ہو گئے؟ مشرک عظیم تو وہ تھے ہی لیکن اب کافر عظیم بھی ثابت ہو رہے ہیں۔ یا حضرت! جب ہمارے پیارے مسیح موعود علیہ السلام کافر عظیم تھے تو قادیانی امت کا ہر ہر فرد بھی کافر عظیم ہو گیا۔ یا حضرت! ہمارے پیارے مسیح موعود نے الاستفتاء ضمیمہ حقیقۃ الوحی (۱۹۰۷ء) میں آسمان پر حیات عیسیٰؑ کے عقیدے کو ایسا شرک عظیم قرار دیا ہے جو نیکیاں کھا جاتا ہے اور خلاف عقل بھی ہے لیکن سخت حیرت ہے کہ انہوں نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے ''یہ صحیح نہیں کہ میرا دنیا میں آنا صرف حیات مسیح کی غلطی کو دور کرنے کے واسطے ہے۔ اگر مسلمانوں کے درمیان صرف یہی ایک غلطی ہوتی تو اتنے کے واسطے آنے کی ضرورت نہ تھی۔ یہ غلطی دراصل آج نہیں پڑی بل کہ میں جانتا ہوں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تھوڑے ہی عرصے بعد یہ غلطی پھیل گئی تھی اور کئی خواص اولیاء اللہ کا یہی خیال تھا۔ اگر یہ کوئی ایسا اہم امر ہوتا تو خدا تعالیٰ اسی زمانے میں اس کا ازالہ کر دیتا''۔ (۳۷۶/ ب) ایک اور موقع پر ہمارے پیارے مسیح موعود نے ارشاد فرمایا تھا ''ہماری یہ غرض ہرگز نہیں کہ مسیح علیہ السلام (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کی وفات و حیات پر جھگڑے اور مباحثے کرتے پھرو، یہ ایک ادنیٰ سی بات ہے''۔ (۳۷۶/ ج) یا حضرت! قرآن کریم میں تو شرک کو ظلم عظیم قرار دیا گیا ہے اور یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ شرک کو نہیں بخشے گا اور اس کے علاوہ دوسرے گناہ وہ جس کے لئے چاہے بخش دے گا۔ یعنی اگر کسی بدقسمت کی موت شرک پر واقع ہو گئی تو یہ ناقابل معافی گناہ ہے وہ ہمیشہ جہنم میں پڑا رہے گا۔ ادھر ہمارے پیارے مسیح موعود شرک عظیم کو ''ادنیٰ سی بات'' قرار دے رہے ہیں اور یہ کہ یہ شرک عظیم رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بہت جلد بعد دنیا میں پھیل گیا تھا اور یہ کہ بہت سے خواص اولیاء اللہ بھی آسمان پر حیات عیسیٰؑ کے قائل ہونے کی وجہ سے (ہمارے مسیح موعود کی الاستفتاء ضمیمہ حقیقۃ الوحی کی عبارت کی رو سے) مشرک عظیم تھے مگر اس کے باوجود وہ خواص اولیاء اللہ بھی تھے اور یہ کہ اس طرح کے نیکیوں کو کھا جانے والے اور خلاف عقل شرک عظیم والے عقیدے پر لوگوں سے جھگڑے اور مباحثے نہیں کرنے چاہئیں اور یہ کہ اگر یہ شرک عظیم کوئی ایسا اہم امر ہوتا تو اللہ تعالیٰ بہت پہلے اس کا ازالہ کر دیتا۔ یا حضرت! ہمارے پیارے مسیح موعود کی اسی طرح کی عجیب و غریب باتوں پر ہمارے مخالفین نے ان پر کفر کا فتویٰ لگا رکھا ہے۔ جب قرآن کریم کی رو سے شرک اکبر الکبائر، ظلم عظیم اور ناقابل معافی گناہ ہے اور جب ہمارے مسیح موعود کے خیال

کے مطابق یہ شرک رسول اللہ ﷺ کے بعد جلد ہی پھیل گیا تھا تو زمین پر اس سے بڑا فساد اور کون سا ہوسکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے اسی زمانے میں کسی نبی کو بھیج کر اس کا ازالہ کیوں نہ فرمایا حال آں کہ ہمارے مسیح موعود اور خود آں جناب بھی یہ فرما رہے ہیں کہ اگر ختم نبوت کا یہ مفہوم لیا جائے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا تو اس سے فیض نبوت کا انقطاع لازم آتا ہے۔ یا حضرت! جب شرک عظیم والا یہ فساد رسول اللہ کے بہت جلد بعد دنیا میں پھیل گیا تھا تو یہ فیض نبوت کہاں چھپا رہا؟ یا حضرت! جب ہمارے پیارے مسیح موعود کے نزدیک شرک عظیم ادنیٰ سی بات ہے اور یہ ایسا اہم امر نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ خواہ مخواہ کسی رسول اور نبی کو بھیج دیتا تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر ہمارے پیارے مسیح موعود کس مقصد کے لئے تشریف لائے تھے؟ انہوں نے عیسائی ملکہ وکٹوریہ کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا تھا ''تیری پاک نیتوں کی تحریک سے خدا نے مجھے بھیجا ہے''۔ (۳۷۷/ الف) اور انہوں نے انگریز لفٹنیٹ جنرل بہادر دام اقبالہ کی خدمت میں بھی یہ درخواست کی تھی ''......صرف یہ التماس ہے کہ سرکار دولت مدار ایسے خاندان کی نسبت جس کو پچاس برس کے متواتر تجربے سے ایک وفادار جان نثار خاندان ثابت کر چکی ہے......اس خود کاشتہ پودا کی نسبت نہایت حزم اور احتیاط اور تحقیق اور توجہ سے کام لے کہ وہ بھی اس خاندان کی ثابت شدہ وفاداری اور اخلاص کا لحاظ رکھ کر مجھے اور میری جماعت کو ایک خاص عنایت اور مہربانی کی نظر سے دیکھیں''۔ (۳۷۷/ب) یا حضرت! اسی وجہ سے ہمارے مخالفین یہ کہتے ہیں کہ تمہارے مسیح موعود مرزا قادیانی کو خدا نے نہیں بھیجا تھا بل کہ وہ باعتراف خود عیسائی ملکہ وکٹوریہ کی پاک نیتوں کی تحریک سے مسیح موعود اور نبی بنے تھے۔ خدا کا نام تو انہوں نے درمیان میں ''تبرکاً'' ڈال دیا تھا اور تمہارے یہ مسیح موعود اپنے اقرار کے مطابق انگریز کا خود کاشتہ پودا تھے۔ یا حضرت! ہمارے مخالفین یہ بھی کہتے ہیں کہ جب تمہارے مسیح موعود اپنی ہی عبارتوں اور تحریروں کی رو سے مشرک عظیم، ماکول الحسنات، بدعقل، کج فہم، مخبوط الحواس، مفتری، کذاب، کافر عظیم، ملحد، زندیق، دشمن قرآن، آیت ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین کے منکر، خدا سے بے شرم، خدا کے نام کی جھوٹی قسمیں کھانے والے، رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھنے والے، نامراد، ملعون، مردود، ذلیل، دجال دنیا میں کبھی بھی ظہور پذیر نہ ہونے والے واقعات کے ظہور کو تقدیر مبرم قرار دینے والے، شیاطین کا کھلونا، اسلام سے خارج، کفار کی جماعت سے جا ملنے والے، عیسائی ملکہ وکٹوریہ کی پاک نیتوں کی تحریک سے نبوت پانے والے، انگریز سرکار دولت مدار کا خود کاشتہ پودا وغیرہ وغیرہ بہ خوبی ثابت ہو رہے ہیں جیسا کہ میں نے ان کی کتابوں کے متعلقہ حوالے وغیرہ بھی بہ صد ادب واحترام آں جناب کی خدمت میں پیش کر دیئے ہیں تو ایک سوال تو یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسا شخص رسول اللہ کا

ظل اور بروز ہونے کا، اللہ اور رسول کا کامل فرماں بردار ہونے کا، رسول اللہ ﷺ کی مہر نبوت سے بہ زعم خویش مسیح موعود، مہدی معہود، رسول اور نبی وغیرہ وغیرہ ہونے کا دعوی کس منہ سے کرسکتا ہے؟ دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر مذکورہ اوصاف کے حامل کسی شخص کو ہم قادیانی ''مرشدنا ومولانا وسیدنا وامامنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام'' کہہ سکتے ہیں تو بے چارے ابلیس کا کیا قصور ہے کہ ہم قادیانی اسے ''مرشدنا ومولانا وسیدنا وامامنا حضرت ابلیس اعظم وشیطان اکبر علیہ الصلوٰۃ والسلام'' نہیں کہتے؟

یا حضرت! ہمارے مخالفین ہم سے یہ بھی پوچھتے ہیں کہ جب تمہارے مسیح موعود مرزا قادیانی اپنے قلم اور خود آں جناب کے ارشادات وفرمودات کی رو سے عمر بھر کے لئے شیاطین کا کھلونا بھی قرار پاتے ہیں تو ایسے کھلونے سے محبت وعقیدت رکھنے والے اور اس کی حمایت میں تاویلات گھڑنے والے لوگ بھی تو شیطان کے دوست ہی تو ہوئے تو تم قادیانی حضرات شیطان کو بھی علی الاعلان ''مرشدنا ومولانا وسیدنا'' وغیرہ وغیرہ کیوں نہیں کہتے؟ اگر تم خواہ مخواہ شیطان کو اپنا دشمن بھی کہو تو دشمن کے ساتھ بھی تو انصاف ہونا چاہئے۔ یہ کہاں کا انصاف ہے کہ مشرک عظیم اور شیاطین کا کھلونا کوئی شخص تو تمہارے لئے ''مرشدنا ومولانا'' ہو لیکن شیطان کو اس احترام سے تم ناحق محروم رکھتے ہو؟ یا حضرت! ہماری ہی جماعت سے جو لوگ علیحدہ ہوگئے ہیں اور لاہوری جماعت کہلاتے ہیں، جو اپنے اخبار پیغام صلح کی وجہ سے پیغامی بھی کہلاتے ہیں وہ آں جناب کو خلیفہ تسلیم نہیں کرتے بل کہ آپ پر وہ عیاشی اور بدکاری وغیرہ کے سنگین الزامات بھی وقتاً فوقتاً ثابت کرتے رہتے ہیں اور ہمارے سیدنا ومولانا ومرشدنا مسیح موعود مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی نہیں بل کہ صرف مسیح موعود مانتے ہیں، ان پر سخت تعجب ہوتا ہے کہ وہ ہم قادیانی جماعت کو کافر نہیں کہتے اور اپنی قادیانی جماعت پر بھی سخت حیرانی ہوتی ہے کہ ہم قادیانی بھی اس لاہوری گروہ کو کافر نہیں کہتے حال آں کہ جو نبی ہو اس کو نبی نہ ماننا کفر ہے اور جو نبی نہ ہو اسے نبی ماننا بھی کفر ہے، اسی لئے ہمارے مخالفین ہم دونوں جماعتوں کو فریبی اور دھوکے باز کہتے ہیں اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ شیاطین کے کسی کھلونے کو نبی نہ بھی کہا جائے اور صرف مسیح موعود یا مجدد وغیرہ کہا جائے تو یہ ایسا ہی ہے جیسے مسیلمہ کذاب کو نبی تو نہ کہا جائے لیکن اسے مجدد وامام، مسیح موعود اور مہدی معہود وغیرہ تسلیم کیا جائے۔ یا حضرت! میں نے عزت مآب آں جناب کی جو سمع خراشی کی ہے اس پر میں سچے دل سے آں جناب سے معذرت خواہ ہوں لیکن بہ جا طور پر یہ امید ضرور رکھتا ہوں کہ آں جناب مرشدنا ومولانا مسیح موعود حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کے ایک ادنیٰ امتی کے شبہات کا ازالہ فرمائیں گے اور میری صحیح دینی رہ نمائی ضرور بالضرور فرمائیں گے کیوں کہ بہ حیثیت خلیفۃ المسیح الثانی آپ کا یہ اہم ترین دینی ومنصبی فریضہ ہے''۔ اگر چہ قادیانیوں کے

دوسرے خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود احمد سے مذکورہ بالا گفت گو کا کسی قادیانی کو ہوش نہیں رہا لیکن دور حاضر کے قادیانی حضرات اگر اپنے موجودہ امام اور خلیفہ سے رہ نمائی حاصل کر کے اپنے مخالفین کو جواب باصواب سے نوازیں تو ان پر ان کا بہت بڑا احسان ہوگا۔ اللہ تعالیٰ سب کو عقل سلیم عطا فرمائے۔

۴۔ لیجئے ہم قادیانیوں کے دوسرے خلیفہ آں جہانی مرزا بشیر الدین محمود کا یہ مشورہ قبول کر لیتے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی ۱۹۰۱ء سے پہلے کی ان عبارتوں کو منسوخ سمجھ لیں جن میں انہوں نے اپنی نبوت کا انکار کیا ہے لیکن اس کا کیا کیا جائے کہ بات پھر بھی نہیں بنتی۔ مرزا صاحب نے دنیا کی کل عمر سات ہزار سال بیان کی ہے اور وہ بہ قول خود جب پیدا ہوئے تھے تو چھ ہزار سال پورے ہونے میں گیارہ سال باقی تھے۔ وہ اپنا سال ولادت ۱۲۶۱ ھجری بتاتے ہیں (۳۷۷/ج) اس حساب سے ۱۲۶۱ ھجری تک دنیا کی عمر (۶۰۰۰-۱۱)=۵۹۸۹ سال تھی۔ مرزا صاحب کی وفات بالاتفاق ربیع الثانی ۱۳۲۶ ھجری میں ہوئی تھی۔ یوں ان کے اپنے حساب سے قمری سالوں میں ان کی عمر ۶۵ سال ہوئی۔ ان کے الہامی حساب کے مطابق ان کی وفات کے موقع پر دنیا کی عمر (۵۹۸۹+۶۵)=۶۰۵۴ سال ہوئی۔ یعنی ان کے الہامی حساب سے دنیا کی عمر کے پورا ہونے اور قیامت کے آنے میں ابھی (۷۰۰۰-۶۰۵۴)=۹۴۶ سال باقی تھے۔ مرزا صاحب اپنی مزعومہ صداقت کی نشانی بیان کرتے ہوئے حقیقۃ الوحی (۱۹۰۷ء) میں لکھتے ہیں کہ احادیث صحیحہ کی رو سے ہر سو سال کے بعد مجدد پیدا ہوا کرتا ہے اور چوں کہ یہ آخری زمانہ ہے اس لئے میں (مرزا غلام احمد قادیانی) آخری مجدد ہوں اور آخری مجدد کی حیثیت سے میں مسیح موعود ہوں۔ (۸۔۳ الف) انہوں نے چشمۂ معرفت (۱۹۰۸ء) میں لکھا "خدا کی کتابوں میں مسیح موعود کے کئی نام ہیں۔ ان جملہ ان کے ایک نام خاتم الخلفاء ہے یعنی ایسا خلیفہ جو سب سے آخر میں آنے والا ہے"۔ (۸۔۳ ب) ان مضامین سے معلوم ہوا کہ مرزا صاحب کی موت کے بعد دنیا کی عمر کے بقیہ ۹۴۶ سالوں میں کوئی اور خلیفہ، مجدد یا مسیح موعود ہرگز نہیں آئے گا کیوں کہ وہ بہ قول خود خاتم الخلفاء ہیں۔ جب کوئی مجدد تک نہیں آئے گا تو نبی کیسے آسکتا ہے جس کا مقام مجدد سے کہیں بڑھ کر ہوتا ہے۔ چناں چہ مرزا صاحب کشتی نوح (۱۹۰۲ء) میں لکھتے ہیں "ہلاک ہوگئے وہ لوگ جنہوں نے ایک برگزیدہ رسول (مرزا قادیانی) کو قبول نہ کیا۔ مبارک ہے وہ جس نے مجھے پہچانا، میں خدا کی سب راہوں سے آخری راہ ہوں اور اس کے سب نوروں میں سے آخری نور ہوں"۔ (۳۷۸/ج) ایک غلطی کا ازالہ (۱۹۰۱ء) میں وہ لکھتے ہیں "چوں کہ وہ بروز محمدی جو قدیم سے موعود تھا وہ میں ہوں، اس لئے بروزی رنگ کی نبوت مجھے عطا کی گئی اور اس نبوت کے مقابل پر اب تمام دنیا بے دست و پا ہے کیوں کہ نبوت پر مہر ہے۔ ایک بروز محمدی جمیع

کمالات احمدیہ کے ساتھ آخری زمانہ کے لئے مقدر تھا سو وہ ظاہر ہوگیا۔ اب بہ جز اس کھڑکی کے اور کوئی کھڑکی نبوت کے چشمے سے پانی لینے کے لئے باقی نہیں''۔(۳۷۹/الف)۔خطبۂ الہامیہ (۱۹۰۲ء) میں انہوں نے لکھا''اور اس (نبوت) کی عمارت میں ایک اینٹ کی جگہ خالی تھی یعنی منعم علیہ۔ پس خدا نے ارادہ فرمایا کہ اس پیش گوئی کو پورا کرے اور آخری اینٹ کے ساتھ بنا کر کمال تک پہنچا دے۔ پس میں (مرزا قادیانی) وہی اینٹ ہوں''۔(۳۷۹/ب) براہین احمدیہ حصہ پنجم (۱۹۰۵ء) میں انہوں نے لکھا:

روضۂ آدم کہ تھا وہ ناکمل اب تک
میرے آنے سے ہوا کامل بہ جملہ برگ وبار
(۳۷۹/ج)

مرزا قادیانی کی مذکورہ بالا عبارتوں کا مطلب بالکل واضح ہے کہ ان کے بعد کوئی اور نبی ہرگز نہیں آئے گا۔ چناں چہ قادیانی رسالے تشحیذ الاذہان میں ہے''پس ثابت ہوا کہ ایک سے زیادہ نبی کسی صورت میں نہیں آسکتا۔ چناں چہ نبی کریم ﷺ نے اپنی امت میں سے صرف ایک نبی اللہ کے آنے کی خبر دی ہے جو مسیح موعود (مرزا قادیانی) ہے اور اس کے سوا قطعاً کسی کا نام نبی اللہ یا رسول اللہ نہیں رکھا اور نہ کسی اور نبی کے آنے کی آپ نے خبر دی ہے بل کہ لانبی بعدی فرما کر اوروں کی نفی کر دی اور کھول کر بیان فرما دیا کہ مسیح موعود کے سوا میرے بعد قطعاً کوئی نبی یا رسول نہیں آئے گا۔ اس امت میں نبی صرف ایک ہی آسکتا ہے جو مسیح موعود (مرزا قادیانی) ہے اور قطعاً نہیں آسکتا''۔(۳۸۰/الف) اسی رسالہ تشحیذ الاذہان میں ہے ''آں حضرت ﷺ کے بعد صرف ایک نبی کا ہونا لازم ہے اور بہت سارے انبیا کا ہونا خدا تعالیٰ کی بہت سی مصلحتوں اور حکمتوں میں رخنہ پیدا کرتا ہے''۔(۳۸۰/ب) ان اقتباسات سے بھی معلوم ہوا کہ مرزا قادیانی کی موت کے بعد ان کے الہامی حساب کی رو سے دنیا کی باقی ماندہ عمر یعنی ۹۴۶ سالوں میں کوئی نبی تو کیا کوئی مجدد بھی نہیں آئے گا حال آں کہ ہر سو سال کے بعد مرزا صاحب کے اپنے اعتراف کے مطابق مجدد آیا کرتا ہے تو حیرت ہے کہ مرزا صاحب آخری مجدد کیسے ہوگئے؟ اور ان کا استدلال اس حدیث سے کیسے درست ہوا کہ ہر سو سال کے بعد مجدد آیا کرتا ہے؟ نیز جب مرزا صاحب کے دعوے کے مطابق ان ۹۴۶ سالوں میں کوئی نبی تو کیا بل کہ کوئی مجدد تک نہیں آئے گا تو خود ان کے اپنے ''ارشادات عالیہ'' کے مطابق اس سے انقطاع فیض لازم آئے گا اور خود ان کے اپنے ہی قلم سے قادیانی امت ایک لعنتی امت قرار پائے گی۔ چناں چہ وہ ارشاد فرماتے ہیں''اگر نبوت کا دروازہ بالکل بند سمجھا جائے تو اس سے انقطاع فیض لازم آتا ہے اور نبی کی ہتکِ شان ہوتی ہے گویا اللہ تعالیٰ نے اس امت کو یہ جو کہا کنتم خیر امۃ

یہ جھوٹ تھا نعوذ باللہ۔ اگر یہ معنی کئے جائیں کہ آئندہ کے واسطے نبوت کا دروازہ ہر طرح سے بند ہے تو پھر خیر الامۃ کی بہ جائے شر الامم ہوئی'' (۳۸۰/ج) نیز ضمیمہ براہین احمدیہ (۱۹۰۵ء) میں وہ لکھتے ہیں ''اور آں حضرت ﷺ کو جو خاتم الانبیاء فرمایا گیا ہے اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ آپ کے بعد دروازہ مکالمات ومخاطبات الٰہیہ کا بند ہے۔ اگر یہ معنی ہوتے تو یہ امت ایک لعنتی امت ہوتی جو شیطان کی طرح ہمیشہ خدا سے دور ومہجور ہوتی'' (۳۸۱/الف) اب عام حضرات عموماً اور قادیانی حضرات خصوصاً ٹھنڈے دل سے خوب غور فرمائیں کہ ہم تو مرزا قادیانی کو کذاب اور مفتری قرار دیتے ہیں، پیچھے رہی قادیانی امت جس میں مرزا صاحب کی موت کے بعد تا قیامت کوئی نبی آنا تو درکنار کوئی مجدد اور کوئی خلیفہ رسول بھی نہیں آئے گا کیوں کہ وہ اپنے کو خاتم المجددین اور خاتم الخلفاء قرار دے چکے ہیں، تو کیا اس سے خود مرزا قادیانی کے الفاظ میں رسول اللہ سے قادیانی امت پر انقطاع فیض لازم نہیں آیا؟ کیا قادیانی امت شر الامم قرار نہ پائی؟ جب مرزا قادیانی کے بعد قادیانی امت سے تا قیامت خدا کا مکالمہ نہیں ہوگا اور اس میں کسی نبی کو بھیجنا تو ایک طرف رہا وہ کسی مجدد اور خلیفہ کو بھی نہیں بھیجے گا ورنہ مرزا صاحب کا اپنے خاتم الخلفاء ہونے کا دعوی جھوٹا ہو جائے گا تو کیا خود مرزا صاحب کے نظریات کے عین مطابق قادیانی امت منحوس اور لعنتی امت نہ ہوئی؟ کیا وہ شیطان کی طرح ہمیشہ خدا سے دور ومہجور نہ ہوئی؟ اگر ان سوالات کا جواب ہاں میں ہے تو قادیانیوں کو ان کے نبی کی طرف سے دیئے گئے القاب واوصاف مبارک ہوں۔ اگر مذکورہ سوالات کا جواب نفی میں ہے تو مرزا قادیانی دیگر بہت سے مواقع کی طرح یہاں بھی جھوٹے ثابت ہوئے اور یہ بھی پوری طرح واضح ہوگیا کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی نبی کے نہ آنے سے آپ کی قطعاً نہ کوئی توہین ہوتی ہے اور نہ ہی آپ کی امت (معاذ اللہ) شر الامم قرار پاتی ہے کیوں کہ آپ کی شریعت تا قیامت محفوظ ہے، آپ ہی کی نبوت جاری ہے، دین کامل ہو چکا ہے اور بلا ضرورت اللہ تعالی کوئی نبی نہیں بھیجا کرتا۔

اب قادیانی حضرات کی مرضی ہے کہ وہ مرزا غلام احمد قادیانی کے مذکورہ فلسفہ اجرائے نبوت کو قبول کر کے منحوس، لعنتی اور شر الامم بنیں جو خدا سے ہمیشہ کے لئے دور ومہجور ہو یا قادیانیت سے تائب ہو کر راہ راست پر آجائیں۔ دیکھ لیجئے مرزا صاحب کی ۱۹۰۱ء سے پہلے کی انکار نبوت والی عبارتوں کو ناحق منسوخ بھی قرار دیا جائے تو بھی قادیانی امت خود مرزا صاحب کے ارشادات اور ان کے فلسفہ اجرائے نبوت کے تحت تا قیامت ایک لعنتی امت ہی رہے گی۔ اگر ۱۹۰۱ء سے پہلے والی مرزا صاحب کی بہت سی عبارتیں مرزا بشیر الدین محمود اور قادیانیوں کے لئے سوہان روح بنی ہوئی تھیں تو ان کی ۱۹۰۱ء کے بعد والی عبارتیں قادیانیوں کے لئے کون سا سامان فرحت مہیا کر رہی ہیں؟ اگر کسی کو یہ خیال ہو کہ مرزا قادیانی کی موت

کے بعد کی قادیانی امت تو واقعی لعنتی قرار پاتی ہے لیکن شاید مرزا صاحب کی زندگی میں قادیانی امت کسی فضلیت ومنقبت کی اہل ہو تو یہ شبہ بھی دور ہو جانا چاہئے۔

شہادۃ القرآن (۱۸۹۳ء) میں مرزا صاحب نے اپنی جماعت کا جو اخلاقی نقشہ نہایت خوب صورتی سے کھینچا ہے اس کے مطابق قادیانی جماعت کے اکثر افراد بدتہذیب، نااہل، ناپاک، پرہیزگاری سے دور، کج دل، بھیڑیوں کی مانند، سفلہ خودغرض، متکبر، گالیاں بکنے والے، لڑاکے، حملہ آور، نفسانی طمع کے مریض، کھانے پینے پر نفسانی بحثیں کرنے والے، ضدی، درندوں سے بدتر اور جھوٹ کو نہ چھوڑنے والے وغیرہ قرار پاتے ہیں۔ (۳۸۱/ب) براہین احمدیہ حصہ پنجم (۱۹۰۵ء) میں مرزا صاحب نے قادیانیوں کے یہ اوصاف بیان فرمائے ہیں ''ابھی تک ظاہری بیعت کرنے والے بہت سے ایسے ہیں کہ نیک ظنی کا مادہ بھی ہنوز ان میں کامل نہیں اور ایک کمزور بچے کی طرح ہر ایک ابتلا کے وقت ٹھوکر کھاتے ہیں اور بعض بدقسمت ایسے ہیں کہ شریر لوگوں کی باتوں سے متاثر ہو جاتے ہیں اور بدگمانی کی طرف ایسے دوڑتے ہیں جیسے کتا مردار کی طرف''۔ (۳۸۱/ج) یہ تو مرزا صاحب کی زندگی میں قادیانیوں کا حال تھا۔ ان کی موت کے بعد وہ خود مرزا صاحب کے ہی قلم سے ایک لعنتی امت قرار پاتے ہیں ہم نے اپنی طرف سے تو ایک لفظ بھی نہیں لکھا سب کچھ انہی کی تحریروں سے صراحتاً یا اشارتاً برآمد ہو رہا ہے!!! (جل جلالہ)

۵۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے آپ کو ابن عربیؒ کی ایک پیشین گوئی کا بھی مصداق ٹھہرایا ہے جس کے تحت نوع انسانی میں جو آخری کامل انسان پیدا ہوگا اس کے بعد مردوں اور عورتوں میں بانجھ پن کا عارضہ سرایت کر جائے گا۔ نکاح تو بہت ہوگا لیکن اولاد نہیں ہوگی۔ مرزا قادیانی اس کی تشریح کرتے ہوئے تریاق القلوب (۱۸۹۹۔۱۹۰۲ء) میں لکھتے ہیں ''پھر بقیہ ترجمہ شیخ کی عبارت کا یہ ہے کہ اس زمانہ میں مردوں اور عورتوں میں بانجھ پن کا عارضہ سرایت کرے گا۔ نکاح بہت ہوگا یعنی لوگ مباشرت سے نہیں رکیں گے مگر کوئی صالح بندہ پیدا نہیں ہوگا۔ اور (ابن عربی کی) پیشین گوئی میں یہ بھی الفاظ ہیں کہ اس (آخری نیک شخص) کے بعد یعنی اس کے مرنے کے بعد نوع انسانی میں علت عقم سرایت کرے گی یعنی پیدا ہونے والے حیوانوں اور وحشیوں سے مشابہت رکھیں گے اور انسانیت حقیقی (والے) صفحۂ ہستی سے مفقود ہو جائیں گے۔ وہ حلال کو حلال نہیں کہیں گے اور نہ حرام کو حرام کو، پس ان پر قیامت قائم ہوگی''۔ (۳۸۲/الف) لیجئے مرزا صاحب کے مذکورہ ارشاد سے بھی واضح ہوا کہ ان کی موت کے بعد ان کے الہامی حساب کے مطابق دنیا کی عمر جو ۹۴۶ سال رہ جائے گی تو اس مدت میں جو لوگ بھی پیدا ہوں گے ان میں کوئی صالح بندہ نہیں ہوگا۔ وہ حلال کو حلال اور حرام کو حرام نہیں کہیں گے۔ ہم تو مرزا جی کو کذاب اور

مفتری قرار دیتے ہیں پس ۱۳۲۶ ہجری/۱۹۰۸ عیسوی میں ان کی موت کے بعد قادیانی امت کے پیدا ہونے والے تمام افراد بلا استثناء وحشیوں اور حیوانوں کی طرح ہوں گے ان میں کوئی بھی اللہ کا صالح بندہ پیدا نہیں ہوگا بل کہ حقیقی انسانیت سے وہ عاری ہوں گے اور حلال کو حلال اور حرام کو حرام نہیں کہیں گے۔ قادیانیوں کو ان کے اپنے ہی نبی کے عطا فرمودہ مذکورہ اوصاف پسند ہیں تو ہم ان کی کیا مدد کر سکتے ہیں؟ نیز غور کیجئے ان اوصاف ذمیمہ کے حامل لوگوں میں سے کوئی نبی کیسے ہوسکتا ہے جو بھی ان میں سے نبوت کا دعوی کرے گا وہ لازماً اور یقیناً جھوٹا ہوگا۔ جہاں تک مرزا صاحب کا تعلق ہے وہ جیسا کہ ہم اوپر بارہا واضح کر چکے ہیں، اپنے آپ کو اپنے ہی قلم سے کذاب، مفتری، نامراد، ملعون، مردود، ذلیل، دجال اور مشرک عظیم وغیرہ وغیرہ بہت کچھ ثابت کر چکے ہیں لہٰذا وہ بھی نبی نہیں ہو سکتے۔ رسول اللہ ﷺ اور مرزا قادیانی کی درمیانی تیرہ سو سالہ مدت میں بھی خود قادیانیوں کے عقیدے کے مطابق بھی کوئی نبی نہیں آیا۔ پس ختم نبوت کا یہ صحیح مفہوم قادیانیوں کا پیچھا نہیں چھوڑتا کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد قیامت تک کسی بھی طرح کا کوئی نبی ہرگز ہرگز نہیں آئے گا۔ وھو المطلوب

۶۔ قادیانیوں کے دوسرے خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود نے اپنے اباجی مرزا غلام احمد قادیانی کی ۱۹۰۱ء سے پہلے کی انکار نبوت والی عبارتوں کو سوہان روح سمجھتے ہوئے ان سے پیچھا چھڑانا چاہا تو یہ دُہائی دی کہ یہ سب عبارتیں اب منسوخ ہیں لیکن جیسا کہ اوپر چوتھے اور پانچویں نکتے میں مذکور ہو چکا، مرزا صاحب کی ۱۹۰۱ء سے بعد کی عبارتیں بھی (جن میں وہ اپنے آپ کو آخری نبی، آخری مجدد اور آخری زمانے کا آخری خلیفہ اور امام قرار دے رہے ہیں) قادیانیوں کے لئے لعنت و مصیبت بن گئی ہیں تو مرزا بشیر الدین محمود کو سخت پریشانی لاحق ہوئی۔ چناں چہ انہوں نے اپنے اباجی کی موت کے بعد بھی نبوت کو جاری و ساری رکھنے کی شدید ضرورت محسوس فرمائی۔ وہ اپنی کتاب ''انوار خلافت'' میں لکھتے ہیں ''انہوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ خدا کے خزانے ختم ہوگئے...... ان کا یہ سمجھنا خدا تعالیٰ کی قدر کو ہی نہ سمجھنے کی وجہ سے ہے ورنہ ایک نبی تو کیا میں تو کہتا ہوں ہزاروں نبی ہوں گے''۔ (۳۸۲/ب) وہ مزید لکھتے ہیں ''ہاں قیامت تک رسول آتے رہیں گے۔ اگر یہ خیال ہے کہ دنیا میں خرابی پیدا ہوتی رہے گی تو پھر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ رسول بھی آتے رہیں گے''۔ (۳۸۲/ج) قادیانی اخبار الفضل میں ہے ''خاتم النبیین آنے والے نبیوں کے لئے روک نہیں ہے۔ انبیائے عظام حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے خادموں میں پیدا ہوں گے''۔ (۳۸۳/الف) لیجئے ابھی ہم ان مباحث میں اوپر چوتھے نکتے میں مرزا قادیانی کی عبارتیں اور قادیانی رسالے تشحیذ الاذہان کے حوالے پیش کر چکے ہیں کہ مرزا قادیانی کے بعد کسی نبی کا آنا تو درکنار کوئی مجدد یا

خلیفہ رسول تک بھی نہیں آئے گا کیوں کہ مرزا جی بہ زعم خویش آخری زمانے کے خاتم الخلفاء ہیں اور اس کا مطلب خود انہوں نے ہی بیان کر دیا ہے کہ میں آخری مجدد اور آخری خلیفہ ہوں جس کے بعد کوئی اور خلیفہ نہیں آئے گا۔ لیکن مرزا بشیر الدین محمود کو لاینحل اشکالات سے بچنے کے لئے یہ دروازہ پھر کھولنا پڑا۔ ہم قادیانی امت کے اس دل چسپ تضاد و تناقض کو نظر انداز کرتے ہوئے ان کی دل جوئی کے لئے یہ مان لیتے ہیں کہ مرزا صاحب کی موت کے بعد بھی ایک نہیں بل کہ ہزاروں انبیا آسکتے ہیں۔ ادھر مرزا صاحب تریاق القلوب (۱۸۹۹ء۔۱۹۰۲ء) میں ابن عربیؒ کی پیشین گوئی کے حوالے سے اپنے خاتم الخلفاء ہونے کا دعویٰ کرتے ہوئے یہ بھی ارشاد فرما چکے ہیں کہ خاتم الخلفاء کی موت کے بعد کوئی کامل اور صالح بندہ سرے سے پیدا ہی نہیں ہوگا بل کہ سب پیدا ہونے والے حیوانوں اور وحشیوں کی مانند ہوں گے اور حقیقی انسانیت ان سے مفقود ہوگی، وہ حلال کو حلال اور حرام کو حرام نہیں سمجھیں گے جیسا کہ ہم ان تمام باتوں کو اوپر پانچویں نکتے میں واضح کر چکے ہیں۔ پس اس قسم کے لوگوں سے مرزا بشیر الدین محمود جو ہزاروں انبیاء پیدا فرمانا چاہتے ہیں وہ لازماً جھوٹے نبی ہوں گے اور چوں کہ یہ نبی بہ قول مرزا بشیر الدین محمود ان کے اباجی مرزا غلام احمد قادیانی کے خادموں میں سے ہوں گے تو جب یہ خادم جھوٹے نبی ہوں گے تو ان کے مخدوم مرزا قادیانی کا جھوٹا ہونا بھی واضح ہو گیا۔ نیز مرزا قادیانی کا اپنے ہی قلم سے جھوٹا ہونا اسلام سے خارج ہو کر کافروں کی جماعت سے جاملنا، مشرک عظیم اور شیاطین کا کھلونا ہونا وغیرہ وغیرہ پہلے بھی ثابت ہو چکا ہے۔ مرزا قادیانی اور رسول اللہ کے درمیانی تیرہ سو سال میں کسی نبی کے نہ آنے کو قادیانی بھی تسلیم کرتے ہیں پس ختم نبوت کا یہ صحیح مفہوم قادیانیوں کے گلے کا طوق بنا ہی رہے گا کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد تا قیامت ہرگز ہرگز کسی کو نبوت نہیں ملے گی۔

یہاں اصل حقیقت یہ ہے کہ مرزا قادیانی کے کلام میں ہمیں قدم قدم پر ناقابل تطبیق اور لاینحل تضاد اور تناقض سے واسطہ پڑتا ہے۔ جھوٹے لوگ چوہوں کی طرح راہ فرار اختیار کرنے کے لئے بسا اوقات اپنے کلام میں عمداً بھی اختلاف اور تناقض پیدا کر دیا کرتے ہیں۔ بالکل اسی طرح جیسے چوہے اپنے لئے کئی بل (سوراخ) بناتے ہیں تا کہ بھاگ نکلنے کے لئے کوئی نہ کوئی راستہ باقی رہے۔ مرزا صاحب کے بعد کوئی نبی آئے گا یا نہیں، اس میں بھی دیگر مواقع کی طرح خوب خوب تناقض پیدا کر دیا گیا ہے تا کہ اگر اہل حق ان کی کسی ایک عبارت پر گرفت کریں تو اس کے خلاف دوسری عبارت پیش کر دی جائے۔ دوسری پر گرفت ہو تو تیسری کا حوالہ دے دیا جائے اور یوں دوسروں کو دھوکہ دینے کے لئے انہیں خوب الجھایا اور پریشان کیا جائے۔ ان مباحث میں اوپر چوتھے نکتے میں مرزا جی کے وہ اقوال اور قادیانی رسالے تشحیذ الاذہان کی

وہ عبارتیں پیش کی جا چکی جن سے قطعی اور یقینی طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ مرزا صاحب کے بعد ہرگز ہرگز اور نبی قیامت تک نہیں آئے گا بل کہ کوئی مجدد، خلیفہ اور امام بھی ہرگز نہیں آئے گا کیوں کہ مرزا قادیانی اپنے آپ کو آخری زمانے کا خاتم الخلفاء یعنی آخری خلیفہ قرار دے چکے ہیں۔ لیکن انہیں مرزا صاحب کی کتب میں ہمیں ایسی عبارتیں بھی مل جائیں گی جن سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے بعد بھی ہزاروں نبی آسکتے ہیں۔ چناں چہ اشتہار ''ایک غلطی کا ازالہ'' (۱۹۰۱ء) میں وہ لکھتے ہیں ''ہاں یہ ممکن ہے کہ آں حضرت ﷺ نہ ایک دفعہ بل کہ ہزار دفعہ بروزی رنگ میں آئیں اور بروزی رنگ میں اور کمالات کے ساتھ اپنی نبوت کا بھی اظہار کریں''۔ (۳۸۳/ب) لیکچر سیالکوٹ (۱۹۰۳۔۱۹۰۴ء) میں مرزا جی کہتے ہیں ''لہٰذا ضرور ہوا کہ تمہیں یقین اور محبت کے مرتبے پر پہنچانے کے لئے خدا کے انبیاء وقتاً بعد وقت آتے رہیں جن سے تم وہ نعمتیں پاؤ۔ اب کیا تم خدا تعالیٰ کا مقابلہ کرو گے اور اس کے قدیم قانون کو توڑ دو گے؟'' (۳۸۳/ج) اپنے ابا جی کی اسی طرح کی عبارتوں سے مرزا بشیر الدین محمود فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے آپ کو اور لوگوں کو بے وقوف بنا رہے ہیں لیکن ان کی یہ چال بھی سخت ناکامی سے دوچار ہو رہی ہے جیسا کہ ابن عربیؒ کی پیشین گوئی کے حوالے سے ہم خود مرزا قادیانی کے الفاظ کی رو سے اسے اوپر پانچویں نکتے میں واضح کر چکے ہیں۔ دیکھئے خود مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے کلام میں کس طرح تناقض پیدا کر رکھا ہے جو ان کے اپنے اعتراف کے مطابق مخبوط الحواس یا جھوٹے کے کلام میں ہی ہوا کرتا ہے۔ متناقض اور متضاد اقوال میں لازماً ایسے اقوال بھی ہوں گے جن کی شریعت میں کوئی صحیح اصل ہرگز نہیں ہو سکتی اور مرزا صاحب آئینہ کمالات اسلام (۱۸۹۳ء) میں لکھ چکے ہیں کہ خلاف شرع بات کسی صاحب الہام کے منہ سے صادر ہو یا کسی مجتہد کے منہ سے نکلے تو اس کے اندر شیاطین کھیل رہے ہوتے ہیں۔ یوں قدم قدم پر ہمیں مرزا جی کے اندر شیاطین بھی چوکڑیاں بھرتے نظر آتے ہیں!!! (جل جلالہ)

۷۔ حقیقۃ الوحی (۱۹۰۷ء) میں مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے آپ کو آخری زمانے کا آخری مجدد قرار دیا ہے اور ابوداؤد کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ ہر سو سال کے بعد مجدد آیا کرتا ہے (۳۸۴/الف) یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مرزا صاحب سے پہلے جو مجدد آتے رہے وہ قرآن کریم کی سچی پیروی کرنے والے تھے یا نہیں؟ اگر نہیں تو وہ مجدد کیسے ہو گئے؟ اور اگر وہ قرآن کریم کی سچی پیروی کرنے والے تھے تو سچے تابعین قرآن کے اوصاف حمیدہ بیان کرتے ہوئے مرزا صاحب نے اپنی اولین تصنیف براہین احمدیہ (۱۸۸۰۔۱۸۸۴ء) میں لکھا تھا ''وہ اپنے ہر ایک خیال اور علم اور فہم اور غضب اور شہوت اور خوف اور طمع اور تنگی اور فراخی اور خوشی اور غمی اور عسر اور یسر میں تمام نالائق باتوں اور فاسد

خیالوں اور نادرست علموں اور ناجائز عملوں اور بے جافہموں اور ہر ایک افراط اور تفریط انسانی سے بچائے جاتے ہیں اور کسی مذموم بات پر ٹھہر نا نہیں پاتے کیوں کہ خداوند کریم خود ان کا متکفل ہوتا ہے اور جس شاخ کو ان کے شجرۂ طیبہ میں خشک دیکھتا ہے اس کو فی الفور اپنے مربیانہ ہاتھ سے کاٹ ڈالتا ہے اور حمایت الٰہی ہر دم اور ہر لحظہ ان کی نگرانی کرتی رہتی ہے''۔ (۳۸۴/ب) اسی کتاب میں قرآن کی سچی پیروی کرنے والوں کے اوصاف حمیدہ وہ یوں بھی بیان کرتے ہیں'' یہ علوم ومعارف جو دوسرے لفظوں میں حکمت کے نام سے موسوم ہیں یہ خیر کثیر پر مشتمل ہونے کی وجہ سے بحر محیط کے رنگ میں ہیں جو کلام الٰہی کے تابعین کو دیئے جاتے ہیں اور ان کے نظر اور فکر میں ایک ایسی برکت رکھی ہوتی ہے جو اعلیٰ درجے کے حقائق حقہ ان کے نفس آئینہ صفت پر منعکس ہوتے رہتے ہیں اور کامل صداقتیں منکشف ہوتی رہتی ہیں اور تائیدات الٰہیہ ہر ایک تحقیق اور تدقیق کے وقت کچھ ایسا سامان ان کے لئے میسر کر دیتی ہیں جن سے بیان ان کا ادھورا اور ناقص نہیں ہوتا اور نہ کچھ غلطی واقع ہوتی ہے''۔ (۳۸۴/ج) اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ مرزا صاحب سے پہلے آنے والے یہ تابعین قرآن اور مجددین حضرات ختم نبوت کے اس صحیح مفہوم کے قائل تھے یا نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی بھی طرح کی نئی نبوت کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بالکل بند ہو چکا ہے۔ یہی مرزا غلام احمد قادیانی کتاب البریہ (۱۸۹۸ء) میں کیا خوب ارشاد فرماتے ہیں'' آں حضرت (ﷺ) نے بار بار فرمایا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور حدیث لا نبی بعدی ایسی مشہور تھی کہ کسی کو اس کی صحت میں کلام نہ تھی اور قرآن شریف جس کا لفظ لفظ واقعی قطعی ہے اپنی آیت کریمہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین سے بھی اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ فی الحقیقت نبی کریم ﷺ پر نبوت ختم ہو چکی ہے''۔ (۳۸۵/الف) پس مرزا صاحب کی اس عبارت سے روز روشن کی طرح ثابت ہوگیا کہ یہ مجددین بھی دیگر افراد امت کی طرح ختم نبوت کے مذکورہ بالا صحیح مفہوم کے بھرپور قائل تھے جس پر باعتراف مرزا صاحب پوری امت مسلمہ کا پورا پورا اتفاق اور اجماع تھا کیوں کہ حدیث لا نبی بعدی کی صحت میں کسی کو بھی کلام نہ تھا۔ اب یا تو یہ مجددین ملت (معاذ اللہ) غلطی میں پڑے ہوئے تھے یا ختم نبوت کا مذکورہ مفہوم درست ہے۔ اگر درست ہے تو مرزا قادیانی کا اپنی نبوت کا دعوی جھوٹا ثابت ہوگیا۔ اگر یہ مجددین (معاذ اللہ) غلطی میں پڑے ہوئے تھے تو اس کی بھرپور تردید مرزا صاحب کی براہین احمدیہ کی مذکورہ بالا عبارتوں سے ہو رہی ہے۔ جب یہ مجدد حضرات قرآن کریم کے سچے پیرو تھے تو وہ مرزا جی کے اپنے الفاظ کے مطابق اپنے ہر ایک خیال اور علم اور فہم اور غضب اور شہوت اور خوف اور طمع اور تنگی اور فراخی اور خوشی اور غمی اور عسر اور یسر میں تمام نالائق باتوں اور فاسد خیالوں اور نادرست علموں اور ناجائز عملوں اور بے جافہموں اور ہر ایک افراط اور تفریط

انسانی سے بچائے جاتے تھے اور کسی مذموم بات پر ٹھہر نا نہیں پاتے تھے کیوں کہ خداوند کریم خود ان کا متکفل تھا اور جس شاخ کو ان کے شجرۂ طیبہ میں خشک دیکھتا تھا اس کو فی الفور اپنے مربیانہ ہاتھ سے کاٹ دیا کرتا تھا اور حمایت الٰہی ہر دم اور ہر لحظہ ان کی نگرانی کرتی رہتی تھی۔ نیز ان ہی مرزا قادیانی کے الفاظ کی رو سے ان مجددین امت میں قرآن کریم کی سچی پیروی کی وجہ سے ایک ایسی برکت رکھی ہوتی تھی کہ اعلیٰ درجے کے حقائق حقہ ان کے نفس آئینہ صفت پر منعکس ہوتے رہتے تھے اور کامل صداقتیں ان پر منکشف ہوتی رہتی تھیں اور تائیدات الٰہیہ ہر ایک تحقیق اور تدقیق کے وقت کچھ ایسا سامان ان کے لئے میسر کردیا کرتی تھیں جن سے بیان ان کا ادھورا اور ناقص نہیں ہوا کرتا تھا اور نہ کچھ غلطی واقع ہوا کرتی تھی۔ پس مرزا صاحب کی اپنی عبارتوں سے نہایت ہی صراحت اور وضاحت سے ثابت ہوگیا کہ یہ مجدد حضرات ختم نبوت کے اس صحیح اور اجماعی مفہوم پر جو یقین رکھتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد ہرگز ہرگز کسی بھی طرح کی نئی نبوت جاری نہ ہوگی، بالکل درست ہے۔ اگر ختم نبوت کا صحیح مفہوم یعنی رسول اللہ ﷺ کے بعد عدم اجرائے نبوت مرزا قادیانی کے بعد کے خیالات کے مطابق غلط ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ پوری امت عدم اجرائے نبوت کے غلط عقیدے پر جمع ہوگئی تھی۔ اگر ایسا تھا تو اجرائے نبوت کے (مفروضہ ومزعومہ) صحیح عقیدے کو چھوڑ کر پوری کی پوری امت بہ شمول ان مجددین کے (معاذ اللہ) کافر ہوگئی تھی۔ یہ خبیث مفروضہ درست ہو تو کفریہ عقائد رکھنے والوں کو مجدد کہنا کیسے درست ہوا اور ابوداؤد کی حدیث کا یہ مفہوم کیسے صحیح ہوا کہ ہر سو سال کے بعد اس امت میں مجدد آیا کرے گا۔ ایسی صورت میں تو بہت پہلے کسی نبی کو آجانا چاہئے تھا۔ یہ تو رہا مرزا صاحب سے پہلے کے مجددین کا حال۔ خود مرزا صاحب براہین احمدیہ (۱۸۸۰۔۱۸۸۴ء) کی تصنیف کے ایام میں بھی اپنے آپ کو قرآن کریم کا سچا متبع سمجھتے تھے اور ان ایام میں وہ آسمان پر حیاتِ عیسیٰؑ اور قیامت کے قریب زمین پر ان کے نزول اور اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی بھی طرح کی نبوت کے جاری نہ ہونے کے بھرپور قائل تھے۔ وفاتِ عیسیٰؑ کا دعویٰ انہوں نے گیارہ بارہ سال بعد ۱۸۹۱ء میں اور اپنی نبوت کا دعویٰ کوئی اکیس برس بعد ۱۹۰۱ء میں کیا۔ چوں کہ قرآن کریم کے سچے متبعین کے مذکورہ بالا اوصاف حمیدہ خود مرزا صاحب کو بھی بہ زعم خویش براہین احمدیہ کی تصنیف کے ایام میں حاصل تھے اور جو خشک شاخ ان کے ''شجرۂ طیبہ'' میں خدا کو نظر آتی تھی وہ اسے مربیانہ ہاتھ سے فی الفور (نہ کہ بارہ یا اکیس برس کے بعد) کاٹ دیا کرتا تھا اور کامل صداقتیں ان دنوں مرزا صاحب پر اس طرح منکشف ہوا کرتی تھیں کہ کوئی بیان ان کا ادھورا اور ناقص نہیں ہوا کرتا تھا اور نہ کچھ غلطی واقع ہوا کرتی تھی لہٰذا حیاتِ عیسیٰؑ، رفع ونزولِ عیسیٰؑ، رسول اللہ ﷺ کے بعد عدم اجرائے نبوت کے ان دنوں کے عقائد

سو فیصد درست تھے۔ بعد میں ان صحیح عقائد سے انحراف کر کے وہ گم راہی کے عمیق گڑھے میں گر گئے۔ جب ان کے (۱۸۸۰۔۱۸۸۴ء) کے خیالات وعقائد جن پر وہ کوئی ۱۸۹۰ء پر قائم رہے تھے ان کی اپنی تحریروں کی رو سے سو فیصد درست ثابت ہو گئے تو ان کے بعد کے غلط عقائد کی شرع میں قطعاً کوئی صحیح اصل نہیں ہو سکتی۔ خلاف شرع باتیں اپنے منہ اور اپنے قلم سے نکال کر وہ اپنے ہی الفاظ میں اس حالت میں آگئے کہ ان کے اندر تادم مرگ شیاطین کھیلتے رہے۔

۸۔ مرزا غلام احمد قادیانی بار بار اس بات پر زور دیتے ہیں کہ جس امت میں خدا کی طرف سے مکالمہ اور مخاطبہ نہ ہو وہ لعنتی امت ہوتی ہے۔ اسی بنا پر وہ اپنے آپ کو نبی قرار دیتے ہیں۔ مشرکین مکہ کی طرح مرزا صاحب نے اللہ تعالیٰ کے مکالمے ومخاطبے کو ایک کھیل اور تماشہ سمجھ رکھا ہے۔ سورہ مدثر میں ہے کہ ''ان (مشرکین میں سے) ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ اسے (اللہ کی طرف سے) کھلے ہوئے صحیفے دیئے جائیں۔ خبردار! (ہرگز ایسا نہیں ہوگا) بات یہ ہے کہ یہ لوگ قیامت سے بے خوف ہیں۔ خبردار! یہ (قرآن) تو ایک نصیحت ہے، اب جو چاہے اس سے نصیحت حاصل کرے'' (۳۸۵/ب) اس سے معلوم ہوا کہ ہر کس وناکس کا اللہ تعالیٰ سے مکالمہ ومخاطبہ بہ صورت تنزیل وحی ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اس مقصد کے لئے اللہ تعالیٰ کسی مناسب ترین شخص کو منتخب فرماتا ہے اور اسے خوب علم ہے کہ اس بلند ترین منصب کا اہل کون ہو سکتا ہے۔ اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ (۳۸۵/ج) یعنی ''اللہ خوب جانتا ہے جہاں وہ اپنے منصب رسالت کو رکھتا ہے''۔ اللہ تعالیٰ نے آخری امت کے لئے آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ کو منتخب فرمایا۔ آپ پر نازل ہونے والی کتاب اور اس کے صحیح معانی، مفاہیم ومطالب کو بھی ہمیشہ کے لئے محفوظ فرما دیا۔ چناں چہ قرآن کریم میں ہے **انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون** (۳۸۶/الف) یعنی ''بے شک ہم نے (اس) نصیحت (قرآن) کو اتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں''۔ یہاں آیت میں قرآن کریم کا وصفی نام ''الذکر'' بہ معنی نصیحت لایا گیا ہے تاکہ یہ بتایا جا سکے کہ قرآن کریم نصیحت تب ہی ہو سکتا ہے جب کہ وہ صحیح طریقے سے قابل فہم بھی ہو۔ اگر یہ کہا جاتا کہ ہم نے قرآن کریم کو اتارا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں تو اس سے قرآن کریم کا محفوظ ہو جانا تو ثابت ہو جاتا لیکن اس کا قابل فہم ہونا ثابت نہ ہوتا اسی لئے آیت میں قرآن کا ذاتی نام ''القرآن'' لانے کی بہ جائے اس کا وصفی نام ''الذکر'' لایا گیا۔ رسول اللہ ﷺ آخری پیغمبر ہیں اور صحیح عقیدے کے مطابق حضرات انبیاء علیہم السلام کے بعد کسی بھی فرد کا معصوم عن الخطاء ہونا نہ عقلاً ضروری ہے اور نہ ہی شرعاً ثابت ہے۔ کیوں کہ ایک شخص غلطی کرے گا تو دوسرا اس کی اصلاح کر دے گا۔ دوسرا غلطی کرے گا تو کوئی تیسرا اس کی اصلاح کر دے گا۔ ساری امت کسی

دینی مسئلے میں غلطی پر ہرگز جمع نہ ہوگی۔ بہ الفاظ دیگر امت کا اجماع دینی مسائل میں امت پر حجت ہے اور جن فروعی مسائل میں اولیٰ وخلاف اولیٰ، افضل ومفضول اور بعض صورتوں میں جائز وناجائز کا کوئی قطعی فیصلہ اہل علم کے لئے ممکن نہ ہو تو یہ اجتہادی مسائل کہلاتے ہیں۔ جن میں اجتہاد کا اہل کوئی مجتہد ٹھیک فیصلہ کرے تو دوہرے اجر کا اور اگر غلطی کر جائے تو بھی اکہرے اجر کا مستحق ہوتا ہے لہٰذا اجتہادی مسائل کے لئے بھی کسی معصوم عن الخطاء کا موجود ہونا قطعاً ضروری نہیں کہ اجتہادی خطا معاف ہی نہیں بل کہ اس پر بھی اجر ملتا ہے۔ جن مسائل میں صحیح اور غلط کا یقینی امتیاز قرآن وسنت نے کر دیا ہے مثلاً توحید یقیناً حق ہے اور شرک یقیناً باطل ہے تو ایسے یقینی وقطعی دینی مسائل میں تو بہ طریق اولیٰ کسی معصوم عن الخطاء کے موجود ہونے کی ضرورت باقی نہ رہی۔ اب غور کیجئے یہاں نہایت دل چسپ صورت حال یہ ہے کہ اہل حق کے صحیح موقف کے عین برعکس مرزا غلام احمد قادیانی نہ صرف حضرات انبیاء علیہم السلام کو بل کہ ہر دور کے سچے متبعین قرآن کو معصوم عن الخطاء جانتے ہیں جیسا کہ ہم ابھی اوپر ساتویں نکتے میں بہ خوبی واضح کر چکے ہیں۔ مرزا صاحب کا عقیدہ ہے کہ سچے متبعین قرآن کو اللہ تعالیٰ ہر غلطی سے محفوظ رکھتا ہے اور ان کے شجرۂ طیبہ میں جو شاخ اللہ تعالیٰ کو خشک نظر آئے تو وہ اسے (سال ہا سال کے بعد نہیں بل کہ مرزا صاحب کے الفاظ میں) فی الفور کاٹ ڈالتا ہے اور حمایت الٰہی ہر دم اور ہر لحظہ انہیں حاصل رہتی ہے کہ بیان ان کا ادھورا اور ناقص نہیں ہوا کرتا اور نہ ہی کچھ غلطی واقع ہوا کرتی ہے۔ جب قرآن کریم بہ طور نصیحت محفوظ کتاب ہے اور سچے متبعین قرآن مرزا جی کے نزدیک معصوم عن الخطاء ہوتے ہیں تو لازماً ایسے سچے متبعین قرآن جن میں مجدد حضرات اور اولیائے کرام بھی بہ طریق اولیٰ شامل ہیں ورنہ انہیں مجدد اور ولی کہا ہی نہیں جا سکتا تو لازماً ایسے معصوم عن الخطاء حضرات دینی مسائل اور اختلافات وغیرہ میں لوگوں کی صحیح اور ٹھیک رہ نمائی فرما سکتے ہیں۔ اب قادیانی حضرات ہی اس گتھی کو سلجھا سکتے ہیں کہ پھر رسول اللہ ﷺ کے بعد (مفروضہ) انبیا کیا (معاذ اللہ) کبڈی کھیلنے کے لئے آئیں گے؟ مرزا صاحب اپنی جھوٹی نبوت کی دکان کو چمکانے کے لئے اس پر بھی بڑا زور دیتے ہیں کہ جب امت میں اختلافات پیدا ہو جائیں تو انہیں دور کرنے کے لئے کسی نبی کا آنا ضروری ہے اس لئے میں نبی ہوں۔ حال آں کہ خود مرزا صاحب کے اقرار سے جب قرآن محفوظ ہے اور اس کو سمجھنے اور سمجھانے کے لئے سچے متبعین قرآن، مجددین اور اولیائے عظام ان سے پہلے بھی پیدا ہوتے رہے ہیں جو بہ قول ان کے معصوم عن الخطاء بھی ہیں تو دینی اختلافات کا فیصلہ بھی وہ بہ خوبی کر سکتے ہیں۔ نیز یہ اختلافات تو خود قادیانی امت میں مرزا قادیانی کی موت کے جلد بعد مرزا بشیر الدین محمود خلیفہ دوم کے زمانے میں پیدا ہو گئے۔ لاہوری گروہ مرزا صاحب کو نبی نہیں مانتا۔ اگر مرزا صاحب واقعی نبی تھے

تو ان کی امت میں ایسا اختلاف پیدا ہو جانا بہت بڑا فساد اور نہایت ہی سنگین مسئلہ ہے تو ان اختلافات کو مٹانے کے لئے مرزا بشیر الدین محمود کی خلافت کے زمانے میں ہی کوئی نبی ضرور آنا چاہئے تھا لیکن ایسا نہیں ہوا۔ پس امت کے اختلافات کی آڑ میں مرزا جی کا نبوت کے دروازے کے کھلا رہنے پر استدلال باطل ہوا۔ جب عام اہلِ حق افرادِ امت کے معصوم عن الخطاء نہ ہونے کا عقیدہ رکھنے کے باوجود رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی نئے نبی کی آمد کے قطعاً قائل نہیں تو مرزا قادیانی اور ان کے عقیدت مندوں کے لئے تو بہ طریق اولیٰ نئی نبوت کے دروازے کو کھولنے کی ہرگز کوئی گنجائش اس بنا پر نہیں کہ وہ قرآن کریم کے تمام سچے متبعین کو جن میں مرزا صاحب سے پہلے کے مجددین بھی اور اولیا وغیرہ بھی شامل ہیں، معصوم عن الخطاء سمجھتے ہیں اور ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ ولی کا الہام بھی موجب یقین اور قطعی ہوتا ہے حال آں کہ اہل حق اولیا کے الہام کو ظنی سمجھتے ہیں اور اسے قرآن وسنت پر لوٹانا ضروری سمجھتے ہیں۔ وہ اولیائے کرام کو معصوم عن الخطاء نہیں سمجھتے۔ اس کے برعکس مرزا صاحب براہین احمدیہ (۱۸۸۰۔۱۸۸۴ء) کی تصنیف کے ایام میں بھی اولیا کے الہام کو غلطی سے مبرا اور موجب یقین سمجھتے تھے۔ چناں چہ وہ لکھتے ہیں ''اور اگر آپ یہ کہیں کہ ہم اولیاء اللہ کے الہام کو مانتے ہیں اور اس کو خاصۂ دعوتِ محمدیہ بھی جانتے ہیں مگر اس الہام کو جو اولیا کو ہوتا ہے علم قطعی کا موجب نہیں سمجھتے بل کہ علم ظنی کا موجب سمجھتے ہیں تو قول آپ کا صرف وسوسہ ہے جس پر کوئی دلیل عقلی ونقلی قائم نہیں ہوسکتی''۔ (۳۸۶/ب) یاد رہے جن ایام میں مرزا صاحب یہ باتیں لکھ رہے تھے وہ رسول اللہ ﷺ کے بعد ہر مدعی نبوت کو کافر اور اسلام سے خارج سمجھتے تھے بل کہ وہ اس موقف پر کوئی ۱۹۰۱ء تک قائم رہے۔ حمامۃ البشریٰ (۱۸۹۳ء) میں انہوں نے لکھا تھا کہ مجھے کب جائز ہے کہ میں نبوت کا دعوی کر کے اسلام سے خارج ہو جاؤں اور کافروں کی جماعت سے جاملوں ((۳۸۶/ج) جب مرزا صاحب ان دنوں بھی بہ زعم خویش صاحب الہام تھے اور ان کا الہام ظنی نہیں بل کہ موجب یقین ہوا کرتا تھا اور جب وہ براہین احمدیہ کے مضامین کے مطابق قرآن کریم کے ان سچے متبعین میں سے تھے جن کے شجرہ طیبہ میں خدا کو اگر کوئی خشک شاخ نظر آئے تو اس کا مربیانہ ہاتھ اسے فوراً کاٹ ڈالتا ہے اور وہ ان لوگوں میں شامل تھے جنہیں حمایت الٰہی ہر دم اور ہر لحظہ حاصل رہتی ہے جن کا بیان ادھورا اور ناقص نہیں ہوا کرتا اور نہ ہی کچھ غلطی واقع ہوتی ہے، تو انہوں نے ۱۹۰۱ء میں نبوت کا دعوی کس ضرورت کے تحت داغ دیا؟ کیا مرزا جی کا اسی سے مفتری اور کذاب ہونا اظہر من الشمس نہیں ہوتا؟ جس امت میں مرزا جی کے عقائد ونظریات کے مطابق متبعین قرآن مجددین عظام اور اولیائے کرام سب کے سب معصوم عن الخطاء ہوں ایسی امت میں کسی نبی کے آنے کی کوئی ضرورت ہی کب باقی رہتی ہے؟ بلاضرورت کوئی کام کیا

جائے تو یہ فعل عبث ہے اور عبث کام کی اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کرنا بالاتفاق کفر ہے۔ پس مرزا جی کے عقائد ونظریات کے تحت تو کسی بھی نبی کا اور خود مرزا صاحب کا بہ طور نبی امت میں آٹپکنا سراسر لغو اور عبث کام ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند اور پاک ہے کہ وہ کوئی عبث کام کرے۔ الغرض مرزا غلام احمد قادیانی بہ ہر صورت متنبی قرار پاتے ہیں اور ان کے متنبی ہونے کو سمجھنے کے لئے بہت زیادہ ذہانت وفطانت کی ضرورت نہیں۔ البتہ ضد اور تعصب لاعلاج امراض ہیں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے کسی کو اس سے نجات بخشے۔ **واللہ یھدی من یشآء الیٰ صراط مستقیم**

یہاں دل چسپ بات یہ بھی ہے کہ اگر چہ مرزا جی اپنے معصوم عن الخطاء ہونے کا دعوی اپنی کتب میں بار ہا کر چکے ہیں اور قادیانیت پر ان مضامین میں ہم نے متعلقہ حوالے بھی بار ہا دیئے ہیں اور براہین احمدیہ (۱۸۸۰۔۱۸۸۴ء) کی عبارتیں جو ہم اوپر نکتہ نمبر ۷ میں لکھ چکے ہیں وہ بھی ان کے معصوم ہونے کو ظاہر کر رہی ہیں لیکن حسب عادت اور حسب موقع وضرورت وہ اپنے کلام میں لاینحل تضاد واختلاف بھی پیدا کر لیتے ہیں جو خود ان کے اپنے اعتراف کے مطابق مخبوط الحواس یا جھوٹے کے کلام میں ہی ہوا کرتا ہے۔ مولانا محمد حسین بٹالویؒ نے جب مرزا جی کی بعض غلطیوں پر گرفت فرمائی تو مرزا صاحب کو کرامات الصادقین (۱۸۹۳ء) میں مجبوراً یہ لکھنا پڑا ''لیکن افسوس کہ بٹالوی صاحب نے یہ نہ سمجھا کہ نہ مجھے نہ کسی انسان کو بعد انبیاء علیہم السلام کے معصوم ہونے کا دعوی ہے''۔ (۳۸۷/ الف)

۹۔ جب خاتم النبیین کا معنی خود مرزا غلام احمد قادیانی کی تحریروں سے بھی پوری طرح متعین ہو چکا کہ رسول اللہ کے بعد ہر طرح کی نبوت ختم ہو چکی اور آپ سب نبیوں کے آخر میں تشریف لائے ہیں اور آپ کے بعد کسی طرح کا بھی تشریعی وغیر تشریعی، مستقل اور غیر مستقل، ظلی اور بروزی وغیرہ کوئی نیا ظلی ہرگز نہیں آئے گا۔ اور جب ختم نبوت کے صحیح مفہوم کو بگاڑنے کے لئے تمام شیطانی تاویلات خود مرزا صاحب اور ان کے عقیدت مندوں کے لئے لعنت ومصیبت بن گئیں تو اب اگر خاتم النبیین کا کبھی مجازی طور پر مطلب نبیوں کی زینت، سب سے افضل وغیرہ لیا جائے تو یہ اسی صورت میں درست ہو سکتا ہے کہ اس سے خاتم النبیین کے صحیح اور حقیقی معنی ومفہوم کا انکار مقصود نہ ہو۔ کسی مفسر ومحدث وغیرہ کو خاتم المفسرین اور خاتم المحدثین کہنا انسانی کلام ہے جس سے متعلقہ مفسر ومحدث کی فضیلت وعظمت کو از راہ مبالغہ بیان کرنا مقصود ہوتا ہے ورنہ انسانوں کو غیب کا علم نہیں کہ وہ قطعیت سے کسی مفسر کو خاتم المفسرین اور کسی محدث کو خاتم المحدثین کہیں۔ اللہ تعالیٰ عالم الغیب والشہادۃ ہے اس نے رسول اللہ کو خاتم النبیین اپنے علم قطعی کی بنا پر قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے کلام کو لوگوں کے کلام پر قیاس کر کے شیطانی تاویلات تراشنا فریب نفس کے

سوا اور کچھ نہیں۔ خاتم النبیین کا یہ معنی کرنا بھی فریب نفس ہے کہ رسول اللہ صرف گذشتہ انبیاء علیہم السلام کو ختم کرنے والے ہیں۔ اس معنی کے لحاظ سے تو ہر نبی اپنے سے پہلے کے نبیوں کے لئے خاتم النبیین قرار پائے گا اس میں رسول اللہ ﷺ ہی کی کیا خصوصیت رہی کہ آپ کو نہایت اہتمام اور شان سے خاتم النبیین کا لقب و وصف عنایت فرمایا گیا ہے۔ سابقہ مباحث سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ خاتم النبیین میں الف لام استغراق کے لئے ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر ہر طرح کی نبوت ختم کردی گئی ہے۔ ہم ان مباحث میں اوپر چوتھے نکتے میں یہ واضح کر چکے ہیں کہ مرزا قادیانی کے اقوال و بیانات کی رو سے قادیانی امت تا قیامت ایک لعنتی امت قرار پاتی ہے۔

پانچویں نکتے میں ہم بیان کر چکے ہیں کہ مرزا قادیانی کے ارشادات کی برکت سے ان کی موت کے بعد پیدا ہونے والا ہر قادیانی وحشیوں اور حیوانوں کی مانند ہوگا، حقیقی انسانیت اس سے مفقود ہوگی، وہ حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھنے والا نہیں ہوگا۔ خود مرزا صاحب کا ان کے اپنے ہی قلم سے مثلاً محمدی بیگم سے اپنے نکاح کی پیشین گوئی کے سلسلے میں نامراد، ملعون، مردود، ذلیل اور دجال ہونا بھی ہم بیان کر چکے ہیں۔ کوئی ملعون شخص کسی طرح کا بھی تشریعی یا غیر تشریعی ظلّی یا بروزی، امتی یا غیر امتی، مستقل یا غیر مستقل نبی ہرگز ہرگز نہیں ہوسکتا۔ مذکورہ اوصاف والی قادیانی امت میں بھی کسی طرح کے سچے نبی کے آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ رسول اللہ ﷺ اور مرزا قادیانی کی درمیانی تیرہ سو سالہ مدت میں کسی بھی طرح کے نبی کا آنا خود مرزا جی اور ان کے عقیدت مند بھی تسلیم نہیں کرتے پس خاتم النبیین میں ''النبیین'' کا الف لام استغراق لئے ہے بالکل اسی طرح جیسے مرزا صاحب نے تریاق القلوب (۱۸۹۹۔۱۹۰۲ء) میں اپنے آپ کو خاتم الاولاد قرار دیتے ہوئے اس کی وضاحت خود ہی یوں کردی ہے ''اور میرے بعد میرے والدین کے گھر میں اور کوئی لڑکی یا لڑکا نہیں ہوا اور میں ان کے لئے خاتم الاولاد تھا''۔ (۳۸۷/ب) یہاں جس طرح خاتم الاولاد میں الف لام استغراق کے لئے ہے بعینہ اسی طرح خاتم النبیین میں بھی الف لام استغراق کے لئے ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد اور کوئی نیا نبی قیامت تک نہیں آئے گا۔

۱۰۔ احادیث صحیحہ نے بھی جو بہ لحاظ معنی متواتر ہیں، خاتم النبیین کے صحیح مفہوم کو صاف صاف متعین کردیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مروی ہے کہ میری مثال مجھ سے پہلے انبیاء کے ساتھ ایسی ہے جیسے کسی شخص نے گھر بنایا اور اسے بہت عمدہ بنایا اور مزین کیا مگر اس کے ایک گوشے میں ایک اینٹ کی جگہ تعمیر کئے بغیر چھوڑ دی۔ لوگ اسے دیکھنے کے لئے اس کے اردگرد پھرتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں اور یہ بھی کہتے جاتے ہیں هلا وضعت هذه اللبنة وانا خاتم النبيين کہ یہ ایک اینٹ بھی کیوں نہ

رکھ دی گئی (تا کہ مکان مکمل ہوجاتا) اور میں خاتم النبیین ہوں۔ (۳۸۷/ج) اور بعض روایات میں ان کلمات کا اضافہ ہے فکنت انا سددت موضع اللبنة و ختم بی البنیان و ختم بی الرسل ''تو میں نے اس اینٹ کی جگہ کو پر کیا اور میرے ذریعہ تعمیر مکمل ہوئی اور میرے ساتھ رسولوں (کی آئندہ بعثت) کو ختم کردیا گیا''۔ (۳۸۸/الف) صحیح مسلم میں اسی مضمون کی روایت حضرت جابرؓ سے مروی ہے جس کے آخر میں ہے فاناموضع اللبنة جئت فختمت الانبیاء علیھم السلام ''تو میں (اس) اینٹ کی جگہ ہوں میں آیا تو نبیوں (کے سلسلے) کو میں نے ختم کردیا''۔ (۳۸۸/ب) مسند ابوداؤد طیالسی میں حضرت جابرؓ سے بھی اسی مضمون کی حدیث مروی ہے جس کے آخر میں ہے فخُتم بی الانبیاء ''تو مجھ پر تمام نبی ختم کردیئے گئے'' (۳۸۸/ج) اس حدیث سے واضح ہوگیا کہ رسول اللہ ﷺ پر ہر طرح کی نبوت کا سلسلہ ختم کردیا گیا ہے اور قصر نبوت میں آپ کی حیثیت آخری اینٹ کی ہے۔ حضرات انبیاء علیہم السلام کو عمارت کی اینٹوں سے تشبیہ دے کر رسول اللہ ﷺ نے اپنے آپ کو اس عمارت کی آخری اینٹ اس لئے قرار دیا ہے کہ ختم نبوت کا یہ صحیح مفہوم لوگوں پر اچھی طرح کھل جائے کہ آپ کے بعد کسی بھی طرح کی نئی اور مزید نبوت کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے۔ تشبیہ میں مشبہ بہ کے تمام احکام مشبہ پر جاری نہیں ہوا کرتے مثلاً زید کو شیر سے تشبیہ دی جائے تو وجہ شبہ بہادری ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ شیر کی طرح چیر پھاڑ کرنے والا درندہ ہے، جنگل میں رہتا ہے اور شیر کی طرح اس کی دم ہے وغیرہ۔ تو یہاں حضرات انبیاء علیہم السلام کو اینٹوں سے تشبیہ دینے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جس طرح عمارت کی اینٹیں ایک جگہ جامد ہوتی ہیں اور ان کو ادھر ادھر ہلانے سے عمارت متزلزل ہوجاتی ہے، اسی طرح اگر انبیاء علیہم السلام ادھر ادھر زمین میں چلیں پھریں تو ان کی نبوت (معاذ اللہ) متزلزل ہوجائے گی۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر زندہ ہونے اور قیامت کے قریب زمین پر آنے پر یہ اعتراض خاصا لغو اور مضحکہ خیز ہے کہ اس طرح تو قصر نبوت میں حرکت اور تزلزل لازم آتا ہے۔ صحیحین میں حضرت ابوحازمؒ نے حضرت ابوہریرہؓ کی طرف سے یہ حدیث بیان کی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کی سیاست خود ان کے انبیاء کیا کرتے تھے۔ جب کوئی نبی فوت ہوتا تو دوسرا نبی اس کا جانشین ہوجاتا تھا وانه لا نبی بعدی وسیکون خلفاء فیکثرون الخ ''لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں البتہ خلفاء ہوں گے اور بہت ہوں گے'' ۳۸۹/ الف) اس سے بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد ہر قسم کی نبوت کا دروازہ بند کردیا گیا ہے اور آپ کے بعد آپ کے خلفاء پر رسول یا نبی کے لفظ کا مجازاً استعمال بھی درست نہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ لانبی بعدی کا یہ مطلب غلط اور لغو ہے کہ میری زندگی میں میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا مگر میری وفات کے بعد

آ سکتا ہے۔ روایت میں یہاں یہ بیان کیا گیا ہے کہ بنی اسرائیل میں جب کوئی نبی فوت ہو جاتا تو دوسرا نبی اس کا جانشین ہوتا تھا لیکن رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد نبی آپ کی جانشینی نہیں کریں گے بل کہ خلفاء کریں گے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ لا نبی بعدی میں لا نفی جنس کا ہے کہ کسی طرح کا بھی کوئی نبی میرے بعد نہیں آئے گا ورنہ رسول اللہ ﷺ یہ نہ فرماتے کہ میرے بعد خلفا ہوں گے اور بہت ہوں گے بل کہ یوں فرماتے کہ میرے بعد فلاں قسم کے غیر تشریعی، ظلی، بروزی اور امتی یا غیر امتی نبی میرے جانشین ہوں گے۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے بھی اسے ایام الصلح (۱۸۹۸ء) میں تسلیم کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں ''لا نبی بعدی میں (لا) نفی عام ہے'' (۳۸۹/ب) حمامۃ البشریٰ (۱۸۹۳ء) میں انہوں نے لکھا ''کیا تم نہیں جانتے کہ خدائے رحیم وکریم نے ہمارے نبی کو بغیر کسی استثنا کے خاتم الانبیاء قرار دیا ہے اور ہمارے نبی ﷺ نے خاتم النبیین کی تفسیر لا نبی بعدی کے ساتھ فرمائی ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا''۔ (۳۸۹/ج) صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے تمام نبیوں پر چھ باتوں میں فضیلت دی گئی ہے۔ ان میں چھٹی بات آپ نے یہ فرمائی **وختم بی النبیون** ''اور مجھ پر نبی ختم کر دیئے گئے''۔ (۳۹۰/الف) حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر یہ بھی فرمایا تھا **ایھاالناس انه لانبی بعدی والاامة بعدکم** ''اے لوگو! بے شک میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تمہارے بعد کوئی امت نہیں'' (۳۹۰/ب) سنن ابن ماجہ میں حضرت ابوامامہؓ سے ایک طویل حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد بھی مروی ہے **وانا آخر الانبیاء وانتم آخر الامم** ''میں نبیوں میں سب سے آخری نبی ہوں اور تم امتوں میں سے آخری امت ہو''۔ (۳۹۰/ج) اس سے بھی لا نبی بعدی کا مفہوم یقینی طور پر متعین ہو گیا کہ یہاں ''لا'' نفی جنس کے لئے ہے کہ میرے بعد سرے سے کوئی مزید نبی آئے گا ہی نہیں ورنہ آپ کو آخری نبی اور آپ کی امت کو آخری امت نہ کہا جاتا۔ مسند ابویعلیٰ میں حضرت انسؓ رسول اللہ سے روایت کرتے ہیں **ان الرسالة والنبوة قد انقطعت ولانبی بعدی ولارسول ولکن بقیت المبشرات قالوا وما المبشرات قال رؤیا المسلمین جزء من اجزاء النبوة** ''بے شک رسالت ونبوت منقطع ہو چکی اور میرے بعد نہ کوئی رسول ہوگا اور نہ ہی نبی لیکن مبشرات باقی رہ جائیں گے۔ لوگوں نے پوچھا کہ مبشرات کیا ہیں تو آپ نے فرمایا کہ مسلمانوں کے (اچھے) خواب نبوت کے اجزاء میں سے ایک جز ہیں''۔ (۳۹۱/الف) اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ ہر طرح کی نئی نبوت ورسالت کا سلسلہ رسول اللہ ﷺ کے بعد قطعاً ختم ہو چکا ہے مسلمانوں کے نیک خوابوں کو اگر نبوت کے اجزا میں سے ایک جزو قرار دیا گیا ہے تو ساتھ ہی متنبہ کر دیا گیا ہے کہ یہاں جز پر کل کا اطلاق درست نہیں

جیسے اینٹ کو مکان نہیں کہا جاتا، دھاگے کو کپڑا نہیں کہا جاتا، ٹہنی، پتے یا پھل کو درخت نہیں کہا جاتا، ہاتھ اور انگلی کو انسان یا حیوان نہیں کہا جاتا اسی طرح اچھے خوابوں کو رسالت ونبوت نہیں کہا جاتا ورنہ رسول اللہ ﷺ یہ نہ فرماتے کہ رسالت ونبوت منقطع ہو چکی ہے میرے بعد کوئی رسول اور نبی نہیں ہوگا۔ یہاں **لم یبق من المال الا الفضۃ** ''مال میں سے چاندی کے سوا اور کچھ نہیں بچا'' جیسی تاویلات ہرگز کارآمد نہیں ہو سکتیں۔ چاندی مال ہی کی ایک قسم ہے اور اس کی اپنی مستقل حیثیت ہے۔ چاندی کو مال کہا جا سکتا ہے لیکن اچھے خوابوں کو نبوت نہیں کہا جا سکتا ورنہ ہر ایسے خواب دیکھنے والے ہر مسلمان کو (معاذ اللہ) نبی قرار دینا ہوگا۔ اسی طرح پانی کا قطرہ دریا اور سمندر کے پانی کا تکمیلی جز نہیں بل کہ ہر قطرہ اپنی مستقل حیثیت رکھتا ہے اور اس میں مکمل آبی اجزا موجود ہوتے ہیں۔ نیک خوابوں کو پانی کے قطرے سے تشبیہ دے کر یہ کہنا فریب نفس ہے کہ جس طرح قطرے کو پانی کہا جا سکتا ہے اسی طرح مسلمانوں کے اچھے خوابوں کو رسالت ونبوت کا نام دیا جا سکتا ہے۔ اس انوکھے استدلال سے تو اچھے خواب دیکھنے والے تمام مسلمانوں کو نبی قرار دینا ہوگا۔

سنن ترمذی میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت فلارسول بعدی ولانبی** ''بے شک رسالت ونبوت ختم ہو چکی تو میرے بعد نہ کوئی رسول ہوگا اور نہ نبی''۔ (۳۹۱/ب)۔ اس حدیث میں بھی رسول اور نبی دونوں کلمات لائے گئے ہیں کہ ہر طرح کی نئی رسالت ونبوت آپ ﷺ پر ختم کر دی گئی ہے۔ صحیحین میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''تم سے پہلی امتوں میں مُحدَّث ہوا کرتے تھے پس اگر میری امت میں کوئی محدث ہے تو وہ عمرؓ ہے''۔ (۳۹۱/ج) حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے لفظ محدث کی شرح میں لکھا ہے کہ مُکلَّم اور مُحدَّث (بفتح دال) کے متعلق اہل علم کا قول ہے کہ اس کے معنی ملہم کے ہیں یعنی جس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوتا ہے اور صحیح مسلم کی ایک روایت سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے جس میں محدثون کی بہ جائے ملھمون کا لفظ ہے۔ اسی طرح مسند حمیدی میں حضرت عائشہؓ کی اسی مضمون کی روایت کے آخر میں الملھم بالصواب کے کلمات ہیں۔ اور ترمذی میں ابن عیینہ کے بعض شاگردوں سے محدثون کی تفسیر میں مفھمون کے الفاظ منقول ہیں ''محدث وہ لوگ ہوتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق بات سمجھا دی جاتی ہے۔'' سنن ترمذی میں حضرت عقبہ بن عامرؓ سے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد مروی ہے کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب ہوتا۔ (۳۹۲/الف) صحیحین میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا تھا کہ تو میرے ساتھ ایسے مقام پر ہے جیسے

ہارون موسیٰ کے ساتھ تھے **الا انه لا نبی بعدی** مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں'' اس حدیث کو بخاری و مسلم نے غزوہ تبوک کے سلسلے میں روایت کیا ہے اور مسلم کے الفاظ یہ ہیں کہ حضرت علیؓ کو رسول اللہ ﷺ نے اپنے ایک غزوے میں اپنے ساتھ نہیں لیا تھا بلکہ گھر پر چھوڑ دیا تھا تو حضرت علیؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے مجھے عورتوں اور بچوں کے ساتھ چھوڑ دیا تو آپ نے فرمایا کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے ساتھ ایسے ہو جاؤ جیسے ہارون موسیٰ کے ساتھ (یعنی جس طرح کوہ طور پر جاتے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو بنی اسرائیل پر اپنا نائب مقرر کیا تھا اسی طرح اس وقت میں تمہیں چھوڑے جا رہا ہوں) **الا انه لا نبوة بعدی وفی لفظ اخر عنده الا انك لست نبیا** ''لیکن میرے بعد نبوت نہیں اور مسلم کی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ تو نبی نہیں''۔ (۳۹۲/ب)

صحابہ کرامؓ امت محمدیہ کا اولین اور افضل ترین طبقہ ہیں۔ ان کے حسن عاقبت کی یقینی خبریں قرآن کریم میں دی گئی ہیں اور دیگر افراد امت کے مقابلے میں انہیں امتیازی حیثیت حاصل ہے۔ کسی بھی بہانے سے اگر رسول اللہ ﷺ کے بعد نبوت کو جاری رکھا جائے تو صحابہ کرامؓ مثلاً حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ جیسے اصحاب رسول تو بہ طریق اولیٰ اس کے مستحق تھے۔ لیکن احادیث میں ایسے کسی باطل تصور کی بھرپور تردید کر دی گئی ہے۔ نیز لا نبی بعدی کی یہ تشریح کر کے کہ لا نبوة بعدی (میرے بعد کوئی نبوت نہیں) یہ بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ لا نبی بعدی میں یہ تاویل باطل ہے کہ میرے بعد میری مخالفت میں کوئی نبی نہیں آئے گا بلکہ کسی طرح کی بھی نبوت نہیں ہوگی۔ مسیلمہ کذاب رسول اللہ ﷺ کو بھی سچا رسول قرار دیتا تھا لیکن اس کے باوجود اسے اپنی رسالت و نبوت کے دعوے میں جھوٹا قرار دیا گیا۔

صحیح مسلم میں حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں تیس کذاب ہوں گے **کلهم یزعم انه نبی وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی** ''ان میں سے ہر ایک یہ گمان رکھتا ہوگا کہ وہ نبی ہے حال آں کہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں''۔ (۳۹۲/ج)

اس طرح کی احادیث میں **کلهم یقول** (ان میں سے ہر ایک کہے گا) یا **کلهم یدعی** (ان میں سے ہر ایک دعویٰ کرے گا) کے کلمات کی بہ جائے **کلهم یزعم** (ان میں سے ہر ایک یہ خیال رکھتا ہوگا، یہ گمان کرتا ہوگا) کے کلمات لائے گئے ہیں کہ ان لوگوں کو شیطان نے دھوکہ دے رکھا ہوگا اور ان کو یہ باور کرا رکھا ہوگا کہ تم واقعی نبی ہو۔ اگر رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی طرح کی بھی نبوت جاری ہوتی تو آپ واشگاف الفاظ میں آنے والے سچے نبیوں کا بھی ضرور بالضرور ذکر فرماتے اور جھوٹے نبیوں سے ان کا امتیاز فرماتے لیکن آپ نے فرمایا کہ میرے بعد کوئی نبی آئے گا ہی نہیں۔ اگرچہ نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنے والے بہت سے

ہوئے ہیں یہاں تیس کذابوں سے مراد وہ جھوٹے نبی ہیں جنہیں کچھ شہرت اور نام وری بھی حاصل ہوگی، اور کچھ بد بخت لوگ ان کی پیروی بھی کریں گے۔ صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فانی اخر الانبیاء ومسجدی اخر المساجد ''میں سب نبیوں سے آخر میں آنے والا ہوں اور میری مسجد (نبیوں کی) سب مسجدوں سے آخری مسجد ہے''۔ (۳۹۳/الف) یہ حدیث نسائی نے بھی بیان کی ہے مگر اس میں خاتم الانبیاء اور خاتم المساجد کے کلمات ہیں۔ (۳۹۳/ب) اس سے واضح ہوا کہ جس طرح خاتم المساجد کا یہ معنی نہیں کہ اس مسجد نبوی کی مہر لگنے سے اور نبوی مساجد بھی تا قیامت بنتی رہیں گی بعینہ اسی طرح خاتم الانبیاء سے یہ مراد نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی مہر لگنے سے مزید نبی آتے رہیں گے۔ یہاں حدیث کی تشریح خود دوسری حدیث سے ہوگئی کہ خاتم بہ معنی ''آخر'' ہے۔ مذکورہ حدیث میں خاتم المساجد سے مراد خاتم مساجد الانبیاء ہے جیسا کہ کنز العمال میں ائمہ حدیث دیلمی، ابن نجار اور بزار کے حوالے سے حضرت عائشہؓ کے کلمات یہ ہیں: **انا خاتم الانبیاء ومسجدی خاتم مساجد الانبیاء** یعنی ''میں سب نبیوں میں آخری نبی اور میری مسجد سب نبیوں کی مساجد میں آخری مسجد ہے''۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **انا قائد المرسلین ولا فخر وانا خاتم النبیین ولا فخر الحدیث** (۳۹۳/ج) ''یعنی میں سب رسولوں کا قائد ہوں اور کوئی فخر نہیں اور میں خاتم النبیین ہوں اور کوئی فخر نہیں''۔ یہاں قائد المرسلین کا یہ مطلب نہیں کہ میں بعض رسولوں کا تو پیش وا ہوں اور بعض کا نہیں بل کہ یہاں ''المرسلین'' پر الف لام استغراقی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سب کے سب پیغمبروں کے پیشوا ہیں۔ پس خاتم النبیین میں بھی الف لام استغراقی ہے کہ آپ سب کے سب نبیوں کو ختم کرنے والے یعنی سب سے آخری پیغمبر ہیں۔

حضرت تمیم داریؓ سے مروی ایک طویل حدیث میں قبر میں مردے سے سوال کے بارے میں ہے کہ وہ فرشتوں (منکر اور نکیر) کے سوالات کا جواب یوں دے گا کہ اسلام میرا دین ہے اور محمد ﷺ میرے نبی ہیں اور وہ خاتم النبیین ہیں۔ فرشتے کہیں گے تو نے سچ کہا (۳۹۴/الف)۔ اگر رسول اللہ ﷺ کے بعد بھی کسی نبی نے آنا ہوتا تو اس کے متعلق بھی ضرور سوال وجواب ہوتا۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ خاتم النبیین کا معنی سب نبیوں کے آخر میں آنے والا آخری نبی ہے۔

ب: بہ حوالہ ''مرزا غلام احمد قادیانی کا بے ہودہ فلسفۂ بروز''

ایک غلطی کا ازالہ (۱۹۰۱ء) میں مرزا غلام احمد قادیانی لکھتے ہیں ''میں بارہا بتا چکا ہوں کہ میں بہ

موجب آیت و اٰخرین منھم لما یلحقوا بھم بروزی طور پر وہی نبی خاتم الانبیاء ہوں اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا ہے اور مجھے آں حضرت ﷺ کا وجود قرار دیا ہے۔ پس اس طور سے آں حضرت ﷺ کے خاتم النبیین ہونے میں میری نبوت سے کوئی تزلزل نہیں آیا کیوں کہ ظل اپنے اصل سے علیحدہ نہیں ہوتا اور چوں کہ میں ظلی طور پر محمد ہوں (ﷺ) پس اس طور سے خاتم النبیین کی مہر نہیں ٹوٹی، کیوں کہ محمد ﷺ کی نبوت محمد تک ہی محدود رہی پس بہ ہر حال محمد ﷺ ہی نبی ہے نہ اور کوئی''۔ (۳۹۴/ب) اسی اشتہار میں وہ مزید لکھتے ہیں ''غرض خاتم النبیین کا لفظ ایک الٰہی مہر ہے جو آں حضرت ﷺ کی نبوت پر لگ گئی ہے۔ اب ممکن نہیں کہ کبھی یہ مہر ٹوٹ جائے۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ آں حضرت ﷺ نہ ایک دفعہ بل کہ ہزاروں دفعہ دنیا میں بروزی رنگ میں آ جائیں اور بروزی رنگ میں اور کمالات کے ساتھ اپنی نبوت کا بھی اظہار کریں''۔ (۳۹۴/ج) اسی اشتہار میں وہ مزید لکھتے ہیں'' ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین...... اس آیت میں ایک پیش گوئی مخفی ہے اور وہ یہ کہ اب نبوت پر قیامت تک مہر لگ گئی ہے اور بہ جز بروزی وجود کے جو خود آں حضرت ﷺ کا وجود ہے کسی میں یہ طاقت نہیں کہ جو کھلے طور پر نبیوں کی طرح خدا سے کوئی علم غیب پاوے اور چوں کہ وہ بروز محمدی جو قدیم سے موعود تھا وہ میں ہوں اس لئے بروزی رنگ کی نبوت مجھے عطا کی گئی اور اس نبوت کے مقابل پر اب تمام دنیا بے دست و پا ہے کیوں کہ نبوت پر مہر ہے۔ ایک بروز محمدی جمیع کمالاتِ محمدیہ کے ساتھ آخری زمانے کے لئے مقدر تھا سو وہ ظاہر ہو گیا''۔ (۳۹۵/الف) حقیقۃ الوحی (۱۹۰۷ء) میں مرزا صاحب نے لکھا ہے ''پس اس وجہ سے (اس امت میں) نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا ہوں اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں...... اور ضرور تھا کہ ایسا ہوتا...... جیسا کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ ایسا شخص ایک ہی ہو گا وہ پیش گوئی پوری ہو جائے''۔ (۳۹۵/ب) اسی حقیقۃ الوحی (۱۹۰۷ء) میں وہ لکھتے ہیں''...... یعنی خدا ہر صدی کے سر پر اس امت کے لئے ایک شخص کو مبعوث فرمائے گا جو اس کے لئے دین کو تازہ کرے گا...... اور یہ بھی اہل سنت میں متفق علیہ امر ہے کہ آخری مجدد اس امت کا مسیح موعود ہے جو آخری زمانے میں ظاہر ہو گا......'' (۳۹۵/ج) یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا رسول اللہ ﷺ کے بعد نبوت کے (مفروضہ) اجرا پر غلام احمد قادیانی کا مذکورہ طرز کا استدلال درست ہے یا نہیں؟ اگر نہیں اور ہر گز نہیں تو یہی بات درست ہے۔ اگر کہا جائے کہ مذکورہ استدلال صحیح ہے تو یہ قول متعدد وجوہ کی بنا پر یک سر مردود ہے۔

۱۔ قادیانیت پر سابقہ مباحث میں بارہا یہ بیان کیا جا چکا ہے اور ابھی اوپر ختم نبوت کے صحیح مفہوم

کے متعلق مباحث میں بھی واضح کیا جاچکا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی کتب میں اپنے ہی قلم سے اپنے آپ کو مخبوط الحواس، مفتری، کذاب، نامراد، ملعون، مردود، ذلیل، دجال، مشرک عظیم، ماکول الحسنات (جس کی نیکیاں کھائی جارہی ہوں)، بدعقل، بدفہم، شیاطین کا کھلونا جس کے اندر سال ہا سال تک بل کہ عمر بھر شیاطین کھیلتے رہے ہوں وغیرہ وغیرہ اوصاف خبیثہ اور القاب قبیحہ کو نا قابل تردید انداز میں اپنے اوپر بہ خوبی چسپاں کرلیا ہے۔ اگر ظل و بروز کے مذکورہ بے ہودہ تصور کو درست بھی سمجھ لیا جائے تو ایسا شخص تو کسی ادنیٰ سے ادنیٰ شریف انسان کا بھی بروز نہیں ہوسکتا چہ جائے کہ اسے (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) حضرت محمد ﷺ کا بروز قرار دیا جائے۔ ایسا شخص تو صرف اور صرف مردود شیطان کا ہی بروز ہوسکتا ہے۔

۲۔ مرزا قادیانی حقیقۃ الوحی میں لکھ چکے ہیں کہ ''خدا ہر صدی کے سر پر اس امت کے لئے ایک شخص کو مبعوث فرمائے گا جو اس کے لئے دین کو تازہ کرے گا''۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ مرزا صاحب سے پہلے ہر صدی کے سر پر جو مجدد آتے رہے وہ نبی تھے یا نہیں؟ اگر وہ نبی تھے تو خود مرزا صاحب اس شق کو تسلیم نہیں کرتے کیوں کہ وہ کہتے ہیں کہ ''نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا ہوں اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں''۔ اگر وہ نبی نہیں تھے تو کیا ان مجددین کے ذریعے دین تازہ ہوا کرتا تھا یا نہیں؟ اگر دین تازہ نہیں ہوا کرتا تھا تو مرزا جی نے یہ کیسے لکھ دیا کہ ''خدا ہر صدی کے سر پر اس امت کے لئے ایک شخص کو مبعوث فرمائے گا جو اس کے لئے دین کو تازہ کرے گا''۔ اگر ان مجددین کے ذریعے دین تازہ ہوجایا کرتا تھا اور یہ بھی مانا جاچکا کہ وہ نبی نہیں تھے تو معلوم ہوا کہ دین کو تازہ کرنے کے لئے یہ مجددین ہی کافی اور وافی ہیں کسی نبی کی تشریف آوری کی قطعاً ضرورت نہیں۔ جب باعتراف مرزا صاحب ہر صدی کے سر پر مجدد آیا کرتا ہے تو اب پندرہویں صدی ہجری چل رہی ہے اس کا بھی تو کوئی مجدد ہونا چاہئے ورنہ احادیث کا یہ مضمون کیسے درست ہوا کہ ہر صدی کے سر پر مجدد پیدا ہوا کرے گا۔ مرزا قادیانی کا یہ دعویٰ بھی قطعاً جھوٹا اور بلا دلیل ہے کہ اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ آخری مجدد اس امت کا مسیح موعود ہے جو آخری زمانہ میں ظاہر ہوگا۔ پس مرزا صاحب کی صدی آخری صدی نہ ہوئی اور چوں کہ مجددین نبی نہ ہونے کے باوجود دین کو تازہ کرسکتے ہیں لہٰذا کسی نبی کی تا قیامت کوئی ضرورت ہی پیش نہیں آئے گی۔

۳۔ مرزا قادیانی کے اشتہار ''ایک غلطی کا ازالہ'' (۱۹۰۱ء) کی متعلقہ عبارتوں میں تناقض نمایاں ہے۔ ایک طرف تو مرزا صاحب کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ ہی نہیں بل کہ ہزاروں مرتبہ بروزی رنگ میں آکر دوسرے کمالات کے علاوہ نبوت کا اظہار بھی کرسکتے ہیں لیکن اسی اشتہار میں وہ یہ بھی لکھ رہے ہیں کہ جو بروز محمدی (بہ قول ان کے) قدیم سے موعود تھا وہ صرف میں ہی ہوں تو کلام میں ایسا کھلا

کھلا تناقض خود ان کے اپنے الفاظ کے مطابق کسی مخبوط الحواس اور جھوٹے شخص کے کلام میں ہی ہوا کرتا ہے۔(۳۹۶/الف)

۴۔ایام الصلح (۱۸۹۸ء) میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں ''حضرت عمرؓ کا وجود ظلی طور پر گویا آں جناب ﷺ کا وجود ہی تھا'' (۳۹۶/ب) آئینہ کمالات اسلام (۱۸۹۳ء) میں انہوں نے لکھا ''صدہا لوگ ایسے ہیں جن میں حقیقت محمدیہ متحقق تھی اور عند اللہ ظلی طور پر ان کا نام محمد یا احمد تھا'' (۳۹۶/ج) شہادۃ القرآن (۱۸۹۳ء) میں وہ لکھتے ہیں ''نبی تو اس امت میں آنے کو رہے۔اب اگر خلفائے نبی بھی نہ آویں اور وقتاً فوقتاً روحانی زندگی کے کرشمے نہ دکھلاویں تو پھر اسلام کی روحانیت کا خاتمہ ہے'' (۳۹۶/د) اور اسی کتاب میں وہ لکھتے ہیں ''کیوں کہ خلیفہ درحقیقت رسول کا ظل ہی ہوتا ہے۔پس جو شخص خلافت کو تیس برس تک مانتا ہے وہ اپنی نادانی سے خلافت کی علت غائی کو نظر انداز کرتا ہے''۔(۳۹۷/الف) دینی اصطلاح میں محدث (بفتح دال) اور ملہم کا ایک ہی مفہوم ہے یعنی ایسا شخص جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوتا ہو۔اہل حق کے صحیح عقیدے کے مطابق محدث و ملہم کا الہام اور کشف دین میں ہرگز حجت نہیں بل کہ اس میں خطا کا بھی احتمال ہوتا ہے لہٰذا اسے قرآن و سنت پر لوٹایا جائے گا۔جب کہ پیغمبر کی وحی لوگوں پر حجت ہوتی ہے اور اس میں خطا کا قطعاً کوئی احتمال نہیں ہوتا۔مرزا قادیانی محدث و ملہم کو نبی نہیں سمجھتے جیسا کہ ان کی مذکورہ بالا عبارتوں سے واضح ہے اور ازالۂ اوہام (۱۸۹۱ء) میں وہ اپنے متعلق لکھتے ہیں ''نبوت کا دعویٰ نہیں بل کہ محدثیت کا دعوی ہے جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا''۔(۳۹۷/ب) گو مرزا صاحب محدث و ملہم کو نبی نہیں سمجھتے لیکن ان کے نزدیک ملہم (الہام یافتہ شخص) معصوم عن الخطاء ہوتا ہے چناں چہ وہ آئینہ کمالات اسلام (۱۸۹۳ء) میں لکھتے ہیں ''اس عاجز کو ذاتی تجربے سے یہ معلوم ہے کہ روح القدس کی قدسیت ہر وقت اور ہر دم اور ہر لحظہ ملہم کے تمام قُویٰ میں کام کرتی رہتی ہے۔اور انوار دائمی اور استعانت دائمی اور محبت دائمی اور عصمت دائمی اور برکات دائمی کا یہی سبب ہوتا ہے کہ روح القدس ہمیشہ اور ہر وقت ان کے ساتھ ہوتا ہے''۔(۳۹۷/ج) مرزا صاحب کی مذکورہ بالا عبارتوں سے یہ معلوم ہوا کہ ۱۹۰۱ء میں نبوت کا دعویٰ داغ دینے سے پہلے ان کے نزدیک محدث و ملہم اور خلیفۂ رسول میں کوئی فرق نہیں تھا۔ہر خلیفۂ رسول ان کے نزدیک درحقیقت رسول اللہ ﷺ کا ظل ہی ہوتا ہے چناں چہ خلفائے راشدینؓ میں مثلاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا وجود ظلی طور پر گویا آں حضرت ﷺ کا وجود تھا اور بعد میں بھی صدہا ایسے لوگ پیدا ہوتے رہے ہیں جن میں بہ قول مرزا صاحب حقیقت محمدیہ پوری طرح متحقق تھی اور اللہ کے نزدیک ظلی طور پر ان کا نام محمد یا احمد تھا۔یہ بھی معلوم ہوا کہ مرزا صاحب کے نزدیک ایسے تمام

لوگ معصوم عن الخطا بھی ہوتے ہیں۔ لیکن ان میں سے کوئی بھی ظلی یا بروزی نبی نہیں ہوا حال آں کہ مثلاً حضرت عمرؓ کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بھی تھا کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا۔ مرزا قادیانی یہ بھی تسلیم کر رہے ہیں کہ ظل محمدی اور معصوم عن الخطاء ہونے کی بنا پر یہ حضرات امت کی دینی رہ نمائی بہ طریق احسن کرتے رہے ہیں۔ پس جب ان حضرات کا نبی ہونا قطعاً غیر ضروری تھا اور نبی ہوئے بغیر بھی وہ لوگوں کی دینی رہ نمائی کرتے رہے تو مرزا غلام احمد قادیانی کا یا کسی اور کا ظلی اور بروزی نبی ہونا بھی قطعاً غیر ضروری ٹھہرا اور ان کا دعوائے نبوت باطل ہوا اور نہ ان کے نام نہاد بروزی فلسفے کے تحت حضرت عمرؓ اور صدہا وہ لوگ بھی ضرور بالضرور نبی ہوتے جن کا نام بہ قول مرزا صاحب ظلی طور پر اللہ کے نزدیک محمد یا احمد تھا۔ یعنی لوگوں کی نظری و عملی رہ نمائی کے لئے کسی بھی بروزی نبی کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔ البتہ اگر کسی بہت ہی بڑے اور نہایت ہی خوفناک اور خطرناک فتنے کے استیصال کے لئے مسلح جہاد ناگریز ہو اور ایسی سنگین صورت حال ہو کہ کسی نبی کے بغیر یہ مقصد حاصل نہ ہو تو چوں کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد نبوت کا دروازہ بند ہے اس لئے انبیائے سابقین میں سے کسی نبی کو بھیجا جا سکتا ہے تا کہ ختم نبوت کے صحیح مفہوم کی عملاً بھی تائید و توثیق ہو جائے۔ چناں چہ قیامت کے قریب دجال اکبر کے فتنے کے استیصال کے لئے حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کا آسمان سے زمین پر نزول ہوگا جو دجال اور اس کے متبعین کا مسلح جہاد سے قلع قمع کر دیں گے۔ ادھر جھوٹے مسیح مرزا قادیانی ابن چراغ بی بی نے تو مسلح جہاد کو سرے سے منسوخ اور حرام قرار دیا اور خود ان کا یہ حال تھا کہ ایک مرغی کا چوزہ تک بھی ذبح کرنے سے وہ قاصر تھے۔

مذکورہ تفصیل سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ سورہ جمعہ کی آیت **واخرین منھم لما یلحقوا بھم** سے کسی نام نہاد بروزی نبی کی آمد پر استدلال قطعاً باطل ہے۔ اس سے پہلے کی آیت میں یہ بتلایا گیا ہے کہ ”(اللہ وہی ہے جس نے امیوں یعنی ناخواندہ لوگوں میں ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا جو انہیں اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے، یقیناً وہ اس سے پہلے کھلی گم راہی میں تھے **واخرین منھم لما یلحقوا بھم وھو العزیز الحکیم** اور ان ہی میں سے دوسروں کے لئے بھی (آپ رسول ہیں) جو اب تک ان (موجودہ) امیوں سے نہیں ملے (بل کہ بعد میں آئیں گے) اور وہ بڑا ہی زبردست (اور) حکمت والا ہے“۔ (۳۹۸/الف)

رسول اللہ ﷺ کا اپنی دنیوی حیوٰۃ طیبہ میں لوگوں کو تعلیم دینا اور ان کی تربیت فرمانا بلاواسطہ اور بالواسطہ دونوں طریقوں سے تھا۔ کیوں کہ ہر شخص کی ہر معاملے میں فرداً فرداً بہ راہ راست تعلیم و تربیت عام اسباب کے تحت دشوار ہوتی ہے۔ یثرب (مدینہ منورہ) کے قبائل اوس و خزرج کی عظیم اکثریت نے

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا جنہیں اپنی ہجرت سے پہلے رسول اللہ ﷺ نے دین کی تبلیغ کے لئے روانہ فرمایا تھا۔ اور مثلاً یمن کی جانب آپ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو معلم بنا کر بھیجا۔ خود مدینہ منورہ میں بھی بہت سے لوگوں کو دینی مسائل اصحاب صفہ کے ذریعے معلوم ہوتے رہتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی رحلت کے بعد صحابہ کرامؓ، تابعین، تبع تابعین اور ان کے بعد ہر دور اور ہر طبقے میں اہل حق علما و صلحا نے دین کو لوگوں تک منتقل کیا۔ یہ سب کچھ رسول اللہ ﷺ ہی کی بالواسطہ تعلیم ہے۔ امت کے اہل حق مفسرین، محدثین، فقہا، متکلمین اور صوفیاء میں سے کسی نے بھی سورہ جمعہ کی ان آیات کا یہ مطلب بیان نہیں کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی بھی طرح کا کوئی نیا نبی آسکتا ہے۔ اور اوپر یہ واضح ہو چکا ہے کہ خود مرزا جی کی تحریروں، اقوال و بیانات کے مطابق یہ سراسر غیر ضروری اور بے کار مشغلہ ہے جو عیب ہے اور کسی بھی عیب کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے منسوب کرنا صریح کفر ہے۔

۵۔ ظلی اور بروزی نبی کی خانہ ساز اصطلاحات مرزا غلام قادیانی نے ہنود و مجوس کے زیر اثر وضع کی ہیں وہ ہندوؤں کی طرح نظریہ تناسخ و حلول کے قائل نظر آتے ہیں اور ان غیر اسلامی اصطلاحات کو لوگوں کے ذہن میں دھوکہ دہی سے ظل اور بروز کے پردے میں اتارنا چاہتے ہیں۔ مثلاً وہ تریاق القلوب (۱۹۰۰۔۱۹۰۲ء) میں لکھتے ہیں ''......اسی طرح ابراہیم علیہ السلام نے اپنی خو اور طبیعت اور دلی مشابہت کے لحاظ سے قریباً اڑھائی ہزار برس اپنی وفات کے بعد پھر عبداللہ پسر عبدالمطلب کے گھر میں جنم لیا اور محمد کے نام سے پکارا گیا''۔ (۳۹۸/ب) آئینہ کمالات اسلام (۱۹۹۳ء) میں وہ لکھتے ہیں ''ہمارے نبی ﷺ کی روحانیت بھی اندرونی مفاسد کے غلبے کے وقت ہمیشہ ظہور فرماتی رہتی ہے اور حقیقت محمدیہ کا حلول کسی کامل متبع میں جلوہ گر ہوتا ہے''۔ (۳۹۸/ج) یہاں بہ جا طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر حقیقت محمدیہ کا ظہور اور کسی کامل متبع میں اس کا حلول ہمیشہ ہوتا رہتا ہے تو مرزا قادیانی کے زمانے تک تو اس کا بارہا ظہور و حلول ہو چکا ہوتا۔ اس صورت میں صرف مرزا قادیانی کو ہی بروزی و ظلی نبی ہونے کا ''شرف'' کیوں حاصل ہوا، اب تک تو ہزارہا بروزی اور ظلی نبی ظہور پذیر ہو چکے ہوتے۔ اسی کتاب آئینہ اسلام میں وہ مزید لکھتے ہیں **واعلم ان نبینا ﷺ کمابُعث فی الالف الخامس کذالك بُعث فی الأخر الالف السادس باتخاذہ بروزالمسیح الموعود** (۳۹۹/الف) یعنی'' اور جان لو کہ ہمارے نبی جس طرح پانچویں ہزار سال میں مبعوث ہوئے اسی طرح وہ چھٹے ہزار کے آخر میں مسیح موعود (مرزا قادیانی) کا بروز اختیار کر کے مبعوث ہوئے''۔ غور کیجئے مرزا قادیانی اپنی کتابوں میں اکثر یہ لکھتے رہے ہیں کہ میں (مرزا غلام احمد قادیانی) رسول اللہ ﷺ کا ظل اور بروز ہوں۔ یہاں وہ لکھ رہے ہیں کہ

رسول اللہ ﷺ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی) کا بروز اختیار کر کے چھٹے ہزار سال کے آخر میں دوبارہ مبعوث ہوئے ہیں یعنی مرزا جی تو اصل ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ مرزا جی کا (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) ظل اور بروز ہو گئے فلعنۃ اللّٰہ علی الکاذبین۔

مرزا صاحب کی ''مسیح موعود'' کی اصطلاح بھی خالصۃً غیر اسلامی اور یہودی اصطلاح ہے۔ اسلام میں ہرگز کوئی ایسی اصطلاح نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سچے مسیح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قیامت کے قریب آسمان سے زمین پر نزول کا بڑا مقصد مسیح دجال کے خبیث ترین اور شدید ترین فتنے کو ختم کرنا اور دجال کو قتل کرنا ہے۔ مسلمانوں کو سچے مسیح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کی یقیناً خبر دی گئی ہے اور اس کے صحیح ہونے پر امت کا اجماع ہے لیکن اس خبر کو ''وعدہ'' کا عنوان نہیں دیا گیا کیوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی پر ان کا زمانہ پانے والے مسلمانوں کو اس سے پہلے دجال اکبر کے اس شدید ترین فتنے کا سامنا کرنا پڑے گا جس سے تمام انبیاء علیہم السلام نے عموماً اور خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ نے خصوصاً پناہ مانگی ہے اور اس فتنے سے اللہ کی پناہ مانگنے کے لئے تعوذات اور دعائیں امت کو سکھائی ہیں۔ وعدہ کسی اچھی چیز کا کیا جاتا ہے اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان مسلمانوں کے لئے یقیناً مسیح موعود بہ ہو سکتے ہیں جو دجال اکبر کے خبیث ترین فتنے کا سامنا کر رہے ہوں گے لیکن دوسروں کے لئے نہیں۔ نیز مسیح موعود کا مطلب تو یہ ہے کہ وہ مسیح جس سے وعدہ کیا گیا۔ لہٰذا اگر ایسی کسی اصطلاح کے وضع کرنے کی گنجائش ہوتی تو مسیح موعود کی بہ جائے مسیح موعود بہ کہنا چاہئے تھا یعنی وہ مسیح جس کے متعلق لوگوں سے وعدہ کیا گیا ہے۔ جب سچے مسیح حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل میں تشریف لائے تو یہودیوں نے اس سچے مسیح کا انکار کر کے اللہ تعالیٰ کے غضب کو دعوت دی۔ چوں کہ یہودیوں کو مسیح کی آمد کی خبر دی گئی تھی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا انکار کرنے کے بعد وہ تا حال کسی مسیح کی آمد کے شدت سے منتظر ہیں جو ان کے لئے عظیم نجات دہندہ ثابت ہو۔ اس لئے مسیح موعود کی اصطلاح خالصۃً یہودی اصطلاح ہے۔ بدقسمتی سے اکثر یہودی دجال اکبر کو ہی سچا مسیح اور نجات دہندہ سمجھ کر اس کی پیروی کریں گے۔ دجال اور اس کی پیروی کرنے والے سچے مسیح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی پر ان کے ہاتھوں مقتول ومخذول ہوں گے۔

دیگر خود ساختہ اصطلاحات کی طرح ''امتی نبی'' کی مرزا قادیانی کی اصطلاح بھی بے ہودہ اور خلاف عقل ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے پہلے کسی بھی نبی کو امتی نبی نہیں کہا گیا۔ خود مرزا جی کو بھی اس کا اعتراف ہے۔ وہ چشمۂ معرفت (۱۹۰۸ء) میں لکھتے ہیں ''پہلے زمانوں میں جو کوئی نبی ہوتا تھا وہ کسی گزشتہ نبی کی امت نہیں کہلاتا تھا گو اس کے دین کی نصرت کرتا تھا اور اس کو سچا جانتا تھا''۔ (۳۹۹/ب) اسی طرح

اگر رسول اللہ ﷺ کے بعد بالفرض نبوت کا دروازہ کھلا بھی ہوتا تو کوئی بھی آنے والا نبی ہرگز ''امتی نبی'' نہ ہوتا۔ کیوں کہ نبی علوم دینیہ بہ راہ راست بہ ذریعہ وحی اللہ تعالیٰ سے حاصل کرتا ہے اور لوگوں کو دعوت دیتا ہے کہ وہ اس پر ایمان لائیں۔ اس پر ایمان لانے والے لوگ اس کی امت اجابت میں داخل ہوتے ہیں۔ بہ الفاظ دیگر کوئی نبی ''امتی'' نہیں ہوسکتا بل کہ وہ امت کی تشکیل کرتا ہے اور کوئی بھی امتی اگر منصب نبوت پر فائز ہوجائے تو وہ امتی نہیں رہتا۔ منصب نبوت پر کسی کو فائز کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ کوئی نبی ہرگز کسی کو نبی نہیں بنایا کرتا۔ مرزا قادیانی اپنی جھوٹی نبوت کی دکان کو چمکانے کے لئے کبھی یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جس پر مہر نبوت لگادیں وہ نبی ہوجاتا ہے اور کبھی یہ ہرزہ سرائی فرماتے ہیں کہ میری صورت میں خود رسول اللہ ﷺ ہی دوبارہ تشریف لے آئے ہیں۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ رسول اللہ ﷺ اپنی مہر نبوت کو خود ہی اپنے اوپر لگا کر دوبارہ آئے ہیں۔ کبھی یہ کہتے ہیں کہ میں امتی نبی ہوں حال آں کہ وہ یہ یا وہ گوئی بھی فرماتے ہیں کہ میں (مرزا قادیانی) رسول اللہ ﷺ کا ظل اور بروز ہوں۔ ظل اور بروز چوں کہ اپنے اصل سے الگ نہیں ہوا کرتا اس لئے میری آمد سے رسول اللہ ﷺ کی ختم نبوت کی مہر نہیں ٹوٹتی۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ جس طرح مرزا جی بہ قول خود ''امتی نبی'' ہیں اسی طرح رسول اللہ ﷺ بھی (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) امتی نبی ہیں ورنہ مرزا جی آپ کا ظل اور بروز کیسے ہوسکتے ہیں؟ کبھی وہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی کامل اتباع اور منعم علیہم (اللہ کے انعام یافتہ) بندوں میں شامل ہونے کی دعا کی برکت سے نبی بنا ہوں۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ نبوت وہبی اور غیر اختیاری نعمت نہیں بل کہ محنت وریاضت، اطاعت وعبادت اور ادعیہ واذکار سے حاصل ہوسکتی ہے یعنی یہ کسبی اور اکتسابی نعمت ہے۔ کبھی وہ یہ کہتے ہیں کہ نبی ہونا تو درکنار مُحدَّث وملھم ہونا بھی وہبی نعمت ہے جو کثرت اطاعت، دعاؤں، محنت وریاضت اور عبادت وغیرہ سے حاصل نہیں ہوسکتی۔ مرزا قادیانی کے یہ متضاد اور بے ہودہ اقوال بھی انہیں بہ خوبی جھوٹا ثابت کررہے ہیں۔ نئی نئی لغو اصطلاحات گھڑنے کے ساتھ ساتھ عام معروف ومروج اسلامی ودینی اصطلاحات کو بگاڑنا، ان کی معنوی تحریف کرنا اور ان کا غلط استعمال مرزا قادیانی کا شروع سے ہی معمول رہا ہے۔ مثلاً انہوں نے ۱۹۰۱ء میں حقیقی نبی ہونے کے اپنے جھوٹے دعوے سے پہلے اپنے لئے نبی اور رسول کے کلمات کا بے دریغ استعمال کیا اور اہل علم کی گرفت پر وہ جھوٹی تاویلیں کرتے رہے۔ مثلاً ۱۸۹۷ء میں انہوں نے سراج منیر میں لکھا ''یہ سچ ہے کہ وہ الہام جو خدا نے اس بندے (مرزا قادیانی) پر نازل فرمایا اس میں اس بندے کی نسبت نبی اور رسول اور مرسل کے لفظ بہ کثرت موجود ہیں۔ سو یہ حقیقی معنوں پر محمول نہیں ہیں ولکل ان یصطلح۔ سو خدا کی یہ اصطلاح ہے جو اس نے ایسے لفظ استعمال کئے۔ ہم

اس بات کے قائل اور معترف ہیں کہ نبوت کے حقیقی معنوں کی رو سے آں حضرت ﷺ کے بعد نہ کوئی نیا نبی آسکتا ہے اور نہ پرانا۔ قرآن ایسے نبیوں کے ظہور سے مانع ہے۔ مگر مجازی معنوں کی رو سے خدا کا اختیار ہے کہ کسی ملہم کو نبی کے لفظ سے یا رسول کے لفظ سے یاد کرے''۔ (۳۹۹/ج) مرزا صاحب اپنی اولین تصنیف براہین احمدیہ (۱۸۸۰۔۱۸۸۴ء) کے ایام ہی سے اپنی کتابوں، رسائل و مکاتیب اور اشتہارات وغیرہ میں اپنے لئے رسول اور نبی کے الفاظ استعمال کرتے چلے آرہے تھے۔ جو اہل حق ان کا مؤاخذہ کرتے تھے کہ ان میں نبوت و رسالت کا دعویٰ مضمر بل کہ واضح ہے تو وہ انہیں مفتری و کذاب ٹھہرا کر یہ جواب دیتے رہے کہ یہ الفاظ خدا نے میرے حق میں استعمال فرمائے ہیں تو میں کیا کرسکتا ہوں؟ لیکن نبی اور رسول کے یہ الفاظ اپنے حقیقی معنوں میں ہرگز نہیں۔ اگر میں نبوت کا دعویٰ کروں تو اسلام سے خارج اور کافروں کی جماعت سے جاملوں گا۔ وہ کوئی اکیس سال تک لوگوں سے یہی آنکھ مچولی کھیلتے رہے اور بالآخر ۱۹۰۱ء میں حقیقی نبوت کا دعویٰ داغ دیا اور نہایت ''معصومیت'' سے فرمایا کہ میں اکیس سال تک اپنے اوپر نازل ہونے والی وحی کا صحیح مطلب سمجھ نہیں پایا تھا لیکن اب خدا نے مجھے اس کا صحیح مطلب سمجھا دیا ہے کہ تو شروع ہی سے حقیقی نبی تھا۔ یہ بھی خدا ہی کا کام ہے، میں کیا کرسکتا ہوں؟۔ موٹی سے موٹی عقل رکھنے والا شخص بھی سمجھ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ دین کے معاملے میں اپنے کسی نبی کی زبان پر اور وہ بھی سال ہا سال کے لئے غلط اور خلاف حقیقت باتیں ہرگز ہرگز جاری نہیں کراتا۔ خود مرزا جی کا مثلاً نور الحق (۱۸۹۴ء) میں اپنا قول یہ ہے کہ خدا مجھے آنکھ جھپکنے کے برابر بھی غلطی پر چھوڑے نہیں رکھتا اور وہ مجھے ہر ایک لغزش سے محفوظ رکھتا ہے'' (۴۰۰/الف) ان تمام تفصیلات سے معلوم ہوا کہ مرزا صاحب بہ اعتراف خود مراقی و ہسٹیریائی ہونے کے باوجود ''دیوانہ بہ کار خویش ہوشیار'' کے پورے پورے مصداق اور پرلے درجے کے مکار و عیار تھے۔ وہ اگر شیطان سے خود دھوکہ کھاتے تھے تو ان ہی شیطانی قوتوں کی مدد سے لوگوں کو بے وقوف بنانے اور انہیں دھوکہ دینے میں بھی بڑی مہارت رکھتے تھے۔ اپنے وعدوں اور اپنی باتوں سے پھر جانے کے لئے وہ خدا کو درمیان میں ڈال کر خود چپکے سے باہر ہوجاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ہی انہیں نقد سزا یہ دی کہ وہ اپنے قلم کی عیاریوں اور مکاریوں کا خود بھی نشانہ بن گئے اور اپنے ہی قلم سے وہ مشرک عظیم، ماکول الحسنات، مخبوط الحواس، مفتری و کذاب، بدعقل و بدفہم، نامراد، ملعون، مردود، ذلیل، دجال، انگریزوں کا خود کاشتہ پودا اور عیسائی ملکہ وکٹوریہ کی پاک نیتوں کی تحریک سے مبعوث ہونے والا وغیرہ وغیرہ ہوگئے۔ آخرت کا معاملہ الگ ہے۔ قادیانی حضرات اگر پھر بھی عبرت نہ پکڑیں تو ان کی بدقسمتی ہے ورنہ مرزا صاحب کے ظاہر و باطن کو ہم ان ہی کی تحریروں سے قادیانیت پر اپنے

ان مضامین میں شروع ہی سے برہنہ دُعریاں کرتے چلے آرہے ہیں۔ مرزا صاحب نے یہ جو لکھا ہے ولکل ان یصطلح (اور ہر کسی کو حق حاصل ہے کہ وہ جو اصطلاح چاہے وضع کرلے) اس میں بھی وہ اپنے آپ کو اور دوسروں کو دھوکہ دے رہے ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ ہر کسی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے گھر میں جو چاہے کھائے اور پئے اور جو چاہے پہنے، تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ اسے مثلاً خنزیر کا گوشت کھانے، شراب پینے اور ریشم پہننے کی اجازت ہے۔ خورد و نوش کے معاملے میں وہ شرعی حدود اور قیود سے باہر نکلنے کا مجاز نہیں۔ اسی طرح کوئی اصطلاح وضع کرتے وقت کسی کو یہ اختیار نہیں دیا گیا کہ وہ دینی اصطلاحات کا مذاق اڑائے اور انہیں بچوں کا کھیل بنا کر رکھ دے۔ اگر وہ ایسا کر کے بات خدا پر ڈال دے اور خود درمیان سے نکل جائے تو یہ ظلم پر ظلم ہے۔ اگر کوئی شخص کسی مسلمان کو کافر کہے اور دلیل یہ دے کہ میں نے اسے اس معنی میں کافر کہا ہے کہ ہر مسلمان از روئے قرآن طاغوت (شیطان) کے ساتھ کفر کرتا ہے (۴۰۰/ب) اور یہ شخص کسی کافر کو مومن کہے اور دلیل یہ دے کہ از روئے قرآن ہر کافر طاغوت پر ایمان رکھتا ہے (۴۰۰/ج) اور پھر یہ کہے کہ ہر شخص کو حق حاصل ہے کہ وہ جو اصطلاح چاہے وضع کرلے اور میں نے تو یہ اصطلاحات خدا کے کلام قرآن سے اخذ کی ہیں تو ایسا شخص دینی اصطلاحات کا مذاق اڑانے کی وجہ سے عبرت ناک سزا کا مستحق ہے۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ مرزا قادیانی کی اصطلاح سازی بھی بالکل اسی نوعیت کی ہے۔ الغرض ظل، بروز، امتی نبی وغیرہ وغیرہ اصطلاحات کسی متنبّی کی جھوٹی نبوت کو کوئی جواز فراہم نہیں کرتیں۔

۶۔ قرآن کریم محفوظ کتاب ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی سنت بھی محفوظ ہے۔ قرآن و سنت کے سمجھنے والے اور اہل باطل کا تعاقب کرنے والے بھی موجود رہیں گے اس لئے رسول اللہ ﷺ کے بعد تا قیامت نہ کسی نئے نبی کی ضرورت ہے اور نہ ہی کوئی نیا نبی آئے گا۔ اسی معنی میں آپ کو قرآن کریم میں خاتم النبیین قرار دیا گیا ہے۔ متنبّی قادیان مرزا غلام احمد نے اپنی جھوٹی نبوت کا جواز پیدا کرنے کے لئے اپنی کتب مثلاً ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم (۱۹۰۵ء) میں لکھا ہے ''اور آں حضرت ﷺ کو جو خاتم الانبیاء فرمایا گیا ہے اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ آپ کے بعد دروازہ مکالمات و مخاطبات الٰہیہ کا بند ہے۔ اگر یہ معنی ہوتے تو یہ امت ایک لعنتی امت ہوتی جو شیطان کی طرح خدا سے دور و مہجور ہوتی'' (۴۰۱/الف) نیز وہ کہتے ہیں'' ...... اگر نبوت کا دروازہ بالکل بند سمجھا جائے تو اس سے انقطاع فیض لازم آتا ہے اور نبی کی ہتک شان ہوتی ہے گویا اللہ تعالیٰ نے اس امت کو یہ جو کہا کنتم خیر امۃ یہ جھوٹ تھا نعوذ باللہ۔ اگر یہ معنی لئے جائیں کہ آئندہ کے واسطے نبوت کا دروازہ ہر طرح سے بند ہے تو پھر خیر الامۃ کی بجائے شر الامم ہوئی...... اس طرح تو ماننا پڑے گا کہ نعوذ باللہ آں حضرت ﷺ کی قوت قدسی کچھ بھی نہ تھی اور آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام

سے مرتبے میں گرے ہوئے تھے کہ ان کے بعد ان کی امت میں سے سیکڑوں نبی آئے مگر آپ کی امت سے خدا کو نفرت ہے کہ ان میں سے کسی ایک کے ساتھ مکالمہ بھی نہ کیا کیوں کہ جس کے ساتھ محبت ہوتی ہے آخر اس سے کلام تو کیا جاتا ہے"۔ (۴۰۱/ب) مرزا قادیانی یہاں اپنے آپ کو اور دوسروں کو دھوکہ دے رہے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام آخری پیغمبر نہیں تھے اور نہ ہی ان پر نازل ہوئی کتاب تورات آخری آسمانی کتاب تھی۔ تورات کی حفاظت کا اللہ تعالیٰ نے کوئی وعدہ نہیں فرمایا تھا۔ یہودی اس کتاب میں نہ صرف معنوی بل کہ لفظی تحریف کے بھی عادی ہو چکے تھے۔ تورات کی اصلاح اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی صحیح تعلیم کو لوگوں تک پہنچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے بہت سے انبیائے کرامؑ کو مبعوث فرمایا جو وقتاً فوقتاً حسب ضرورت تشریف لاتے رہے۔ رسول اللہ ﷺ خاتم الانبیاء ہیں اور قرآن کریم خاتم کتب سماوی ہے۔ اب لوگوں سے اللہ تعالیٰ کی محبت اس پر موقوف نہیں رہی کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد نبوت کا سلسلہ جاری رہتا۔ اللہ تعالیٰ کی محبت ہر اس شخص کو حاصل ہوگی جو رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرے سورۂ آل عمران میں ہے کہ" (اے پیغمبر!) تو کہہ دے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے لئے تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے"۔ (۴۰۱/ ج) مرزا قادیانی یہ دھوکہ دے رہے ہیں کہ جس امت میں نبوت کا سلسلہ جاری نہ ہو خدا کو اس سے نفرت ہوتی ہے۔ مرزا جی نے اپنے قلم اور اپنی زبان سے قادیانی امت کو ہی مذکورہ بالا اوصاف کا ٹھیک ٹھیک مصداق ٹھہرایا ہے کیوں کہ وہ اپنے آپ کو خاتم المجددین اور خاتم الاولیاء قرار دیتے ہیں (۴۰۲/ الف) اور یہ بھی کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کا بروزی نبی ہوں اور ایک ہی بروز محمدی کا آنا مقدر تھا اس لئے مجھ سے پہلے اور میرے بعد کوئی اور نبی نہیں ہو سکتا۔ (۴۰۲/ ب) ہم تو مرزا صاحب کو مخبوط الحواس، مفتری اور کذاب سمجھتے ہیں۔ باقی رہی قادیانی امت تو اس کا شر الامم ہونا، لعنتی اور خدا سے ہمیشہ کے لئے دور و مہجور ہونا خود مرزا صاحب نے ثابت کر دیا کیوں کہ مرزا صاحب کے بعد قیامت تک خود ان کے اپنے خیال کے مطابق کوئی نبی تو کیا آئے گا، کوئی مجدد اور ولی تک بھی نہیں آنے پائے گا کیوں کہ وہ خود خاتم الاولیاء ہیں۔ نبوت کے جس مدعی کی امت کا ہر فرد لعنتی ہو تو مدعی نبوت کا ملعون اور کذاب ہونا بھی خود بہ خود ثابت ہو گیا۔ مرزا صاحب نے تریاق القلوب میں ابن عربیؒ کی ایک پیشین گوئی کا مصداق ٹھہراتے ہوئے بھی اپنے آپ کو خاتم الاولیاء قرار دیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ ابن عربیؒ نے یہ جو لکھا ہے کہ اس خاتم الاولیاء کے بعد مردوں اور عورتوں میں بانجھ پن کا عارضہ سرایت کر جائے گا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس خاتم الاولیاء کی موت کے بعد جو لوگ بھی پیدا ہوں گے وہ جانوروں اور وحشیوں کی

مانند ہوں گے۔ حقیقی انسانیت ان سے مفقود ہوگی اور وہ حلال کو حلال اور حرام کو حرام نہیں سمجھیں گے۔ (۴۰۲/ج) مرزا صاحب نے یہاں بھی قادیانی امت کو شرالامم قرار دے ڈالا کیوں کہ جب وہ بہ زعم خویش خاتم الاولیاء ہیں اور ابن عربیؒ کی پیشین گوئی میں مردوں اور عورتوں میں بانجھ پن کی سرایت کا مطلب انہوں نے یہ بیان کیا ہے کہ اس خاتم الاولیاء (مرزا قادیانی) کی موت کے بعد لوگوں میں کوئی مرد کامل پیدا نہیں ہوگا بل کہ یہ لوگ حیوانوں اور وحشیوں کی طرح حقیقی انسانیت سے محروم ہوں گے تو مرزا صاحب کی موت کے بعد قادیانی امت ہی تو ان اوصاف کی حامل ہوگی۔ پس اگر ایسی امت کا کوئی فرد نبوت کا دعویٰ کرے گا تو وہ لازماً جھوٹا ہوگا اور جس مدعی نبوت (مرزا غلام احمد قادیانی) کی امت کے تمام افراد حیوانوں اور وحشیوں کی طرح حقیقی انسانیت سے محروم، حلال کو حلال اور حرام کو حرام نہ سمجھنے والے ہوں گے ایسی امت ملعونہ کا (مفروضہ) نبی بھی لازماً جھوٹا اور ملعون ہوگا۔ عقل سلیم کا فیصلہ یہی ہے کہ سچے نبی کی امت ہرگز ملعون امت نہیں ہوا کرتی بل کہ وہ امت مرحومہ ہوگی۔ رسول اللہ ﷺ سچے انبیاء کے سلسلے کے آخری رسول اور نبی ہیں لہٰذا آپ کی امت بالخصوص امت مرحومہ ہے۔ ہر وہ مدعی نبوت لازماً جھوٹا اور ملعون ہے جس کی امت کا ہر ہر فرد لعنتی ہو اور حیوانوں اور وحشیوں کی طرح حقیقی انسانیت سے محروم ہو۔ پس مرزا صاحب نبوت کے اپنے دعوے میں سراسر کذاب ہیں۔ بروزی، غیر بروزی، امتی، غیر امتی، تشریعی، غیر تشریعی وغیرہ وغیرہ کی اصطلاحات کسی جھوٹے نبی کو سچا ثابت نہیں کرسکتیں۔ **واللہ یهدی من یشآء الیٰ صراط مستقیم** (جاری ہے)

حوالہ جات

قادیانیوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کی کتب کا مجموعہ ۲۳ جلدوں میں "روحانی خزائن" کے نام سے مرتب کیا ہے۔ حوالہ جات میں "رخ" سے یہی روحانی خزائن مراد ہیں۔

۲۹۷۔ (الف) براہین احمدیہ۔ دررخ ۱/۴۳۱ حاشیہ در حاشیہ (ب) ایضاً دررخ ۱/۶۰۱۔۶۰۲ (ج) ایضاً دررخ ۱/۵۹۶

۲۹۸۔ (الف) توضیح المرام ص ۳، رخ ۳/۵۲ (ب) اعجاز احمدی ص ۷۔۸، رخ ۱۹/۱۱۳۔۱۱۴ (ج) براہین احمدیہ دررخ ۱/۸۸

۲۹۹۔ (الف) ایضاً دررخ ۱/۵۳۶ حاشیہ پہلی فصل (ب) ایضاً دررخ ۱/ ۵۳۷ (ج) مکتوبات احمدیہ ۵/۵۔۶ نمبر۲، مولفہ یعقوب علی عرفانی قادیانی

۳۰۰۔ (الف) ایضاً ۵/ ۸ نمبر۲ (ب) انجام آتھم (ترجمہ) ص ۲۲۳، رخ ۱۱/۲۲۳ (ج) حمامۃ البشریٰ دررخ ۷/۱۹۲

۳۰۱۔(الف)اشتہار مرزا غلام احمد قادیانی مورخہ ۵ نومبر ۱۹۰۷ء مندرجہ تبلیغ رسالت ۱۰/۱۳۱، مجموعہ اشتہارات ۳/ ۵۹۱ (ب) براہین احمدیہ دررخ ۱/۲۷۵ (ج) آئینہ کمالات اسلام ص ۲۱، رخ ۵/۲۱

۳۰۲۔(الف) قادیانی اخبار روزنامہ الفضل مورخہ ۶ ستمبر ۱۹۴۱ء خطبہ جمعہ کالم ۳ (ب) اعجاز احمدی ص ۶، رخ ۱۹/۱۱۳ (ج) الاستفتاء ضمیمہ حقیقۃ الوحی ص ۳۹، رخ ۲۲/۶۶۰

۳۰۳۔(الف) ازالۂ اوہام ص ۸۱، رخ ۳/۱۴۲ (ب) آئینہ کمالات اسلام دررخ ۵/۴۰۹ (ج) بخاری ۱/۴۹۰

۳۰۴۔(الف) شہادۃ القرآن دررخ ۶/۳۳۷ (ب) مسلم ۲/۴۰۱، ترمذی ۲/۴۷ (ج) ازالۂ اوہام ص ۲۲۰، رخ ۳/۲۰۹

۳۰۵۔(الف) مکتوب حکیم نورالدین بھیروی ملحقہ ازالۂ اوہام ص ۸۔۹، رخ ۳/۶۳۱ (ب) آل عمران۔۱۴۴ (ج) حقیقۃ الوحی ص ۳۵

۳۰۶۔(الف) نورالحق ۱/۵۰، رخ ۸/۶۸۔۶۹ (ب) حمامۃ البشریٰ دررخ ۷/۲۲۱ (ج) حقیقۃ الوحی ص ۱۸۴، رخ ۲۲/۱۹۱

۳۰۷۔(الف) ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۱۱۲، رخ ۲۱/۲۷۵ (ب) انجام آتھم اردو ترجمہ عربی مکتوب بہ نام مشائخ ہند ص ۱۴۳ (پرانا ایڈیشن ص ۱۳۰) (ج) الرعد۔۳۸

۳۰۸۔(الف) ازالۂ اوہام ص ۴۶۹، رخ ۳/۳۵۱ (ب) ایضاً ص ۶۷۵، رخ ۳/۵۰۸ (ج) ایضاً ص ۴۵۹، رخ ۳/۳۴۵

۳۰۹۔(الف) ایضاً ص ۳۰۳، رخ ۳/۲۵۵ (ب) جنگ مقدس ص ۱۷ (ج) جنگ مقدس دررخ ۶/۸۹

۳۱۰۔(الف) آل عمران۔۱۱۹ (ب) الرعد۔۳۰ (ج) الاستفتاء ضمیمہ حقیقۃ الوحی ص ۳۹، رخ ۲۲/۶۶۰

۳۱۱۔(الف) حضرت مسیح موعود کے کارنامے ص ۲۹ تقریر مرزا بشیرالدین محمود احمد خلیفۂ قادیان (ب) خطبہ جمعہ مرزا بشیرالدین محمود مندرجہ اخبار الفضل مورخہ ۱۳ اکتوبر ۱۹۲۵ء ص ۵ (ج) آئینہ کمالات اسلام ص ۲۱، رخ ۵/۲۱

۳۱۲۔(الف) حقیقۃ الوحی حاشیہ ص ۳۳ (ب) ایضاً ص ۳۵ (ج) ایضاً ص ۳۴

۳۱۳۔(الف) مکتوبات احمدیہ ۵/۲۱ نمبر ۳ (ب) حمامۃ البشریٰ ص ۱۰، رخ ۷/۱۸۶ (ج) نورالحق ص ۴۷ حصہ دوم

۳۱۴۔(الف) آئینہ کمالات اسلام حاشیہ ص ۹۳۔۹۴، رخ ۵/۹۳۔۹۴ (ب) نزول المسیح ص ۵۶، رخ ۱۸/۴۳۴ (ج) مواہب الرحمٰن ص ۳، رخ ۱۹/۲۲۱

۳۱۵۔(الف) آئینہ کمالات اسلام ص ۲۱، رخ ۵/۲۱ (ب) حقیقۃ الوحی ص ۴۵ (ج) بنی اسرائیل۔۹۳

۳۱۶۔(الف) چشمۂ معرفت ص ۲۹، رخ ۲۳/۲۲۸ (ب) نورالحق ۱/۵۰، رخ ۸/۶۸۔۶۹ (ج) الرعد۔۳۸

۳۱۷۔(الف) المائدہ۔۱۴ (ب) النساء۔۱۵۷ (ج) حقیقۃ الوحی ص ۴۷

۳۱۸۔(الف) ایضاً ص ۳۷ حاشیہ (ب) ایضاً ص ۳۷۔۳۸ (ج) ایضاً حاشیہ ص ۳۶

۳۱۹۔ (الف) براہین احمدیہ در رخ ۱/ ۲۷۵ (ب) الاستفتاء ضمیمہ حقیقۃ الوحی ص ۳۹، رخ ۲۲/ ۶۶۰ (ج) براہین احمدیہ در رخ ۱/ ۵۳۷

۳۲۰۔ (الف) براہین احمدیہ در رخ ۱/ ۵۳۳۔۵۳۴ حاشیہ (ب) احمدی اور غیر احمدی میں فرق: ص ۲ (ج) ملفوظات احمدیہ ۲/ ۲۷

۳۲۱۔ (الف) اعجاز احمدی ص ۷۔۸، رخ ۱۹/ ۱۱۳۔۱۱۴ (ب) آئینہ کمالات اسلام ص ۲۱، رخ ۵/ ۲۱ (ج) حمامۃ البشریٰ در رخ ۷/ ۲۲۱، نور الحق ۱/ ۵۰، رخ ۸/ ۶۸۔۶۹

۳۲۲۔ (الف) ایام الصلح اردو ص ۲۷ (ب) قادیانی اخبار الحکم مورخہ ۲۴ جولائی ۱۹۰۲ء (ج) چشمۂ مسیحی ص ۱۸

۳۲۳۔ (الف) کشتی نوح ص ۱۶، رخ ۱۹/ ۱۸ (ب) آل عمران: ۴۵۔۴۷، مریم: ۱۶۔۳۴ (ج) انجیل متی ۱: ۱۸۔۲۳

۳۲۴۔ (الف) انجیل لوقا ۱: ۲۶۔۳۵ (ب) حمامۃ البشریٰ ص ۹۰، رخ ۷/ ۳۱۶ (ج) ست بچن ص ۳۰، رخ ۱۰/ ۱۴۲

۳۲۵۔ (الف) انجیل برنباس (اردو ترجمہ آسی ضیائی) ص ۲۷۴۔۲۸۶، اسلامک پبلی کیشنز۔ شاہ عالم ۱۳۔ ای مارکیٹ لاہور۔ طبع اول ۱۹۷۴ء (ب) مسلم ۲/ ۱۰۷، باب غزوہ احد (ج) کتاب استثناء ۲۱: ۲۲۔۲۴

۳۲۶۔ (الف) آل عمران۔ ۵۴ (ب) ازالۂ اوہام ص ۳۸۰۔۳۸۱، رخ ۳/ ۳۹۵۔۳۹۶ (ج) المائدہ۔ ۱۱۰

۳۲۷۔ (الف) فصل الخطاب حکیم نور الدین بھیروی ص ۳۱۴ حاشیہ (ب) عبس۔ ۲۱ (ج) مریم۔ ۳۳

۳۲۸۔ (الف) ابن حجر عسقلانیؒ/ فتح الباری ۷/ ۱۶۲ (ب) ملفوظات احمدیہ حصہ چہارم ص ۱۹۹ مرتبہ منظور الٰہی قادیانی (ج) البقرۃ: ۱۱۵

۳۲۹۔ (الف) الملک: ۱۶ (ب) آئینہ کمالات اسلام در رخ ۵/ ۴۰۹ (ج) حقیقۃ الوحی ص ۴۵ حاشیہ

۳۳۰۔ (الف) آئینہ کمالات اسلام در رخ ۵/ ۴۰۹ (ب) براہین احمدیہ در رخ ۱/ ۴۳۱ حاشیہ در حاشیہ (ج) آئینہ کمالات اسلام ص ۲۱، رخ ۵/ ۲۱

۳۳۱۔ (الف) البیہقی ص ۳۰۱ فی کتاب الاسماء والصفات، کنز الاعمال ۷/ ۲۵۹، ۲۶۸۔ بخاری ۱/ ۴۹۰، مسلم ۱/ ۸۷۔ جمع الفوائد ۲/ ۵۸۱ حدیث رقم ۹۹۶۳ للشیخین وابی داؤد والترمذی (ب) ازالۂ اوہام در رخ ۳/ ۲۹۳ (ج) ایضاً در رخ ۳/ ۲۲۵

۳۳۲۔ (الف) مسیح ہندوستان میں در رخ ۱۵/ ۳۸ (ب) توضیح المرام ص ۳۔ رخ ۳/ ۵۲ (ج) المائدہ: ۱۱۷

۳۳۳۔ (الف) حقیقۃ الوحی ص ۳۱ (ب) المائدہ: ۱۰۹ (ج) آئینہ کمالات اسلام ص ۲۵۴۔ رخ ۵/ ۲۵۴

۳۳۴۔ (الف) ایضاً در رخ ۵/ ۲۶۸ (ب) حقیقۃ الوحی ص ۱۸۴، رخ ۲۲/ ۱۹۱ (ج) ضمیمہ براہین احمدیہ ص ۱۱۲، رخ ۲۱/ ۲۷۵

۳۳۵۔ (الف) الانعام: ۶۰ (ب) الزمر: ۴۲ (ج) براہین احمدیہ در رخ ۱/ ۶۲۰

۳۳۶۔ (الف) تحفہ گولڑویہ در رخ ۱۷/۱۶۲ (ب) آئینہ کمالات اسلام ص ۲۱، رخ ۵/۲۱ (ج) احمدیہ پاکٹ بک ص ۳۴۱

۳۳۷۔ (الف) الترغیب والترہیب ۲/۲۰۵۔ رواہ البزار والطبرانی واللفظ لہ (ب) مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۸۳ بہ حوالہ صحیحین (ج) الانبیاء: ۱۰۴

۳۳۸۔ (الف) آل عمران: ۵۵ (ب) تفسیر ابن کثیر آیت رقم ۵۵ سورہ آل عمران (ج) الانعام: ۸۵

۳۳۹۔ (الف) محصلہ ازالۂ اوہام در رخ ۳/۴۲۲ (ب) آئینہ کمالات اسلام ص ۲۱، رخ ۵/۲۱ (ج) النساء: ۱۵۹

۳۴۰۔ (الف) جمع الفوائد ۲/۵۸۰ حدیث رقم ۹۹۶۲ للشیخین وابی داؤد والترمذی (ب) حقیقۃ الوحی ص ۳۴ (ج) ایضاً ص ۳۴۔۳۵

۳۴۱۔ (الف) تفسیر ابن کثیر آیت رقم ۱۵۹ سورۃ النساء (ب) چشمۂ معرفت ص ۸۲۔۸۳، رخ ۲۳/۹۰۔۹۱ (ج) حقیقۃ الوحی ص ۳۴

۳۴۲۔ (الف) چشمۂ معرفت ص ۸۲۔۸۳، رخ ۲۳/۹۰۔۹۱ (ب) حقیقۃ الوحی ص ۱۸۴ (ج) الحشر۔ ۱۴

۳۴۳۔ (الف) الزخرف۔ ۶۱ (ب) حمامۃ البشریٰ ص ۹۰، رخ ۷/۳۱۶ (ج) اعجاز احمدی ص ۲۱، رخ ۱۹/۱۲۹

۳۴۴۔ (الف) ایام الصلح اردو ص ۴۷، قادیانی اخبار الحکم مؤرخہ ۲۴ جولائی ۱۹۰۲ء، چشمۂ مسیحی ص ۱۸۔ کشتی نوح، ص ۱۶۔ رخ ۱۹/۱۸ (ب) آئینہ کمالات اسلام ص ۲۱، رخ ۵/۲۱ (ج) تفسیر غرائب القرآن ۱/۲۹۵۔ تفسیر طبری ۳/۱۳۰ حاشیہ

۳۴۵۔ (الف) آل عمران۔ ۴۸ (ب) المائدہ۔ ۱۱۰ (ج) آل عمران۔ ۴۶

۳۴۶۔ (الف) براہین احمدیہ در رخ ۱/ ۴۳۱ حاشیہ در حاشیہ (ب) ایضاً در رخ ۱/۵۹۳ (ج) ایضاً در رخ ۱/۶۰۱۔۶۰۲

۳۴۷۔ (الف) آئینہ کمالات اسلام در رخ ۵/۴۰۹ (ب) توضیح المرام در رخ ۳/۵۲ (ج) مسیح ہندوستان میں در رخ ۱۵/۳۸

۳۴۸۔ (الف) تبلیغ رسالت ۱/۱۵، مجموعہ اشتہارات ۱/۲۴ (ب) ازالۂ اوہام ص ۱۹۰، رخ ۳/۱۹۲ (ج) ازالۂ اوہام ص ۱۹۹، رخ ۳/۱۹۷

۳۴۹۔ (الف) مکتوب مرزا غلام احمد قادیانی مورخہ ۱۱ فروری ۱۸۹۱ء بہ نام مولوی عبدالجبار، تبلیغ رسالت ۲/۱۵۹ (ب) اعجاز احمدی ضمیمہ نزول المسیح ص ۷، رخ ۱۹/۱۱۳ (ج) کشتی نوح ص ۴۸، رخ ۱۹/۵۲

۳۵۰۔ (الف) ایک غلطی کا ازالہ ص ۶، رخ ۱۸/۲۱۰ (ب) اشتہار مرزا غلام احمد قادیانی مؤرخہ ۱۶ اکتوبر ۱۸۹۴ء (ج) تحفہ گولڑویہ ص ۱۹۵، رخ ۱۷/۲۹۵

۳۵۱۔ (الف) حقیقۃ الوحی ۱۴۹، رخ ۲۲/۱۵۳۔۱۵۴ (ب) الاستفتاء ضمیمہ حقیقۃ الوحی ص ۳۹، رخ ۲۲/۶۶۰ (ج) نور الحق ص ۴۷ حصہ دوم

۳۵۲۔ (الف) سیرۃ المہدی مؤلفہ مرزا بشیر احمد پسر مرزا غلام احمد قادیانی ۲/ ۷۷، روایت نمبر ۴۰۳۔۴۰۴ (ب) آئینہ کمالات اسلام حاشیہ ص ۹۳۔۹۴، رخ ۵/ ۹۳۔۹۴ (ج) ست بچن ص ۳۰، رخ ۱۰/ ۱۴۲

۳۵۳۔ (الف) ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۱۱۲، رخ ۲۱/ ۲۷۵ (ب) نزول المسیح ص ۸۹، رخ ۱۸/ ۴۶۷ (ج) ایضاً ص ۱۰۸، رخ ۱۸/ ۴۸۶

۳۵۴۔ (الف) آئینہ کمالات اسلام ص ۲۱، رخ ۵/ ۲۱ (ب) انجام آتھم ص ۲۲۳، رخ ۱۱/ ۲۲۳ (ج) سیرۃ المہدی ۲/ ۵۵، روایت نمبر ۳۶۹

۳۵۵۔ (الف) کشتی نوح ص ۴۶، رخ ۱۹/ ۵۰ (ب) ازالۂ اوہام ص ۶۵۹، رخ ۳/ ۴۵۶

۳۵۶۔ (الف) کشتی نوح ص ۱۶ حاشیہ، رخ ۱۹/ ۱۸ (ب) لیکچر سیالکوٹ ص ۱۷، رخ ۲۰/ ۲۱۵

۳۵۷۔ (الف) تذکرۃ الشہادتین ص ۳۳، رخ ۲۰/ ۳۵ (ب) ازالۂ اوہام حاشیہ ص ۶۳۔۷۳، رخ ۳/ ۱۳۴۔۱۳۸ حاشیہ (ج) مرزا غلام احمد قادیانی کے حالات مرتبہ معراج الدین قادیانی تتمہ براہین احمدیہ ا/ ۶۷، قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ ص ۱۵۳، مؤلفہ پروفیسر محمد الیاس برنی اشاعت جنوری ۲۰۰۱

۳۵۸۔ (الف) تحفہ گولڑویہ ص ۱۱۷ حاشیہ، رخ ۱۷/ ۲۹۲ (ب) ضمیمہ انجام آتھم ص ۵۳، رخ ۱۱/ ۳۳۷ (ج) چشمۂ معرفت ص ۸۲۔۸۳، رخ ۲۰/ ۹۰۔۹۱

۳۵۹۔ (الف) خطبہ جمعہ بشیر الدین محمود خلیفہ قادیان مندرجہ اخبار الفضل ص ۶ مؤرخہ ۲۷ فروری، ۲ مارچ ۱۹۲۲ء (ب) خطبہ جمعہ مرزا بشیر الدین محمود مندرجہ اخبار الفضل مؤرخہ یکم نومبر ۱۹۳۴ء ص ۱۲ (ج) ایضاً خطبہ جمعہ مندرجہ اخبار الفضل مؤرخہ ۲ جون ۱۹۳۶ء ص ۶

۳۶۰۔ (الف) ایضاً ص ۵ (ب) مسلم ا/ ۴۰۸ (ج) مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۸۰ باب نزول عیسیٰ فصل ثالث

۳۶۱۔ (الف) ازالۂ اوہام ص ۴۷۱، رخ ۳/ ۳۵۲ (ب) حقیقۃ الوحی ص ۳۱۲ (ج) ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۲۰۱، رخ ۲۱/ ۳۷۳

۳۶۲۔ (الف) ضمیمہ انجام آتھم ص ۶، رخ ۱۱/ ۲۹۰ حاشیہ (ب) ایضاً حاشیہ ص ۱۷۷، رخ ۳/ ۲۵۵ (ج) آل عمران۔۴۹

۳۶۳۔ (الف) اشتہار مرزا غلام احمد قادیانی مؤرخہ ۱۶ اکتوبر ۱۸۹۴ء (ب) قادیانی اخبار الحکم مؤرخہ ۱۷ اپریل ۱۹۰۳ء ملفوظات احمدیہ طبع ربوہ ۵/ ۳۴۴ (ج) ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۱۸۳، رخ ۲۱/ ۳۵۳۔۳۵۴

۳۶۴۔ (الف) کشتی نوح ص ۵۶، رخ ۱۹/ ۶۱ (ب) قادیانی رسالہ تشحیذ الاذہان ص ۱۱ بابت ماہ اگست ۱۹۱۷ء (ج) الاحزاب۔۴۰

۳۶۵۔ (الف) حقیقۃ الوحی ص ۹۶، رخ ۲۲/ ۹۹۔۱۰۰ حاشیہ (ب) ازالۂ اوہام در رخ ۴/ ۴۳۱ آیت ۲۱ (ج) ایضاً در رخ ۳/ ۱۷۰

۳۶۶۔ (الف) تریاق القلوب در رخ ۱۵/ ۴۷۹ (ب) چشمۂ معرفت در رخ ۲۳/ ۳۴۰ حاشیہ (ج) ایضاً ۲۳/

۳۳۳ حاشیہ

۳۶۷۔ (الف) حقیقۃ الوحی ص۱۸۴، رخ ۲۲/۱۹۱ (ب) ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۱۱۲، رخ ۲۱/۲۷۵ (ج) اشتہار مرزا غلام احمد قادیانی مؤرخہ ۱۲ اکتوبر ۱۸۹۱ء، مجموعہ اشتہارات ۱/۲۳۰۔۲۳۱، تبلیغ رسالت ۲/۲

۳۶۸۔ (الف) شہادۃ القرآن ص۵۹۔۶۰، رخ ۶/۳۵۵۔۳۵۶ (ب) حمامۃ البشریٰ ص۹۶، رخ ۷/۲۹۶۔۲۹۷ (ج) ایضاً در رخ ۷۔۲۰۰ (ترجمہ)

۳۶۹۔ (الف) ایضاً ص۹۶، رخ ۷/۲۹۷ (ب) ایضاً۔ ایضاً (ج) ازالہ اوہام ص۵۷۷، رخ ۳/۴۱۱۔۴۱۲

۳۷۰۔ (الف) انجام آتھم ص۲۷، رخ ۱۱/۲۷ حاشیہ (ب) آسمانی فیصلہ ص۲۵، رخ ۴/۳۳۵ (ج) جنگ مقدس ص۶۷، رخ ۱۶/۱۵۶

۳۷۱۔ (الف) شہادۃ القرآن س ۲۷، رخ ۶/۳۲۳۔۳۲۴ (ب) حقیقۃ النبوۃ مصنفہ مرزا بشیر الدین محمود ص۱۲۱ (ج) آئینہ کمالات اسلام ص۲۱، رخ ۵/۲۱

۳۷۲۔ (الف) براہین احمدیہ در رخ ۱/۵۳۷ (ب) نور الحق ص۲۷ حصہ دوم (ج) سیرۃ المہدی ۲/۷۷، روایت نمبر ۴۰۳۔۴۰۴

۳۷۳۔ (الف) الاستفتاء ضمیمہ حقیقۃ الوحی ص۳۹، رخ ۲۲/۶۶۰ (ب) مسیح موعود کے کارنامے: ص۲۹ مرزا بشیر الدین محمود خطبہ جمعہ مندرجہ اخبار الفضل مؤرخہ ۱۳ اکتوبر ۱۹۲۵ء (ج) حمامۃ البشریٰ در رخ ۷/۲۲۱، نور الحق ۱/۵۰، رخ ۸/۶۸۔۶۹ (د) انجام آتھم (ترجمہ) ص۲۲۳، رخ ۱۱/۲۲۳ (ھ) اشتہار مرزا غلام احمد قادیانی مؤرخہ ۱۶ اکتوبر ۱۸۹۴ء

۳۷۴۔ (الف) ضمیمہ انجام آتھم ص۵۳، رخ ۱۱/۳۳۷ حاشیہ (ب) حقیقۃ النبوۃ ص۱۸۶۔۱۸۷ مصنف مرزا بشیر الدین محمود (ج) ایک غلطی کا ازالہ در رخ ۱۸/۲۱۶

۳۷۵۔ (الف) قادیانی اخبار الفضل مؤرخہ ۲۹ جون ۱۹۱۵ء (ب) حقیقۃ الوحی ص۲۸، رخ ۲۲/۳۰ (ج) چشمۂ معرفت ضمیمہ ص۹، رخ ۲۳/۳۸۰

۳۷۶۔ (الف) حقیقۃ الوحی ص۱۴۹، رخ ۲۲/۱۵۳۔۱۵۴ (ب) احمدی اور غیر احمدی میں فرق ص۲ (ج) ملفوظاتِ احمدیہ ۲/۲۷

۳۷۷۔ (الف) ستارہ قیصریہ ص۱۰، رخ ۱۵/۱۲۰ (ب) تبلیغ رسالت ۷/۱۹۔۲۰ (ج) لیکچر سیالکوٹ در رخ ۲۰/۲۰۷، تحفہ گولڑویہ ص۹۵، رخ ۱۷/۲۵۲، تریاق القلوب ص۶۸، رخ ۱۵/۲۸۳

۳۷۸۔ (الف) حقیقۃ الوحی ص۱۹۳۔۱۹۴ (ب) چشمۂ معرفت در رخ ۲۳/۳۳۳ حاشیہ (ج) کشتی نوح ص۵۶، رخ ۱۹/۶۱

۳۷۹۔ (الف) ایک غلطی کا ازالہ ص۱۱، رخ ۱۸/۲۱۵ (ب) خطبہ الہامیہ ص۱۷۷۔۱۷۸، رخ ۱۶/۱۷۷۔۱۷۸ (ج) براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۱۳، رخ ۲۱/۱۴۴

۳۸۰۔ (الف) قادیانی مجلّہ تشحیذ الاذہان ص ۳۰۔۳۲ بابت ماہ مارچ ۱۹۱۴ء (ب) ایضاً ص ۱۱ بابت ماہ اگست ۱۹۱۷ء (ج) قادیانی اخبار الحکم مؤرخہ ۱۷ اپریل ۱۹۰۳ء، ملفوظات احمدیہ طبع ربوہ ۳۴۴/۵

۳۸۱۔ (الف) ضمیمہ براہین احمدیہ ص ۱۸۳، رخ ۳۵۳/۲۱۔۳۵۴ (ب) اشتہار التوائے جلسہ ملحقہ شہادۃ القرآن (ج) براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۸۷

۳۸۲۔ (الف) تریاق القلوب ص ۱۵۸۔۱۵۹، رخ ۴۸۲/۱۵۔۴۸۳ (ب) انوار خلافت مصنفہ مرزا بشیر الدین محمود احمد ص ۶۲ (ج) بیان مرزا بشیر الدین محمد اخبار الفضل مؤرخہ ۲۷ فروری ۱۹۲۷ء

۳۸۳۔ (الف) اخبار الفضل ص ۱۵ مؤرخہ ۱۲ جون ۱۹۲۸ء (ب) ایک غلطی کا ازالہ در رخ ۲۱۴/۱۸۔۲۱۵ (ج) لیکچر سیالکوٹ ص ۲۲، رخ ۲۰/ ۲۲۷

۳۸۴۔ (الف) حقیقۃ الوحی ص ۱۹۳ (ب) براہین احمدیہ در رخ ۵۳۷/۱ حاشیہ (ج) ایضاً در رخ ۵۳۳/۱۔۵۳۴ حاشیہ

۳۸۵۔ (الف) کتاب البریۃ ص ۱۸۴ حاشیہ، رخ ۱۳/ ۲۱۷۔۲۱۸ (ب) المدثر: ۵۲۔۵۵ (ج) الانعام ۱۲۴

۳۸۶۔ (الف) الحجر۔ ۹ (ب) براہین احمدیہ در رخ ۲۵۴/۱ حاشیہ (ج) حمامۃ البشریٰ (ترجمہ) ص ۹۶، رخ ۱۷/ ۲۹۷

۳۸۷۔ (الف) کرامات الصادقین ص ۵ (ب) تریاق القلوب در رخ ۱۵/ ۴۷۹ (ج) بخاری فی کتاب الانبیاء، مسلم ۲/ ۲۴۸ فی کتاب الفضائل، مسند احمد ۲/ ۳۹۸ والنسائی والترمذی

۳۸۸۔ (الف) کنز العمال عن ابن عساکر (ب) مسلم ۲/ ۲۴۸ (ج) تفسیر ابن کثیر، تفسیر ما کان محمد ابا احد من رجالکم الآیۃ (الاحزاب) بہ حوالہ ابوداؤد الطیالسی

۳۸۹۔ (الف) صحیحین عن ابی ہریرۃؓ (بخاری ۱/ ۴۹۱، مسلم ۲/ ۱۲۶/ مسند احمد ۲/ ۲۹۷ (ب) ایام الصلح ص ۱۴۶، رخ ۱۴/ ۳۹۲۔۳۹۳ (ج) حمامۃ البشریٰ ص ۲۰، رخ ۷/ ۲۰۰

۳۹۰۔ (الف) ختم نبوت مولانا مفتی محمد شفیعؒ ص ۲۲۳۔۲۲۴ بہ حوالہ مسلم عن ابی ہریرۃؓ (ب) منتخب کنز العمال بر حاشیہ مسند احمد ۲/ ۳۹۱ عن ابی امامۃؓ (ج) ابن ماجہ عن ابی امامہؓ ص ۳۰۷ باب فتنۃ الرجال

۳۹۱۔ (الف) مسند ابویعلیٰ عن انسؓ، فتح الباری ۱۲/ ۲۳۲ (ب) ترمذی عن انسؓ، تفسیر ابن کثیر ۸/ ۹، اخرجہ احمد ایضاً (ختم نبوت مولانا مفتی محمد شفیعؒ ص ۲۳۷) (ج) بخاری ۱/ ۵۲۱، مسلم ۲/ ۲۷۶ (د) مسلم ۲/ ۲۷۶ (قال ابن وہب محدثون ملھمون)

۳۹۲۔ (الف) ترمذی ۲/ ۲۰۹ (ب) بخاری ۱/ ۵۲۶، ۲/ ۶۳۳، مسلم ۲/ ۲۷۸ (ج) ابوداؤد ۲/ ۲۲۴ (ختم نبوت ص ۲۲۳)

۳۹۳۔ (الف) مسلم ۱/ ۴۴۶ (ب) ایضاً النسائی ولفظہ خاتم الانبیاء وخاتم المساجد (ختم نبوت ص ۲۲۸) (ج) کنز العمال ۶/ ۱۰۹ بہ حوالہ دارمی وابن عساکر

۳۹۴۔ (الف) السیوطی/ الدر المنثور ۶/ ۱۶۵ بہ حوالہ ابن ابی الدینار وابویعلیٰ (ب) ایک غلطی کا ازالہ در رخ ۱۸/ ۲۱۲ (ج) ایضاً در رخ ۱۸/ ۲۱۴۔۲۱۵

۳۹۵۔ (الف) ایضاً در رخ ۲۱۵/۱۸ (ب) حقیقۃ الوحی ص ۳۹۱، رخ ۲۲/ ۴۰۶۔۴۰۷ (ج) ایضاً ص ۱۹۳

۳۹۶۔ (الف) حقیقۃ الوحی ص ۱۸۴، رخ ۲۲/ ۱۹۱، ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۱۱۲، رخ ۲۱/ ۲۷۵ (ب) ایام الصلح در رخ ۱۴/ ۲۶۵ (ج) آئینہ کمالات اسلام در رخ ۱۵/ ۳۴۶ (د) شہادۃ القرآن ص ۵۹۔۶۰، رخ ۶/ ۳۵۵۔۳۵۶

۳۹۷۔ (الف) آئینہ کمالات اسلام ص ۵۷، رخ ۶/ ۳۵۳ (ب) ازالۂ اوہام ص ۴۲۱، رخ ۳/ ۳۲۰ (ج) آئینہ کمالات اسلام حاشیہ ص ۹۳۔۹۴، رخ ۵/ ۹۳۔۹۴

۳۹۸۔ (الف) الجمعۃ۔۳ (ب) تریاق القلوب ص ۱۵۵ حاشیہ (ج) آئینہ کمالات اسلام ص ۳۴۶

۳۹۹۔ (الف) ایضاً ص ۲۵۴۔۲۵۵ (ب) چشمۂ معرفت ضمیمہ ص ۹، رخ ۲۳/ ۳۸۰ (ج) سراج منیر ص ۳۰۲، رخ ۱۲/ ۵

۴۰۰۔ (الف) نور الحق ص ۲۷ حصہ دوم (ب) البقرہ۔۲۵۶ (ج) النساء۔۵۱

۴۰۱۔ (الف) ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۱۸۳، رخ ۲۱/ ۳۵۳۔۳۵۴ (ب) اخبار الحکم مؤرخہ ۱۷ اپریل ۱۹۰۳ء، ملفوظات احمدیہ طبع ربوہ ۵/ ۳۴۴ (ج) آل عمران۔۳۱

۴۰۲۔ (الف) حقیقۃ الوحی ص ۱۹۳، تریاق القلوب ص ۱۵۸۔۱۵۹، رخ ۱۵/ ۴۸۲۔۴۸۳ (ب) ایک غلطی کا ازالہ ص ۱۱، رخ ۱۸/ ۲۱۵ (ج) تریاق القلوب ص ۱۵۸۔۱۵۹، رخ ۱۵/ ۴۸۲۔۴۸۳

پاکستان میں اردو سیرت نگاری کے حوالے سے ایک حوالہ جاتی دستاویز

پاکستان میں اردو سیرت نگاری

ایک تعارفی مطالعہ

☆

پاکستان میں اردو سیرت نگاری کے آغاز، اس کے ارتقا،
ساٹھ سالہ دور میں لکھی جانے والی اہم کتب اور مجلات کی
خاص اشاعتوں کا تعارف

سید عزیز الرحمٰن

زوار اکیڈمی پبلی کیشنز